اصلاحِ نفس و اصلاحِ معاشرہ

افادات

حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب رحمہ اللہ

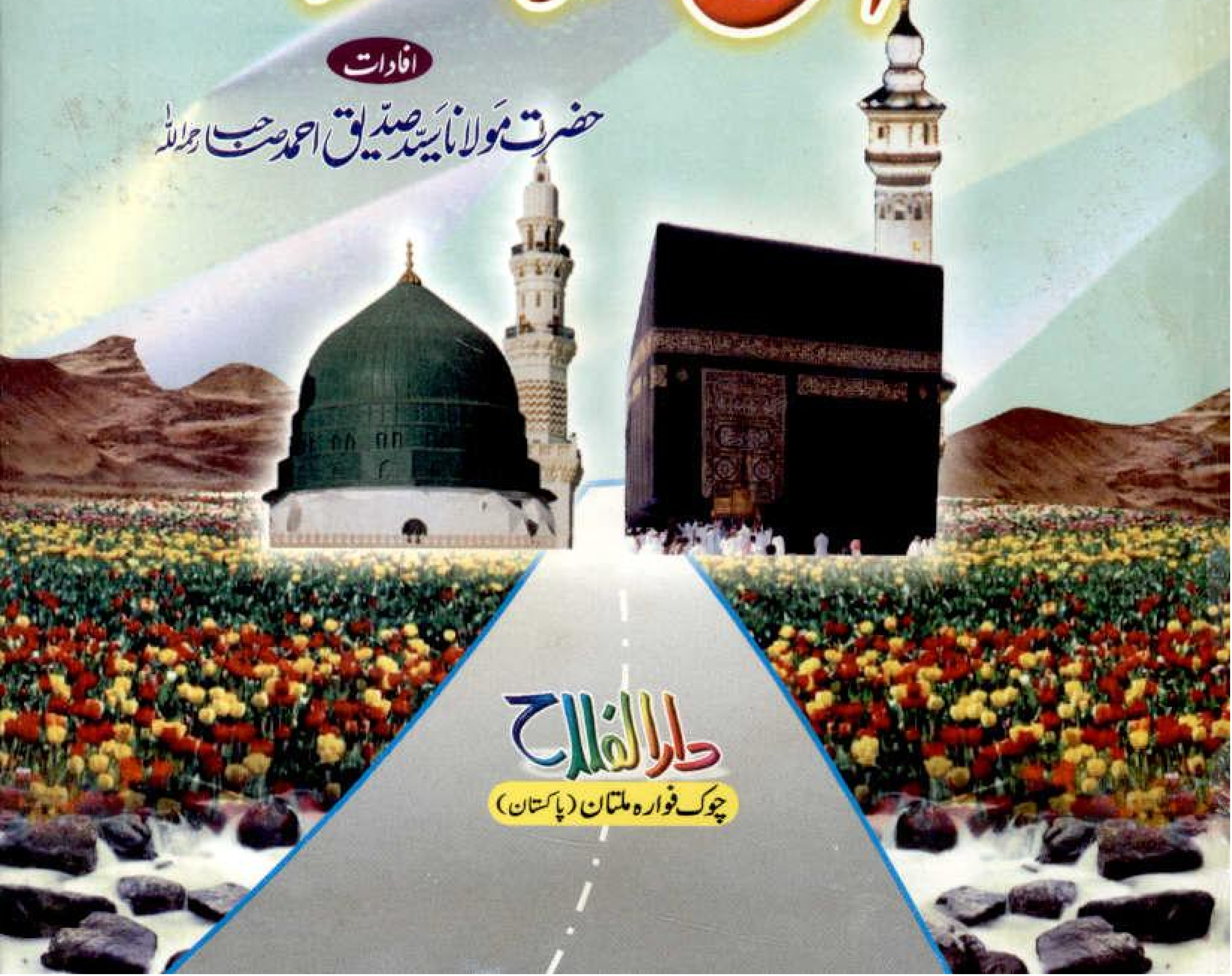

دار الفلاح
چوک فوارہ ملتان (پاکستان)

اصلاحِ نفس

واصلاحِ معاشرہ

افادات

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحبؒ

ضبط وترتیب:

محمد زید مظاہری ندوی

ناشر

دار الفلاح

نزد لکی آرٹس، چوک فوارہ، ملتان (پاکستان) ✆ 540513

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب ...... اصلاحِ نفس

مصنف ......

باھتمام ...... محمد یوسف عفی عنہ

سن طباعت ......

تعداد ......

قیمت ......

ملنے کے پتے

کتب خانہ حقانیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان۔

کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان۔

کتب خانہ دار الحدیث بیرون بوہڑ گیٹ ملتان۔

کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی

مکتبہ رشیدیہ اردو بازار کراچی - کتب خانہ عثمانیہ کوھاٹ

ادارہ اسلامیات لاھور- مکتبہ سید احمد شہید لاھور

نورانی کتب خانہ کوئٹہ -یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اجمالی فہرست افادات صدیق ج ۲

باب ۱	معمولات رمضان	۲۹
باب ۲	رمضان المبارک کے مختصر مواعظ وملفوظات	۳۷
باب ۳	اصلاح نفس واصلاح اخلاق وعادات	۸۲
باب ۴	اصلاح معاشرہ	۱۵۶
باب ۵	اسلامی تہذیب	۱۸۶
باب ۶	اصلاح معیشت	۲۰۲
باب ۷	تعویذ سے متعلق ضروری اصلاحات	۲۱۱
باب ۸	سیاسی میدان میں مسلمانوں کی صحیح رہنمائی	۲۲۲
باب ۹	افریقی اور ہندوستانی مسلمانوں کو چند اہم مشورے	۲۴۵
باب ۱۰	متفرق اہم ملفوظات	۲۵۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست افادات صدیقؒ ج ۲

باب ا معمولات رمضان

عرض مرتب	۲۴
مقدمہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۲۵
تقریظ حضرت حکیم اختر صاحب مدظلہ	۲۸
معتکفین کے لئے چند ضروری ہدایات	۲۹
معتکفین کو ہدایت اور نصیحت	۳۰
ہر سامان اس کی جگہ پر رکھئے	۳۰
معتکفین کے لئے چند ضروری معمولات	۳۱
اپنے اوقات مقرر کرلیجئے	۳۱
تصحیح قرآن پاک کا حلقہ	۳۱
ذکر کی پابندی	۳۱
عبادت کر کے دوسرے کو حقیر مت سمجھو	۲۳
ایک بزرگ کا واقعہ	۳۲
صلوٰۃ التسبیح کا اہتمام	۳۲

توبہ واستغفار کی ضرورت اور اس کا طریقہ	۳۲
معتکفین کو اہم نصیحت	۳۴
معمولات رمضان	۳۴
ہر شخص اپنے معمولات خود مقرر کرلے	۳۵
ولی بننا کوئی مشکل نہیں	۳۵
روزہ صرف اللہ ہی کے لئے کیوں ہے	۳۶
افطار کا وقت قبولیت دعاء کا ہے اس وقت دعاء کیجئے	۳۶

باب۲ رمضان المبارک کے مختصر مواعظ وملفوظات

بزرگوں کی ریس نہ کیجئے	۳۷
اوقات اور معمولات مقرر کرنے سے بہت کام ہو جاتا ہے	۳۸
غیبت اور فضول گوئی سے بچنے کی تاکید	۳۹
روزہ کا اثر تقویٰ ہے وہ ہماری زندگیوں میں کیوں نہیں پیدا ہوتا	۴۰
روزہ گناہوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے	۴۲
اگر آپ عقلمند ہیں تو گناہ کے بعد فوراً توبہ کیجئے	۴۳
یہ کیسے معلوم ہو کہ ہمارے روزے اور عبادتیں قبول ہوئیں	۴۵
رمضان کی ناقدری اور جی نہ لگنے کا بہانہ	۴۵
رمضان کی برکت	۴۷
تکبر کی مذمت	۴۷

ایک بزرگ کی حکایت	۴۸
غیبت اور چغلی کی مذمت اور ایک بزرگ کی حکایت	۴۹
حضرت تھانویؒ کا حال	۵۰
حضرت کا حال	۵۱
رائے کے اختلاف کی وجہ سے ذات کا اختلاف نہ ہونا چاہیے	۵۴
اختلاف کی وجہ سے ترک سلام وکلام اور ترک تعلقات کی مذمت	۵۴
صدقہ فطر اور افطار سے متعلق اہم مضامین	۵۶
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قصہ	۵۷
غریبوں محتاجوں اور بیواؤں کی خبر گیری کی اہمیت	۵۸
صدقہ فطر کا مقصد	۵۹
ایک بزرگ کا قصہ	۶۰
غریبوں کے ساتھ ہمدردی	۶۰
شیخ بریؒ کی حکایت	۶۱
حقوق کی ادائیگی کا اہتمام	۶۲
حضرت جعفر صادقؒ کی سبق آموز حکایت	۶۲
تعلق مع اللہ کی حقیقت	۶۴
انشاءاللہ نہ کہنے کا نقصان	۶۴
تراویح میں بہت زیادہ قرآن شریف سنانا مطلوب نہیں	۶۵
رمضان کی ۲۷ویں شب کا اجتماع	۶۶

وقت کی قدر دانی	٦٧
مؤمن کے لئے مسجد کی مثال	٦٨
بلا پوچھے کسی کا سامان لینے کی ممانعت	٦٨
نظم وضبط کی اہمیت	٦٨
نکاح ایک عبادت ہے	٦٨
نکاح ودعوت میں شرکت	٦٩
مسجد میں نکاح کرنے کے فوائد	٦٩
اعلان کے ساتھ نکاح کرنے کا فائدہ	٧٠
وعظ "نعمت کی حقیقت"	٧١
اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں	٧١
ناشکری کی عادت	٧١
نعمت کی حقیقت اور اس کا استحضار	٧٢
نعمت صرف مال دولت کا نام نہیں ہے	٧٣
ایک سبق آموز حکایت	٧٣
بزرگوں سے تعلق کیوں رکھنا چاہئے	٧٣
عود الی القصہ	٧٤
ایمان سب سے بڑی نعمت ہے	٧٤
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا بہت بڑی نعمت ہے	٧٥
والدین سے جتنا تعلق لڑکیوں کو ہوتا ہے لڑکوں کو نہیں ہوتا	٧٦

لڑکی کی فضیلت ۷۷
حضور ﷺ کا اپنی بیٹی فاطمہ کے ساتھ حسن سلوک ۷۸
پریشانی کے وقت نعمتوں کا استحضار ۷۸
شب قدر کی اہمیت ۷۸
۲۷ ویں شب کو لوگوں کا ہجوم اور حضرت کی تشویش ۷۹
نوجوانوں کو تہجد کی پابندی ۸۱

باب ۳ اصلاح نفس و اصلاح اخلاق

بیعت کیسے شیخ سے کی جائے ۸۲
بزرگوں کی شہرت کی وجہ سے بیعت کا فیصلہ نہ کیجئے ۸۲
محض بزرگوں کے پاس رہنے سے اصلاح نہیں ہوتی ۸۳
جب تک کہ آدمی خود اپنی اصلاح نہ چاہے ۸۳
ایسے مرید کو فیض نہیں ہوتا ۸۴
میں تعویذ لینے والوں کو بیعت نہیں کرتا ۸۴
ایک بزرگ کی سبق آموز حکایت ۸۵
شیخ ابو سعیدؒ کا واقعہ ۸۷
سب سے بڑا مجاہدہ اور کرامت ۸۸
کوئی بزرگ اور شیخ کسی کو کوئی درجہ نہیں دیتا ۸۸
اپنے شیخ سے پوچھے بغیر دوسری جگہ استفادہ کے لئے نہیں جانا چاہئے ۸۹
علماء و عوام کے لئے اصلاح کا دستور العمل ۸۹

ایمان کی حلاوت	۹۱
ذکر جہری یا سری	۹۱
مولانا الیاس صاحبؒ کا واقعہ	۹۲
ایک بزرگ کا معمول	۹۳
تہجد کی اہمیت	۹۳
عبادت چھوٹ جانے پر رنج نہ ہونا بے حسی کی علامت ہے	۹۳
کمال ایمان کی علامت	۹۴
شیطان تین چیزوں کے ذریعہ اکثر انسانوں کو بہکاتا ہے	۹۵
بخل کی مذمت	۹۵
بخل کی حقیقت	۹۶
دوسروں کی نیند خراب کر کے ذکر جہری کرنے والے کو تنبیہ	۹۶
پابندی تو پابندی کرنے سے ہوتی ہے	۹۷
ایک بزرگ کی حکایت	۹۷
خوب کھاؤ اور نیک کام کرو	۹۷
خدمت خلق کی اہمیت	۹۸
اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق ہونے کی علامت	۹۸
حضرت جنید بغدادیؒ کو اتنا بلند مقام کیسے نصیب ہوا	۹۹
بشر حافیؒ کا واقعہ	۹۹
صبر اور مجاہدہ کے بعد ہی ترقی ہوتی ہے	۱۰۰

تجویز کو فنا کر دو راحت نصیب ہو گی	۱۰۰
غم اور مصیبت اور تکلیف کا ظاہر کرنا صبر کے خلاف نہیں	۱۰۱
صرف چند سال کا مجاہدہ اور ہمیشہ کی کامیابی	۱۰۲
سبق آموز حکایت	۱۰۲
اپنے بھائی کے کام آنے اور اس کا کام بنانے کی اہمیت	۱۰۴
شاہ عبدالرحیمؒ اور حضرت تھانویؒ کی حکایت	۱۰۴
پہلے زمانے کا سفر حج	۱۰۵
انبیاء علیہم السلام اور بزرگوں کی اصلاح کا طریقہ	۱۰۶
ہر شخص کی اصلاح کا طریقہ الگ الگ ہوتا ہے	۱۰۶
حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ کی حکایت	۱۰۷
حاجی امداد اللہ صاحبؒ اور ایک فاسق فاجر کی حکایت	۱۰۸
یہ کہنا کہ نہ معلوم کون سی غلطی ہو گئی ہے بہت بڑی غلطی ہے	۱۰۹
حضرت اقدس کی شاہ وصی اللہؒ کی خدمت میں حاضری اور شاہ صاحب کی شفقت	۱۱۰
ہماری دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں	۱۱۱
مصیبتوں اور پریشانیوں کی حکمت واہمیت	۱۱۳
کھانا کھا کر اطمینان سے نماز پڑھیں گے	۱۱۴
مؤمن کا ہر کام اللہ واسطے ہونا چاہیے	۱۱۵
نمازوں میں خیالات ووساوس کا علاج	۱۱۶
مسجد میں بایاں پیر داخل کرنے پر حضرت سفیانؒ ثوری کو تنبیہ	۱۱۷

گنہگار بندہ کی مغفرت پر ایک حکایت	۱۱۷
ہر انسان کے دو قدرتی ساتھی	۱۱۸
تنبیہ الغافلین اور مثنوی شریف اچھی کتابیں ہیں	۱۱۸
اچانک موت سے بچنے کی دعاء	۱۱۹
نزع کی حالت میں لوگوں کو کیا کرنا چاہئے	۱۱۹
تلقین کا مطلب و مقصد	۱۱۹
ایک بزرگ کا واقعہ	۱۲۰
دو بزرگوں کے قصے	۱۲۱
شیخ نظام الدینؒ کا واقعہ	۱۲۲
بزرگی کی علامتیں	۱۲۲
میں پھول بن کر آیا ہوں کانٹا بن کر نہیں	۱۲۴
مغرب و عشاء کے مابین کتنا فاصلہ ہوتا ہے	۱۲۴
گھڑی باندھنے کا مقصد	۱۲۵
عصر کی سنتوں کی اہمیت	۱۲۵
اصل بزرگی یہ ہے کہ ہماری ذات سے کسی کو تکلیف نہ ہو	۱۲۶
بداخلاقی پر صبر درجات کی ترقی کا ذریعہ ہے	۱۲۶
بڑوں کے سامنے اپنی بڑائی اور بزرگی نہیں دکھانا چاہئے	۱۲۷
اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے اس کے فیصلے پر راضی رہنا چاہئے	۱۲۸
طبیعت کو محکوم اور شریعت کو حاکم بنانا چاہئے	۱۲۹

مصیبت اور پریشانی کا علاج	۱۲۹
مصیبت میں بھی اللہ خیر کے دروازے کھول دیتا ہے	۱۲۹
گالی کا جواب رحمت سے	۱۳۱
برا سلوک کرنے والے کے ساتھ حسن سلوک	۱۳۲
جس کی غیبت کی جاتی ہے اس کا کوئی نقصان نہیں ہوتا	۱۳۲
ایک بزرگ کی حکایت	۱۳۳
بیمار کی عیادت کی فضیلت	۱۳۳
ضلع فتحپور کا ایک واقعہ	۱۳۴
بیمار کی تیمارداری اور عیادت کی اہمیت	۱۳۴
بینائی تیز ہونے کا عمل اور اس کے چلے جانے پر اجر وثواب	۱۳۵
مالی نقصان گناہوں کا کفارہ اور رفع درجات کا ذریعہ ہے	۱۳۶
ایک مصیبت زدہ پریشان شخص کا حال اور حضرت کی نصیحت	۱۳۷
مایوس کن بیماری میں بھی مایوس نہ ہونا چاہئے	۱۳۸
بیمار بیٹے کی وجہ سے حضرت کی پریشانی	۱۳۸
دنیا میں ہر ایک پریشان ہے صبر کرو اور اللہ سے خیر کی امید رکھو	۱۳۹
پریشانی و مصیبت کا علاج	۱۴۰
مصیبتوں پر صبر کے ذریعہ وہ ترقی ہوتی ہے جو دوسرے مجاہدوں سے نہیں ہوتی	۱۴۱
دنیا خواہش پوری ہونے کی جگہ نہیں	۱۴۱
کام کا زمانہ تو چالیس پچاس برس تک کا ہوتا ہے	۱۴۲

زندگی ہو تو ایسی	۱۴۲
حضرت مفتی محمود صاحبؒ کے انتقال پر	۱۴۳
اللہ والوں کے اٹھ جانے کا نقصان	۱۴۴
چند اور بزرگوں کا مختصر تذکرہ	۱۴۴
مسافرانہ زندگی	۱۴۶
حضرت مولانا محمد ثانیؒ کے انتقال پر	۱۴۶
مخلص رفیق مشفق رہنما	۱۴۷
تعزیت و تسلی کا اہم مضمون	۱۴۹
مرنے کے بعد کی فکر خود کیجئے بعد میں کوئی ایصال ثواب نہیں کرتا	۱۵۰
اپنے گھر والوں کی اصلاح و تربیت کی فکر	۱۵۰
گھر کے کسی حصہ کو عبادت خانہ بنانے کی ترغیب	۱۵۱
اپنے بیٹوں کو چند اہم نصیحتیں اور وصیتیں	۱۵۲
مدرسہ و مسجد کے تعمیری کام میں حصہ لینے کی فضیلت	۱۵۴
مسجد کی صفائی کی فضیلت	۱۵۵

باب۴ اصلاح معاشرہ

لڑکیوں کی پرورش کرنے اور ان پر خرچ کرنے کی فضیلت	۱۵۶
لڑکی کی اہمیت	۱۵۷
چند مفید مشورے، شادی میں تاخیر نہ کیجئے	۱۵۸

رشتہ اپنی برادری و خاندان میں کرنا چاہیے	۱۵۹
سادگی کے ساتھ بلا بارات کے شادی کی ترغیب	۱۶۰
منگنی اور تاریخ میں دعوت کی ضرورت نہیں	۱۶۰
مسجد میں نکاح کرنے کی تحریک چلاؤ	۱۶۰
بندہ کو بندہ سمجھو خدا نہ بناؤ	۱۶۱
بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی جلدی کرنا غم کا علاج ہے	۱۶۱
نکاح میں عمامہ باندھنا	۱۶۲
حقوق العباد کی اہمیت	۱۶۳
حقوق زوجیت	۱۶۴
شیطان کی حکایت	۱۶۵
بیوی کے حقوق	۱۶۵
ساس بہو کے ساتھ رہنے کا مسئلہ	۱۶۷
اہلیہ کو لے کر علحدہ رہیے اور والدین کی خدمت کیجئے	۱۶۹
چند مکاتیب	۱۷۰
شادی کے بعد علحدہ کر دینا چاہیے	۱۷۰
ساس کو بہو سے خدمت لینے کا حق نہیں	۱۷۱
بیوی کا حق ہے کہ شوہر کے ساتھ رہے	۱۷۱
ساس بہو کو علحدہ رہنا چاہیے	۱۷۲
بیوی کا حق ہے کہ اس کے پاس رات گزاری جائے	۱۷۳

ضرورت کے وقت اھلیہ کی خدمت کرنا ۱۷۳
دلجوئی کی اہمیت ودلشکنی کی قباحت ۱۷۶
حضور ﷺ کی اپنی ازواج کے ساتھ دلجوئی ۱۷۸
بیویوں پر کھانا پکانا واجب نہیں ۱۷۸
عورتوں کو فون پر بھی بلا ضرورت بات کرنے کی مذمت ۱۷۹
بے پردگی کا نتیجہ ۱۷۹
عورت چاہے تو شوہر اور پورے گھر کو دیندار بنادے ۱۸۰
عورت بددین ہو تو شوہر کو بھی بددین اور گھر کو برباد کردے گی ۱۸۲
غصہ میں عورتوں کو طلاق نہیں دینا چاہیئے ۱۸۳
طلاق بہت سوچ سمجھ کر دینا چاہیئے ۱۸۴
بیوی کی سخت مزاجی پر صبر ۱۸۴
بیوی اور عزیز کے انتقال پر صبر ۱۸۴
تعلق رکھنے والوں اور رشتہ داروں سے کبھی کبھی ملاقات کے لئے بھی جانا چاہیے ۱۸۴

باب ۵ اسلامی تہذیب

آداب مہمانی ۱۸۶
مہمانوں کی ذمہ داری ۱۸۶
مہمانوں کو اطلاع کر کے آنا چاہیئے ۱۸۶
مہمانوں کو ضروری ہدایت اور تنبیہ ۱۸۷

مہمان کی ذمہ داری ۱۸۷
یہ بھی دین ہے ۱۸۸
حضور ﷺ کی سنت کی قدر دانی ۱۸۸
ہماری بدحالی ۱۸۹
خدا کی نعمت کے ساتھ ظلم ۱۸۹
میز کرسی پر کھانا کھانا ۱۹۰
یہودیوں کی سازش ۱۹۰
سنت کی خاصیت ۱۹۱
خادم کو کام کرنے کے بعد اطلاع کر دینا چاہیے ۱۹۱
بزرگوں کو اپنے یہاں لانے پر اصرار کرنا بڑی بے ادبی ہے ۱۹۲
بزرگوں کو کھلانے پر اصرار کرنا بڑی بے ادبی ہے ۱۹۲
ثواب کی نیت سے والدین کی زیارت کرنا ۱۹۲
مساوات و دلجوئی کا عمدہ نمونہ ۱۹۳
مہمان کا اکرام واحترام اور ان کو آرام پہنچانے کی کوشش ۱۹۴
مہمانوں کی برکت اور ان کا اکرام ۱۹۵
شعراء کی مجلس اور مہمانوں کا احترام ۱۹۶
دستر خوان میں آپس میں تعلق رکھنے والوں کو ایک ساتھ بیٹھانا چاہیے ۱۹۸
بزرگوں کی سادگی ۱۹۸
سوتے میں بہت زور سے خراٹے لینے والوں کو ہدایت ۱۹۹

اسلامی اخلاق کی اہمیت	۱۹۹
ہر کھانا اچھا ہے	۲۰۰
شب برأت میں آتشبازی ختم کرنے کی تحریک چلاؤ	۲۰۰
دوران سبق سلام کلام اور مہمان کا اکرام	۲۰۱

باب ۶ اصلاح معیشت

رزق کی اہمیت	۲۰۲
کفایت شعاری اور سادی معیشت	۲۰۲
بلاوجہ چائے کی عادت نہیں ڈالنا چاہیے	۲۰۲
کھیت اور باغ والوں کے لئے نہایت ضروری تنبیہ	۲۰۳
روزی صرف مقدر ہی کی ملتی ہے	۲۰۴
تجارت کی اہمیت	۲۰۵
تجارت میں خیانت کرنے اور دھوکہ دینے پر سزا کا عبرتناک واقعہ	۲۰۵
معاملہ نیک لوگوں سے کرنا چاہیے	۲۰۶
حتی الامکان شرکت کا معاملہ نہ کرنا چاہیے	۲۰۷
پہلے زمانے کے مالدار	۲۰۸
حضرت کے خسر صاحب کا حال	۲۰۸
شدید مجبوری کے بغیر قرض نہ لینا چاہیے	۲۰۹
جوابی لفافہ نہ ہونے پر تنبیہ	۲۰۹

سفر میں پیسے حفاظت سے رکھنا چاہیئے	۲۱۰

باب ۷ تعویذ سے متعلق ضروری اصلاحات

تعویذ میں غلو اور عقیدہ کا فساد	۲۱۱
تعویذ لینے والوں کے مزاج کا فساد	۲۱۱
پیشہ ور تعویذ والوں سے ہوشیار رہو	۲۱۲
تعویذ کے ساتھ کوئی دعاء اور وظیفہ بھی بتلا دینا چاہیئے	۲۱۲
محض تعویذ کے لئے اتنا لمبا سفر نہ کیجئے	۲۱۳
حضرت کے تعویذ دینے کی ایک وجہ	۲۱۴
تعویذ کے لئے ہوائی جہاز سے سفر کرنے پر تنبیہ	۲۱۴
میں نے معمول مقرر کر لیا ہے کہ تعویذ والوں سے پیسہ نہیں لوں گا	۲۱۵
تعویذ کے لئے سفر نہ کیجئے	۲۱۵
بلا وجہ تعویذ نہ لیجئے	۲۱۵
اصل چیز تو دعاء ہے	۲۱۶
تعویذ کے متعلق ایک صاحب کو تنبیہ	۲۱۶
خود مکان میں کچھ اثر نہیں ہوتا	۲۱۶
آپ کے گھر کے بھوت پریت	۲۱۷
غیروں کے ساتھ حسن سلوک	۲۱۷
دماغی خلل کیوں ہوتا ہے	۲۱۸

آتشبازی کا تعویذ	۲۱۸
نماز نہ پڑھو گے تو برکت نہ ہو گی	۲۱۸
ایسا عقیدہ رکھنا درست نہیں	۲۱۸
حج کا تعویذ نہیں	۲۱۹
صحت کا تعویذ یا بیماری کا، لفظی غلطی کی اصلاح	۲۱۹
تعویذ لکھنے کی وجہ اور اس کا شرعی درجہ	۲۱۹

باب ۸ سیاسی میدان میں مسلمانوں کی صحیح رہنمائی

نہتے مسلمانوں کا ہتھیار	۲۲۲
مسئلہ کا صحیح حل	۲۲۳
ہماری غفلت و بد عملی کے نتائج	۲۲۳
لیڈروں سے گزارش	۲۲۴
ہنگامی حالات میں صبر و تحمل کی ضرورت	۲۲۵
کبھی خاموشی اختیار کرنے میں مصلحت ہوتی ہے	۲۲۶
جوش میں آکر مقابلہ کرنا اپنے کو ہلاک کرنا ہے	۲۲۶
حضور ﷺ کے اخلاق حسنہ کا اثر	۲۲۷
مسلمانوں کے اخلاق ہی غیر مسلموں کو متأثر کر سکتے ہیں	۲۲۸
اصل قصور مسلمانوں ہی کا ہے	۲۲۸
مسلمان آج بھی سربلند اور نیک نام ہو سکتے ہیں	۲۳۰

حکومت کے جبر و تشدد اور ظلم کا علاج	۲۳۱
مسلمانوں کی بد حالی	۲۳۲
الیکشن میں ہر ایک کو نہیں کھڑا ہونا چاہیے	۲۳۳
حسن اخلاق کا مظاہرہ	۲۳۳
الیکشن کے موقع پر حضرت اقدس کی فکرو جدو جہد	۲۳۴
سیاسی لوگوں کو نیک مشورہ دینا چاہیے	۲۳۴
الیکشن کے موقع پر علماء و مشائخ کے لئے ضروری ہدایت	۲۳۵
حضرت یوسف علیہ السلام کے وزیر مالیات بننے پر اشکال اور اس کا جواب	۲۳۶
ہر کام میں کامیابی کے لئے دو باتیں ضروری ہیں	۲۳۷
جس کو حکومت کرنا ہو انبیاء سے سیکھے	۲۳۸
نام و نہاد نو مسلموں سے ہوشیار رہو	۲۳۸
حضرت کے ماموں جان کی دور اندیشی	۲۳۹
فتنہ ہوتے ہوتے بچ گیا	۲۴۰
ایک ہندو ٹھاکر کا قصہ	۲۴۱

باب ۹ افریقی اور ہندوستانی مسلمانوں کو چند اہم مشورے

افریقی اور ہندوستانی مسلمانوں کو چند اہم مشورے ۲۴۲
دعوت و تبلیغ اور مدارس و مکاتب کے قیام کی ضرورت ۲۴۲
پڑھانے کے لئے دوسرے ملک جانے والوں کو تنبیہ ۲۴۲
پولیس اور سرکاری محکموں میں حصہ لینے کی ضرورت ۲۴۴
مسلمانوں کو پرائیویٹ اسپتال اور نرسنگ ہوم قائم کرنے کی ضرورت ۲۴۴
زبان و تہذیب کی حفاظت ۲۴۶
نوکر چاکر، نوکرانیوں ماماؤں سے چوکنا رہنے کی ضرورت ۲۴۷
شادی اپنے یہاں کی عورتوں سے کرنا چاہیے ۲۴۸
ہر کام اللہ واسطے ہونا چاہیے ۲۴۹

باب ۱۰ متفرق اہم ملفوظات

ایصال ثواب کا آسان طریقہ ۲۵۰
حضرت کے ماموں کا حال ۲۵۰
کاتبوں کی حماقت و جہالت پر افسوس ۲۵۱
حیا و شرم ۲۵۱
خط میں قطمیر لکھنا ۲۵۱
حضرت کا واقعہ ۲۵۲

حضرت کے بچپن کا حال	۲۵۳
آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت فرشتوں کے اعتراض کی حقیقت	۲۵۳
قیامت کے دن مردوں کو بھی زیور سے آراستہ کیا جائیگا	۲۵۴
کسی بھی کام میں آدمی کی محنت کو بھی دخل ہوتا ہے	۲۵۴
ایک ضروری کتاب کی تصنیف کا ارادہ	۲۵۵
ایک حدیث پاک کا مفہوم	۲۵۷
خالہ زاد ماموں زاد بہن سے رشتہ کرنا کیوں جائز ہے	۲۵۸
اجتماعی صلوٰۃ و سلام	۲۵۹
سودی رقم کا مصرف	۲۶۰
ایسی سفارش مجھے پسند نہیں	۲۶۰
اپنی گاڑی میں سفر کرنے والوں کو نصیحت	۲۶۱
بلاضرورت دوسروں کی زبان استعمال کرنے پر تنبیہ	۲۶۲
بلاضرورت عورتوں کا نام مت لیجئے	۲۶۲
پیسہ خرچ کرنا ہے تو سوچ سمجھ کر خرچ کیجئے	۲۶۲
شراب کی عادت	۲۶۳
ماں باپ کو ستانے والا دنیا میں بھی پریشان رہتا ہے	۲۶۳
ہم وہابی اور رسول کے دشمن ہیں یا نہیں اس کا فیصلہ آپ کیجئے	۲۶۳

ہر سال حج وعمرہ کرنے والوں کے لئے ضروری ملفوظ	۲۶۴
مسلمانوں کو اسلامی نام رکھنا چاہیے	۲۶۴
عورتوں کو بیماری سے محفوظ رکھنے کی آسان تدبیر	۲۶۵
خاندان میں نسل در نسل دینی سلسلہ جاری رہنا اللہ کی بڑی نعمت ہے	۲۶۵
ایک اہم نصیحت	۲۶۶
ظاہری اسباب کے پیچھے نہ پڑنا چاہیے اور اللہ پر توکل اور اس کے فیصلہ پر راضی رہنا چاہیے	۲۶۶
ایک حکیم صاحب کا لطیفہ	۲۶۷
سفید ٹوپی استعمال کرنا افضل ہے	۲۶۷
ایک لفظی غلطی کی اصلاح	۲۶۸
حضرت کی دادی کا حال	۲۶۸
میں رشوت نہیں لیتا	۲۶۹
مشورہ کی اہمیت اور مشورہ دینے والے کی ذمہ داری	۲۶۹
شاہ عالمگیرؒ اور شیواجی کی حکایت	۲۷۰
مشورہ کے آداب	۲۷۱
جس کا مشورہ نہ مانا جائے اس کو ناگواری نہ ہونا چاہیے	۲۷۱
مشورہ خیر و خواہی کا دینا چاہیے	۲۷۲

عرض مرتب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

اس امت پر اللہ کا خصوصی کرم واحسان ہے کہ وہ ہر زمانہ میں ایسے مصلحین وناصحین پیدا کرتا رہتا ہے جو قرآن وحدیث کی روشنی میں حالات زمانہ کے مطابق امت کی صحیح رہنمائی فرماتے رہتے ہیں ۔ ان ہی مصلحین ومربین میں سے عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے ۔ آپ کی پوری زندگی قرآن وحدیث کی عملی تشریح اور اخلاق نبوی کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔

اللہ تعالیٰ کالاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھ جیسے ناتواں بے بضاعت کواس کی توفیق عطافرمائی کہ امت کی اصلاح وہدایت سے متعلق حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی ارشاد فرمودہ ہدایتوں اور نصیحتوں کو ضبط کرتا رہا۔ الحمدللہ ہر موضوع سے متعلق حضرت ؒ کے ارشادات محفوظ ہیں۔

اس سے قبل "افادات صدیق" جلد ا (تحفہ مدارس) کاحصہ منظرعام پر آچکا ہے۔ یہ مجموعہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں معمولات رمضان 'اصلاح معاشرہ وسیاست وغیرہ کے مضامین ترتیب دیئے گئے ہیں، پہلے حصہ کی طرح یہ مجموعہ بھی حضرت اقدسؒ کا تصحیح کردہ ہے اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس سلسلہ کو محض اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائے اور امّت کی اصلاح وہدایت کاذریعہ بنائے ۔ قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اس سلسلہ کی بآسانی تکمیل کے لئے دعاءاور فروغ کے لئے زائد سے زائد اس کی اشاعت کی کوشش فرمائیں۔ ان اللہ لایضیع اجرالمحسنین

وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

محمد زید جامعہ عربیہ ہتورا باندہ

۲۶/ شوال ۱۴۲۰ھ

مقدمہ

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی الحسنی الندوی

الحمد لِلّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ   امابعد !

اہل علم اور اہل نظر اور وہ حضرات جانتے ہیں جن کی دعوت واصلاح کی تاریخ اہل اللہ، بزرگان دین، مشائخ و مصلحین امت کے فیوض وبرکات اور ان کی اصلاحی وتربیتی کارناموں پر نظر ہے کہ ان کی اصلاح وتربیت کے وسائل ،ان کے ارشادات ورہنمائی اور ان کے فیوض وبرکات کے شیوع وانتشار اور بقاء وحفاظت کا ایک بہت بڑا ذریعہ ان کے وہ افادات وملفوظات تھے جو انہوں نے اپنی مجالس عمومی وخصوصی میں ارشاد فرمائے، اور بعض عقیدت مندوں اور مخلصین نے ان کو قلم بند اور محفوظ کرلیا، یا وہ مکتوبات تھے جو ان حضرات نے بعض مخلص عقیدت مندوں اور طالبین حق ومعرفت کے رسائل وعرائض کے جواب میں لکھے یا لکھوائے ،ملفوظات ومکتوبات کے ان مجموعوں کی فہرست اتنی طویل ہے کہ ایک مختصر تعارفی وتمہیدی مقالہ میں پیش نہیں کی جاسکتی، یہاں پر صرف ایک مجموعہ کا نام لکھا جاتا ہے۔ ، جو حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے ملفوظات پر مشتمل ہے،اور اس کا بلیغ و معنی خیز نام "فوائد الفوائد" ہے۔

ان ملفوظات اور کسی حد تک ان مکتوبات کی خصوصیت میں تنوع، حقیقت پسندی، امراض اور کمزوریوں کا تعین اور ان کی تشخیص ، ان کے علاج اور ازالہ کے طریقے کی طرف صحیح رہنمائی، کَلِّموا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ (لوگوں کے فہم ودانش اور ان کے ذہنی سطح کے مطابق تفہیم وموعظت کی کوشش) شامل ہے ان ملفوظات ومکتوبات کو سامنے رکھ کر ایک سلیقہ مند انسان اس وقت کی زندگی اور معاشرہ کی صحیح تصویر پیش کرسکتا یا دیکھ سکتا ہے ، اسی طرح وہ نفس، اخلاق ومعاملات اور انفرادی

واجتماعی زندگی کے بہت سے ایسے عیوب اور کمزوریوں سے واقف اور ان کے ازالہ وعلاج کے ان قابل عمل طریقوں سے آگاہ ہو سکتا ہے جن کو وہ اخلاق اور تصوف وسلوک کی دقیق عمیق اور قابل قدر واحترام کتابوں کے صفحات ومضامین سے حاصل نہیں کر سکتا،

ہمارے اس عہد، قرب وجوار اور علم وواقفیت کے دائرہ میں (بلا کسی تملق وتصنع کے لکھا جاتا ہے) مولانا سید صدیق احمد صاحب مظاہری بانی جامعہ عربیہ ہتورا (ضلع باندا) کی ذات انہیں ربانی علماء اور مربی، ومصلح شیوخ میں ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اخلاص وللہیت، جذبہ اصلاح وتبلیغ، فہم سلیم، حقیقت شناسی اور حقیقت بینی اور راہ خدا میں جفاکشی وبلند ہمتی کے اوصاف سے متصف فرمایا ہے اور اظہار حق اور صحیح مشورہ کی جرات بھی عطاء فرمائی ہے، آپ کی مجالس میں صحیح طریقہ کی رہنمائی، نفسانی اور قلبی بیماریوں اور کمزوریوں کی نشان دہی، معاشرہ میں پھیلے ہوئے عیوب، خلاف شرع اور خلاف سنت طریقوں اور رواجوں کی مذمت اور ان کے ازالہ کے عزم اور جدوجہد کی دعوت، بزرگان سلف اور اس عہد کے مستند اور جلیل القدر مشائخ ومصلحین کے اقوال وحکایات اور طریق عمل کا بیان اوران کی شوق انگیزاور ایمان خیز واقعات ومشاہدات ملتے ہیں،جن کو مولانا کی مجالس میں شرکت اور تعلیم وتربیت سے استفادہ کا موقع ملا ان کو ان مضامین وبیانات کی افادیت اور اثرانگیزی کا اندازہ ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ فاضل عزیز مولوی محمد زید صاحب نے ان افادات وملفوظات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے، یہ ایک قابل قدر اصلاحی وتربیتی ذخیرہ تھا جو ان کے مجالس کے ملفوظات ومکتوبات میں پھیلا ہوا تھا، اس کا اندیشہ تھا کہ یہ بیش قیمت ذخیرہ یاتو امتداد زمانہ کے نذر ہو جائے یا خطوط ومکاتیب کے صفحات میں محدود

رہ جائے، مولانا محمد زید مظاہری ندوی صاحب قارئین معاصرین، مدارس کے فضلاء وطلباء، طالبین حق اور اپنی اصلاح وتربیت کے خواہشمندوں کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ایک مجموعہ میں ان کو جمع کردیا ہے۔ جس کا نام " علمی واصلاحی ملفوظات ومکتوبات " رکھا ہے۔ اس قابل قدر ذخیرہ میں تنوع بھی ہے اور وحدت بھی، وسعت بھی اور مقصد ونتیجہ کی ترکیز بھی، اس سے فضلاء وطلباء مدارس دینیہ ملت کے مختلف طبقات کے افراد اور انفرادی واجتماعی اصلاح کا کام کرنے والے، اور تزکیہ نفس کے خواہش مند فائدہ اٹھاسکتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سعی کو قبول فرمائے، جامع ملفوظات ومکتوبات کو جزائے خیر دے، اور قارئین کو اس سے پورے استفادہ کی توفیق عطاء فرمائے۔ واللہ لایضیع اجر المحسنین۔

ابوالحسن علی ندوی

۲۴؍صفر المظفر ۱۴۱۷ھ

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کا اپنے ملفوظات کی بابت

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہم سے مشورہ

"حضرت قاری (صدیق احمد) صاحب کو حضرت مولانا (سید ابوالحسن علی ندوی) مدظلہم سے غایت درجہ تعلق اور عقیدت وانسیت تھی۔ وفات سے کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے حضرت قاری صاحب لکھنؤ تشریف لائے اور حضرت مولانا مدظلہم سے کہنے لگے کہ حضرت!

میرے بعض متعلقین نے میری کچھ باتیں (ملفوظات) جمع کی ہیں، وہ ان کو چھپوانا چاہتے ہیں، میں نے ان سے کہا کہ پہلے میں جاکر حضرت سے اجازت لے لوں اس کے بعد بتاؤں گا، اگر حضرت نے اجازت دیدی تو چھپوادینا ورنہ نہیں تو حضرت میں باندہ سے آج صرف اسی مقصد سے آیا ہوں، کیا حضرت کی طرف سے ان کو چھپوانے کی اجازت ہے؟ یہ گفتگو بھری مجلس میں ہو رہی تھی۔ حضرت مولانا دامت برکاتہم نے فرمایا کہ میری طرف سے اجازت ہی نہیں بلکہ آپ سے درخواست ہے کہ آپ ان کو ضرور چھپوائیں انشاءاللہ بہت فائدہ ہوگا۔(۱)

ماخوذ از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
اکابر کی نظر میں (ص۔ ۲۳۱)

---

(۱) وفات سے کچھ عرصہ قبل احقر نے حضرت سے اس سلسلہ میں زبانی بھی مشورہ کیا تھا تو حضرت نے فرمایا تھا کہ بعد میں اکابر سے مشورہ کر لینا غالباً اسی موقع پر حضرت نے خود بھی حضرت مولانا مدظلہم سے مشورہ لیا ہوگا۔ (واللہ اعلم) حضرت قاری صاحبؒ کی وفات کے بعد دیگر اکابر کے علاوہ حضرت اقدس مولانا علی میاں صاحب مدظلہ العالی سے بھی احقر نے مشورہ لیا اور دعاء کی درخواست کی، حضرت اقدس نے بعض مشوروں اور دعاؤں کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ جلدی شائع کرائیے شوق سے مطالعہ کروں گا۔ زید

باب ۱

معمولات رمضان

معتکفین کے لئے چند ضروری ہدایات

رمضان کے اخیر عشرہ میں حضرت اقدس کا اعتکاف کرنے کا معمول ہے۔ متعلقین و متوسلین میں سے کافی حضرات بغرض استفادہ آتے ہیں۔ درمیان سال میں تدریسی مشاغل کی وجہ سے افادہ و استفادہ کا موقع کم ہی میسر ہوتا ہے۔ یہ موقع بیشک ایسا ہوتا ہے کہ حضرت اقدس بھی بہ نسبت دوسرے دنوں کے خصوصی توجہ فرماتے ہیں۔ روزانہ وعظ ہوتا ہے۔ تصحیح قرآن کا اہتمام ہے، فضائل کی تعلیم کا بھی معمول ہے۔ نیز اصلاحی مضامین سنانے کا بھی سلسلہ ہے۔

آنے والے مہمانوں سے حضرت اقدس نے فرمایا کہ آپ حضرات یہاں تشریف لائے ہیں وقت کی قدر کیجئے۔ ورنہ آنے سے کیا فائدہ۔ بعض لوگ اِدھر اُدھر باتوں میں اپنا وقت ضائع کرتے ہیں۔ آخر آپ لوگ یہاں آئے کیوں تھے، رمضان کا مہینہ بڑی برکتوں کا مہینہ ہے کچھ حاصل کیجئے۔

عصر کے بعد ذکر کا معمول ہے جس کے شیخ نے جو ذکر بتلایا ہو وہ ذکر کرے ورنہ بارہ تسبیحات پڑھ لیا کریں اس کا طریقہ جاننے والوں سے معلوم کرلیں یہ نہ ہو سکے تو چار تسبیح ضرور پڑھ لیا کریں۔ پہلا کلمہ، تیسرا کلمہ، درود شریف، استغفار سو سو مرتبہ، سب کے ساتھ بیٹھ کر ذکر کرلیں تو ہو بھی جاتا ہے ورنہ مشکل ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر مراقبہ بھی کرلیا کریں کہ ہماری زندگی کیسی گذر رہی ہے، آخرت کی کیا تیاری کی ہے۔ اپنے گناہوں کو یاد کریں توبہ استغفار کریں، قرآن پاک کی تلاوت کریں، تھک جائیں تو آرام

کریں، نیند آئے تو سو جائیں، لیکن باتیں نہ کریں اس سے بہت نقصان ہوتا ہے، کی کرائی محنت برباد ہو جاتی ہے۔ ساری عبادت بے کار ہو جاتی ہے اس لئے اس کا بہت خیال رکھیں کہ فضول بات زبان سے نہ نکالیں

معتکفین کو ہدایت اور نصیحت

اخیر عشرہ رمضان المبارک میں بہت سے لوگ اعتکاف کی غرض سے آئے ہوئے تھے حضرت اقدس نے بعد عشاء تمام لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو یہاں بھیجا ہے اچھی نیت لیکر آپ آئے ہیں اس کی قدر کیجئے۔ وقت بہت قیمتی ہوتا ہے کوشش کیجئے کہ وقت ضائع نہ ہو۔ ایسا کیجئے کہ ہر کام کا وقت مقرر کر لیجئے اور اسی کے مطابق ہر وقت کسی نہ کسی کام میں لگے رہئے۔ کوئی وقت خالی نہ رہے، اِدھر اُدھر کی باتوں میں فضول وقت ضائع نہ کیجئے، غیبت چغلی تو ویسے بھی بہت سخت گناہ ہیں ہمیشہ اس سے بچنا چاہئے لیکن رمضان المبارک میں خاص طور سے اس سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے، کوئی فضول بات زبان سے نہ نکالی جائے، کسی کا بھی تذکرہ برائی سے نہ کیا جائے، اور پوری کوشش اس بات کی کی جائے کہ ہمارے ہاتھ و زبان سے کسی کو تکلیف نہ ہو، عبادت میں لگے رہیں نیند آئے یا تھک جائیں تو سو جائیں۔

ہر سامان اس کی جگہ پر رکھیئے

وضو اور استنجے کے لئے ڈبے رکھے ہوئے ہیں جہاں سے اٹھایئے اس کو اسی جگہ پر رکھئے۔ اور ہر شخص اپنا بستر اپنی جگہ پر سلیقہ سے رکھے۔ یہ سب تو مؤمن کے اوصاف میں سے ہے۔ حدیث شریف میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے کہ ہر چیز اپنے ٹھکانے پر رہے۔ اور صفائی ستھرائی تو مؤمن کی علامات میں سے ہے۔

معتکفین کے لئے چند ضروری معمولات

فجر کی نماز کے بعد معتکفین سے فرمایا تھوڑی دیر ٹھہر جائیے کچھ باتیں کرنا ہے۔ وعظ کا وقت تو ظہر کے بعد کا ہو گیا۔ اس وقت لوگوں کو نیند آتی ہے لیکن چند باتوں کا ضرور لحاظ رکھیئے گا۔

اپنے اوقات مقرر کر لیجئے

(۱) ایک تو یہ کہ ہر چیز کا وقت مقرر کر لیجئے کہ اگر سونا ہے تو کتنی دیر سونا ہے یہ نہیں کہ سوئے تو سو ہی کر رہ گئے۔ ایک وقت تک سو کر اٹھ جایئے تلاوت کریئے ذکر میں مشغول ہو جایئے، ایک دوسرے کا قرآن شریف سنیے، ایک صفحہ آپ سنئے پھر آپ سنایئے۔ اس طرح ایک دوسرے کا سنتے رہنے سے انشاءاللہ فائدہ ہو گا۔

تصحیح قرآن پاک کا حلقہ

(۲) دوسری بات یہ کہ یہاں تصحیح قرآن کا حلقہ لگتا ہے، تاکہ ہر شخص کا قرآن صحیح ہو جائے اس کے لئے وقت متعین کر لیجئے۔ ہر حلقہ میں چند لوگ مقرر ہو جائیں اور قرآن شریف کی صحت کی کوشش کریں۔ صبح کے وقت تو کافی مشغولی رہتی ہے۔ میرے خیال میں گیارہ سے بارہ تک کا وقت مناسب رہے گا۔ (بعد میں بعد ظہر وعظ کے بعد کا وقت مقرر ہو گیا تھا)۔

اذکار کی پابندی

(۳) اذکار کی پابندی کیجئے خواہ کوئی بھی ذکر ہو لیکن اگر دوازدہ تسبیحات کر لیا کریں تو بہتر ہے یہ مشائخ کا معمول رہا ہے۔ اس میں وقت کی کوئی قید نہیں ہے۔ کسی وقت بھی

کر لیجئے۔ اور زیادہ چیخنے چلانے کی بھی ضرورت نہیں اتنی آواز سے کریں کہ خود سن لیں۔ اور اس کا خیال رکھیئے کہ اگر کوئی سو رہا ہے تو اس کو تکلیف نہ ہو۔ ذکر کی وجہ سے اس کی نیند خراب نہ ہو۔ پتہ نہیں کون کب سویا ہے اور اس کو نیند آئی بھی ہے یا نہیں اس سے بڑی اور کیا عبادت ہوگی کہ ہماری ذات سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔

عبادت کر کے دوسرے کو حقیر مت سمجھو

ایک بزرگ کا واقعہ

ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کے لڑکے رات بھر عبادت کرتے رہے ایک شخص ان کے برابر میں سو رہا تھا۔ بزرگ کے لڑکے نے اس شخص کے مستقل سوتے رہنے کی وجہ سے کوئی نامناسب کلمہ کہا کہ یہ کیسے ہیں رات بھر سوتے ہی رہتے ہیں۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ بیٹا اگر تم بھی سوتے رہتے تو بہتر تھا۔ تم نے جو یہ لفظ کہا اور اس کو حقیر سمجھا اس سے بہتر تھا کہ تم رات بھر عبادت نہ کرتے اور سوتے رہتے لیکن یہ جملہ نہ کہتے۔

صلوٰۃ التسبیح کا اہتمام

حضرت کا معمول تھا کہ اخیر عشرہ رمضان میں یومیہ صلوٰۃ التسبیح پابندی سے پڑھتے تھے معتکفین سے بھی فرمایا کہ ہو سکے تو روزانہ ورنہ دوسرے روز صلوٰۃ التسبیح پڑھ لیا کیجئے۔

بس یہی معمولات ہیں روزانہ کے انھیں کاموں میں لگے رہئے۔

توبہ واستغفار کی ضرورت اور اس کا طریقہ

رمضان المبارک کے مہینہ میں بعد عصر معتکفین کے سامنے فرمایا یہ مہینہ بڑی برکتوں کا مہینہ ہے، گنہگار آدمی کو بھی مایوس نہ ہونا چاہئے۔ آدمی چاہے جتنا گنہگار ہو لیکن

اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے۔اس مہینہ میں ہر شخص کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کرے۔ جتنے گناہ ہو چکے ہیں سب سے معافی مانگے۔اور آئندہ کیلئے عہد کرے کہ اب گناہ نہ کروں گا،اس میں کون سی مشکل بات ہے ،اگر کوئی شخص عہد کرلیتا ہے اللہ اس کو پورا فرمادیتا ہے۔

توبہ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ اب آدمی سے گناہ ہی نہ ہوگا، گناہ تو توبہ کے بعد بھی ہوگا لیکن جب گناہ ہو جائے پھر توبہ واستغفار کرلے، گناہ بالقصد نہ کرے لیکن اگر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف انابت کرے ،دل سے نادم ہو اور استغفار کرے ، جیسے کپڑا گندہ ہو جاتا ہے لیکن صاف کرنے سے وہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔استری کردی جاتی ہے تو اور عمدہ ہو جاتا ہے،اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اب یہ کپڑا کبھی گندہ نہ ہوگا۔اس کے بعد بھی گندہ ہوگا لیکن جب بھی گندہ ہوگا پھر صاف کرلیا جائے گا البتہ از خود گندہ نہ کریں گے کہ راستہ بھر کی گندگی اور کیچڑ، لید اور گوبر سب اپنے کپڑوں میں ڈال لے۔

اسی طرح گناہ کو سمجھئے کہ گناہ تو ہو جاتا ہے اور ہوتا رہے گا، لیکن جب ہو جائے فوراً توبہ واستغفار کرلینا چاہئے۔ایک وقت آئیگا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ شخص گناہوں سے پاک وصاف ہو کر جائیگا۔

اگر کوئی شخص اس کی عادت ڈال لے کہ جب بھی گناہ سرزد ہو جائے فوراً توبہ واستغفار کرلے تو اس کا نفس خود پناہ مانگے گا اور کہے گا کہ ارے گناہ نہ کرنا ہی ٹھیک ہے کیونکہ ایسے گناہ میں کیا لذت کہ اِدھر گناہ کیا فوراً ندامت کے ساتھ توبہ کرنی پڑی، اِدھر نفس نے منمانی کی فوراً رگڑا گیا،اور اگر نفس کو خوب غذا ملتی رہے اور جی بھر کے وہ خوب گناہ کرتا رہے تو پھر اس کا نفس جری ہو جاتا ہے ۔اس کے بعد اس کی مخالفت کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں تو کم از کم ضرور ہی صبح وشام ایک ایک تسبیح استغفار کی بھی پڑھ لینا چاہئے۔اور تمام گناہوں سے توبہ کرلینا چاہئے۔

معتکفین کو اہم نصیحت

فرمایا رمضان المبارک میں خواہ دوسرے معمولات کم ہو جائیں لیکن قرآن پاک کی تلاوت میں کمی نہ ہونی چاہئے، اس کی کثرت ہونی چاہیئے، تھک جائے تو لیٹ کر تلاوت کرتا رہے، لیکن ہاتھ میں پارہ یا قرآن شریف لے کر نہیں بلکہ زبانی، قرآن شریف یا پارہ سے تلاوت کرنا ہو تو بیٹھ کر کرنا چاہیئے، اللہ نے یہ موقع دیا ہے اس کی قدر کرنا چاہیئے، ایک ایک تسبیح درود شریف کی بھی صبح وشام پڑھ لیا کیجئے، اور روزانہ صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کا اہتمام کیجئے، یہاں سے جا کر کاروبار وغیرہ کی مشغولی ہو جائے گی، ایسا موقع پھر کہاں ملے گا۔

معمولات رمضان المبارک

رمضان المبارک کے معمولات کے متعلق تذکرہ چل رہا تھا اور حضرت اقدس بعض احباب سے دریافت فرما رہے تھے کہ ہردوئی سہارنپور میں کیا معمول رہتا ہے، پھر فرمایا آنے والے مہمان آجائیں تب ہی معمول مقرر کیا جائے۔ میرے یہاں تو آزادی ہے جب جسکا جو جی چاہے پڑھتا رہے اور میرا تو کسی چیز میں دل لگتا ہی نہیں علاوہ قرآن شریف کی تلاوت کے، بس ہر وقت تلاوت ہی کا جی چاہتا ہے، حضرت رائپوریؒ کا بھی یہی معمول تھا وہ تو رمضان المبارک میں کسی سے ملاقات بھی نہ کرتے تھے ۲۴ گھنٹہ میں تھوڑا وقت ہوتا تھا جس میں لوگ زیارت کر لیتے تھے ورنہ ہر وقت تنہائی میں ذکر اللہ اور تلاوت میں مشغول رہتے، اکثر اکابر کا یہی معمول رہا ہے کہ رمضان میں دیگر تمام معمولات کو موقوف کر کے صرف تلاوت قرآن میں مشغول رہتے تھے۔ ایک بزرگ تھے وہ اپنے مریدوں کو رمضان میں صرف تلاوت ہی کے لیئے فرمایا کرتے تھے۔

احقر نے عرض کیا کہ حضرت حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس ماہ میں دو چیزوں کی کثرت کرو، کلمہ طیبہ کی اور استغفار کی، حضرت نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے

کہ دیگر ایام کے مقابلہ میں ان ایام میں اسکی کثرت کردیہ مطلب نہیں کہ سارا وقت اسی میں صرف کردو، یہ بھی کرو اور دوسرے اوقات میں قرآن مجید کی تلاوت بھی کرو، پھر فرمایا کہ حضرت تھانویؒ کے یہاں بھی آزادی تھی، جب تک نشاط رہے اس وقت تک جو چاہو پڑھتے رہو جب نیند آئے سو جاؤ کوئی پابندی نہیں۔ (۱۷ر رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ

ہر شخص اپنے معمولات خود مقرر کرلے

آنے والے مہمان اور معتکفین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہر شخص اپنا معمول خود مقرر کرلے کہ قرآن شریف کے اتنے پارے اس کو روز پڑھنا ہے، اس وقت سے لے کر اس وقت تک پڑھنا ہے اس کے بعد اتنی دیر سونا ہے۔ فلاں وقت لکھنا ہے، الغرض اپنے تمام ضروری کاموں اور عبادت کے معمولات ہر شخص اپنی آسانی کے مطابق مقرر کرلے اس میں بہت آسانی رہتی ہے کام بھی ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی معمول رہ جائے تو اس کو دوسرے وقت پورا کرلیا جائے۔ لیکن ہر کام کا وقت ضرور مقرر کرلیا جائے اس کے بغیر کام نہیں ہو پاتا۔

حضرت اقدس کا معمول ہے کہ عصر بعد خود قرآن شریف سناتے ہیں چنانچہ حضرت قرآن شریف سنا رہے تھے وقت بھی تنگ تھا ایک صاحب اسی وقت حضرت سے کچھ باتیں کرنا چاہتے تھے۔ حضرت نے خادم سے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ عصر بعد تلاوت کرتا ہوں۔ ملاقات نہیں کرتا۔ ۲۲ر رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ

ولی بننا کوئی مشکل نہیں

فرمایا سچ کہتا ہوں عالم بننا تو مشکل ہے۔ لیکن ولی بننا مشکل نہیں، اس میں ذرا بھی دیر نہیں لگتی۔ بس اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ سے صاف رکھے، تمام گناہوں سے صدق دل سے توبہ کرے، اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق قائم کرلے۔

روزہ صرف اللہ ہی کے لئے کیوں ہے

فرمایا حدیث شریف میں ہے کہ اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ یعنی روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اس میں صرف روزہ کی تخصیص کی گئی ہے حالانکہ جس طرح روزہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اسی طرح دیگر عبادات بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہیں لیکن چونکہ دیگر عبادات میں نام ونمود شہرت اور ریا کا امکان ہے، دوسروں کو اس کا علم ہو جاتا ہے کہ فلاں تلاوت کر رہا ہے، اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہے تو اس کا بھی علم ہو جاتا ہے لیکن روزہ ایسی عبادت ہے کہ اس کو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی اور جانتا ہی نہیں کیونکہ ہر وقت تو کوئی انسان کسی کے پیچھے لگا نہیں رہتا، کوئی پاخانہ کرنے جائے کیا وہاں بھی کوئی ساتھ جائے گا؟ اگر وہاں کوئی پانی پی لے تو کون اس کو دیکھنے والا ہے۔ بس صرف اللہ تعالیٰ ہی کا خوف اور اس کا ڈر ہے۔ اور یہی کامل اخلاص ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔

افطار کا وقت قبولیت دعاء کا ہے اس وقت دعا کیا کیجئے

افطار کا وقت قریب تھا۔ مہمان حضرات دستر خوان کے ارد گرد بیٹھے تھے حضرت بھی تشریف فرما تھے۔ ایک ذمہ دار تمام مہمان کی طرف متوجہ ہوئے اور اعلان کرنا شروع کیا کہ افطاری بہت ہے دیر تک آرام سے کھاتے رہئے۔ اور بھی بعض باتیں فرما رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا خاموش رہو افطار کا وقت اللہ کی طرف متوجہ ہونے اور دعاء کرنے کا وقت ہوتا ہے۔ اس وقت لوگوں کے ذہن کو ادھر اُدھر مشغول نہ کرو۔ اور مہمانوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ وقت دعا کا ہے آپ لوگ دعاء کیجئے۔

فجر کی نماز کے بعد فرمایا روزانہ "اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ" فجر بعد سات مرتبہ پڑھ لیا کیجئے۔ اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

باب ۲

رمضان المبارک کے مختصر مواعظ وملفوظات

بزرگوں کی ریس نہ کیجئے

۲ر رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ کو بعد فجر ارشاد فرمایا کہ تھوڑی دیر سب لوگ اس وقت جمع ہو جایا کریں کچھ دیر بات ہو جایا کرے چنانچہ لوگ جمع ہو گئے حضرت نے حمد وصلوٰۃ کے بعد ارشاد فرمایا۔

"کتابوں میں رمضان کے معمولات کے سلسلہ میں جو حالات لکھے ہیں کہ فلاں بزرگ اتنا جاگتے تھے' اس قدر مجاھدہ ریاضت کرتے تھے، بہت عبادت کرتے تھے، رات رات بھر نوافل پڑھتے تھے، بزرگوں کے اس قسم کے حالات کی ریس نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ حالات اگر اس نیت سے پڑھے جائیں کہ عبادت کا شوق پیدا ہو غفلت اور سستی دور ہو تو بہتر ہے اور اسی لئے لکھے بھی جاتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ اس کو پڑھ کر تم بھی ایسا کرنے لگو، ہر شخص کے حالات ہوتے ہیں اپنے کو ان پر قیاس نہیں کرنا چاہئے۔ ان جیسے معمولات کے لئے ضرورت ہوتی ہے قوت کی اور قوت سے مراد جسمانی قوت نہیں روحانی قوت ہے، مجاھدہ کرتے کرتے ان میں وہ روحانی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ سب برداشت کر لیتے ہیں دوسرا اگر ان کی ریس کرے گا تو پریشان ہو گا۔

حضرت عبدالواسعؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ رات بھر عبادت میں مشغول رہتے، چھت میں ایک رسّی باندھ رکھی تھی اس کا پھندا گلے میں ڈال رکھا تھا کہ اگر نیند سے جھونکا آئے تو رسّی کے کھنچنے سے فوراً آنکھ کھل جائے۔ ہمیشہ کا ان کا یہی معمول تھا۔ اب ہے کسی کے بس میں جو ایسا کرے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب مجھے غفلت و سستی

ہوتی ہے تو حضرت عبد الواسعؒ کے حالات پڑھتا ہوں اس سے غفلت اور سستی دور ہو جاتی ہے، بزرگوں کے حالات و واقعات اسی نیت سے پڑھنا چاہیے کہ رغبت اور شوق پیدا ہو، غفلت و سستی دور ہو۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حالات میں لکھا ہے کہ انہوں نے بھی اس طرح ایک رسی لٹکا رکھی تھی کہ عبادت کرتے کرتے جب نیند آئے تو اس میں اپنے کو باندھ لیں تاکہ نیند ختم ہو جائے۔ حضور ﷺ نے اس کو دیکھا تو منع فرمایا اور فرمایا جب نیند آئے تو سو جانا چاہیے

اوقات اور معمولات مقرر کرنے سے بہت کام ہو جاتا ہے

البتہ اپنے کاموں کے اوقات مقرر کرلے کہ اس وقت یہ کام کرنا ہے، اس وقت پڑھنا ہے اس وقت لکھنا ہے، پھر اس میں ناغہ نہ کرے، اس سے کام میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ اور بہت کام ہو جاتا ہے۔ حضرت تھانویؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس قدر کام کر لیا اتنی کتابیں لکھی ہیں۔ یہ سب معمولات کی پابندی کی برکت تھی۔ ہر کام وقت پر کرتے تھے اور ناغہ نہ کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ الہندؒ تھانہ بھون تشریف لے گئے اس زمانہ میں حضرت تھانویؒ بیان القرآن تصنیف فرما رہے تھے۔ بہت اکرام و احترام کیا اچھی جگہ ٹھہرایا کچھ دیر کے بعد اجازت چاہی کہ تھوڑی دیر میں حاضر ہوتا ہوں اس وقت کتاب لکھنے کا معمول ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ مجھے خوشی اس میں زیادہ ہوگی کہ میری وجہ سے معمولات کا ناغہ نہ کرو۔ حضرت تھانویؒ تشریف لے گئے اور چند منٹ کے بعد تشریف لے آئے حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا تم آگئے فرمایا کہ حضرت ناغہ سے بچنے کے لئے تھوڑا لکھ لیا ورنہ اس وقت تو آپ کی خدمت میرے لئے بڑی عبادت و سعادت ہے۔ اس لئے ہر شخص کو چاہئے کہ اپنے معمولات مقرر کرلے اور اس کا خیال رہے کہ فضول بات بالکل نہ ہو، وقت

کی قدر کریں وقت کی قدر کرنے سے بہت سے کام ہو جاتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کی لڑکیاں ۱۵۔۱۵ پارے یومیہ پڑھ لیا کرتی تھیں اور گھر کا کام اس کے علاوہ کرتی تھیں۔

غیبت اور فضول گوئی سے بچنے کی تاکید

۳ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ

حسب معمول فجر بعد لوگ جمع ہو گئے حضرت نے ارشاد فرمایا

حضور ﷺ کے زمانے میں دو عورتوں نے روزہ رکھا ان میں سے ایک کو روزہ بہت کھلا، جان کے لالے پڑ گئے، حضور ﷺ کو اس کی اطلاع دی گئی آپ نے حکم دیا کہ اس کے دانت میں خلال کرو اس میں سے گوشت کے ریشے نکلے حالانکہ گوشت انہوں نے نہیں کھایا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا روزہ میں ان لوگوں نے غیبت کی ہے یہ اس کا اثر ہے، کسی کی غیبت کرنا ایسا ہے جیسے مردار بھائی کا گوشت کھانا، ارشاد باری ہے اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتاً، کیا کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھائے۔ روزہ میں جو تکلیف ہوتی ہے وہ گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ورنہ روزہ دار پر تو اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے، دریا کی مچھلیاں تک اس کے لئے دعائیں کرتی ہیں۔ گناہوں کی وجہ سے روزہ میں واقعی تکلیف اور پریشانی ہوتی ہے۔ اور روزہ کھلتا بھی ہے اور اگر نہ بھی تکلیف ہو تو ایسا روزہ اللہ کے یہاں مقبول نہیں۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ تشریف لیئے جا رہے تھے راستہ میں ایک گدھا مرا ہوا پڑا تھا حضور ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا اسکو کون خریدے گا؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کو خریدے گا کون، اس کو تو بغیر پیسے کے بھی کوئی نہ لے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ابھی تم نے راستہ میں جو اپنے بھائی کی غیبت کی ہے وہ اس سے بھی زیادہ بری ہے۔ اسلئے روزہ میں اس کا بہت اهتمام کرے کہ تمام گناہوں کو خصوصاً غیبت و چغلی کو بالکل چھوڑ دے اس سے روزہ میں آسانی بھی ہوتی ہے۔ اور جس گناہ سے رمضان میں بچ جائے سال بھر تک اس سے بچنا آسان ہوتا ہے' اور پورے سال اس سے حفاظت

رہتی ہے۔ اور رمضان میں گناہوں سے بچنا آسان ہوتا ہے۔ گناہ کوئی پالنے کی چیز نہیں جیسے زہر پالنے کی چیز نہیں پاخانہ سے جسم خراب ہوتا ہے اور گناہ سے ایمان خراب ہوتا ہے۔ اس لئے رمضان میں گناہوں سے بچنے کی بہت کوشش کیجئے خصوصاً غیبت سے۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا جانتے ہو غیبت کیا چیز ہے صحابہؓ نے عرض کیا اللّٰہ و رسُولُہٗ اَعلَم۔ اور ادب بھی یہی ہے کہ جب کوئی سوال ہو تو اپنے بڑوں کے حوالے کرے۔ حضور ﷺ نے غیبت کی تعریف فرمائی کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا صحابہؓ نے عرض کیا اگر وہ برائی اس میں موجود ہو تو؟ فرمایا جب ہی تو غیبت ہے ورنہ بہتان ہے۔

زبان کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ غیبت تو غیبت فضول بات بھی زبان سے نہ نکالنا چاہئے اس سے بہت نقصان ہوتا ہے۔ گو وہ گناہ کی بات نہ ہو۔ جیسے ٹنکی میں پانی ہو اور ٹونٹی کھول دی جائے تو سارا پانی بہہ جائے گا اسی طرح فضول بات کرنے سے عبادت کا نور جو ہوتا ہے سب ختم ہو جاتا ہے۔ اسی لئے بزرگوں نے اس کا بہت اہتمام کیا ہے۔ بات کرنے سے پہلے سوچتے تھے کہ یہ بات ضروری ہے یا نہیں۔ بات نہ کہنے میں اگر نقصان سمجھتے تھے تو بولتے تھے۔ جب نہ بولنے میں نقصان دیکھا تو بولے ہیں ورنہ خاموش رہے ہیں کیونکہ جب نہ بولنے میں نقصان ہوگا تو وہ بولنا ضروری ہوگا۔ ورنہ بے فائدہ ہوگا۔ اور بے فائدہ بولنے سے بھی ضرر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

روزہ کا اثر تقویٰ ہے وہ ہمارے اندر کیوں نہیں پیدا ہوتا

۶/رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ

دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں اثر رکھا ہے جس طرح اشیاء میں اثر رکھا ہے اسی طرح اعمال میں بھی اثر رکھا ہے ہر شئی کے خواص ہوتے ہیں اعمال کے بھی خواص ہیں۔ اعمال میں روزہ بھی ہے اس میں بھی اثر رکھا ہے اور اسکا اثر یہ ہے کہ اس سے تقویٰ کی صفت پیدا ہوتی ہے، روزہ آدمی کو گناہوں سے بچاتا ہے لیکن اس کے لئے تقویٰ اختیار

کرنا چاہئے اور گناہوں سے بچنا چاہئے۔ جیسے دوا میں تاثیر ہے لیکن اس وقت جب دوا استعمال کی جائے۔ رمضان کے اتنے دن گزر گئے ابھی ہمارے اندر تقویٰ کا اثر پیدا نہیں ہوا جو حال پہلے تھا اب بھی وہی حال ہے، جن گناہوں میں پہلے مبتلا تھے اب بھی مبتلا ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔

ایک مریض اسپتال میں بھرتی ہوا ڈاکٹر نے علاج کیا دوا دی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا جو حال پہلے تھا اب بھی وہی حال ہے ڈاکٹر پوچھتا ہے کہ دوا نہیں کھائی یا پرہیز نہیں کیا، یا پھر نسخہ کی تجویز میں غلطی ہو گی اس لئے فائدہ نہیں ہوا۔ فائدہ نہ ہونے کی یہی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ ہمارے روزوں میں اثر نہیں اور روزہ سے جو فائدہ ہوتا ہے وہ نہیں ہو رہا۔ عبادت سے جو نفع ہونا چاہئے وہ سامنے نہیں آرہا اس کی وجہ یہاں یہ تو ہو نہیں سکتی کہ نسخہ غلط ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ ہم پرہیز نہیں کرتے دوا بھی کھا رہے ہیں اور ڈاکٹر نے کھٹائی سے منع کیا ہے کھٹائی بھی کھا رہے ہیں، دوا بھی کھا رہے ہیں ساتھ میں زہر بھی پی رہے ہیں کیسے فائدہ ہو گا۔ عبادت بھی کر رہے ہیں گناہوں سے بھی نہیں بچتے بلکہ بہت سے گناہوں کو گناہ سمجھتے ہی نہیں۔

بزرگوں نے لکھا ہے کہ عبادت سے نفع نہ ہو یہ ہو نہیں سکتا کوئی نہ کوئی کوتاہی ہم سے ضرور ہو رہی ہے۔ اسی کا اثر ہو گا کہ نفع سے ہم محروم ہیں، یا تو عبادت ہی میں کوتاہی ہو گی یا جس طرح عبادت کرنا چاہئے اس طرح نہیں ہوتی ہو گی یا کسی معصیت میں مبتلا ہوں گے۔ بد نظری کتنا بڑا گناہ ہے اس سے پرہیز نہیں کرتے۔ ایک بد نظری کتنی عبادتوں کو غارت کر دیتی ہے۔ ہم غور کریں تو ہم کو خود معلوم ہو جائیگا کہ واقعی ہم سے کوئی نہ کوئی کوتاہی ہو رہی ہے۔

روزہ سے تقویٰ کی صفت پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ کی علامت ہے گناہوں سے بچنا۔ جو کام کرنے کے ہیں ان کے نہ کرنے سے بچے، اور جو نہیں کرنے کے ہیں ان کے

کرنے سے بچے یہی تقویٰ ہے تقویٰ کوئی مشکل نہیں۔ آدمی جن چیزوں سے بچنا چاہتا ہے بچتا ہے یا نہیں۔ آگ میں کیوں نہیں کود جاتا۔ راستہ میں کانٹے پڑے ہیں ان سے کیسے بچ کر نکل جاتا ہے۔ پاخانہ میں کیوں نہیں پیر رکھتا۔ آدمی اپنے کو بچانا چاہے تو کوئی مشکل نہیں جس طرح اور چیزوں سے بچتا ہے اسی طرح گناہوں سے بچنا طے کرلے اسی کا نام تقویٰ ہے۔ اور روزہ سے یہی مطلوب و مقصود ہے۔ ہر وقت اس کا استحضار رہے کہ ہم سے کوئی گناہ نہ ہو جائے۔ آخرت کو سامنے رکھے تو تقویٰ آسان ہوگا اللہ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔

روزہ گناہوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے

۵ر رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حدیث شریف میں آیا ہے "الصَّوم جُنَّۃٌ" روزہ ڈھال ہے، ڈھال کے ذریعہ جسم کی حفاظت ہوتی ہے۔ پہلے زمانے میں نیزہ 'تلوار' برچھے سے لڑائی ہوتی تھی۔ ڈھال کے ذریعہ تلوار کے وار سے حفاظت ہوتی تھی۔ جسم محفوظ رہتا تھا جس طرح ڈھال سے جسم کی حفاظت ہوتی ہے اس طرح روزہ بھی ڈھال ہے اس سے گناہوں سے حفاظت ہوتی ہے۔ روزہ میں اللہ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی گناہوں سے آسانی سے بچ سکتا ہے۔ لیکن جو بچنا چاہے وہ بچ سکتا ہے، جو بچنا نہ چاہے وہ نہیں بچ سکتا اللہ نے بندہ کو قوت دی ہے اختیار دیا ہے۔ اختیار سے نقصان دہ چیزوں سے مثلاً سانپ سے خندق سے بچنا چاہے تو بچ سکتا ہے، کوئی شخص جان بوجھ کر اپنا پیر سانپ کے اوپر رکھے یا خود کھائیں میں کودے وہ کیسے بچ سکتا ہے، بچے گا وہ جو بچنا چاہے اور کوئی خود نہ بچے تو اس کا کیا علاج۔ روزہ بھی گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے آدمی اپنی سمجھ سے 'عقل سے کام لے اللہ نے قوت اور طاقت دی ہے اختیار دیا ہے چاہے عبادت کرے چاہے معصیت کرے، دونوں راستوں کا اختیار دیا ہے ھدایت کی راہ بھی کھلی ہے گمراہی کا راستہ بھی کھلا ہے۔ ان ہی آنکھوں سے چاہے دینی کتاب دیکھے، چاہے ناول دیکھے 'اسی زبان سے

چاہے گالی بکے' چاہے تلاوت کرے۔

ہر شخص کو رمضان میں اس کی عادت ڈالنا چاہئے کہ تمام گناہوں کو چھوڑ دے خصوصاً غیبت و چغلی سے احتراز کرے۔ ہر کام سے پہلے سوچ لے کہ یہ کام کرنے کا ہے یا نہیں۔ اس کام کے نہ کرنے سے اگر نقصان ہوتا ہو تو کرے ورنہ نہ کرے جس کام میں فائدہ ہو صرف اسی کو کرے کیونکہ ایسا کام جس میں نہ فائدہ ہو نہ نقصان وہ بھی تو نقصان ہی ہے۔ اس لئے کام وہ کرے' بات وہ کہے جس میں فائدہ ہو۔ بے سوچے سمجھے کوئی بات نہ کہے۔ عبادت کرے تلاوت کرے یا پھر سو رہے۔ باتوں سے بہتر یہی ہے کہ سو رہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔

اگر آپ عقلمند ہیں تو گناہ کے بعد فوراً توبہ واستغفار کیجئے

جس طرح آدمی کو بہت سی جسمانی بیماریاں اس کے نہ چاہنے کے باوجود ہو جاتی ہیں۔ آدمی چاہتا نہیں کہ میں بیمار ہوں اور مجھے کسی قسم کی شکایت ہو لیکن اس کے باوجود بعض بیماریاں اس کو لگ جاتی ہیں یہی حال ایمان کا بھی ہے کوئی مؤمن یہ نہیں چاہتا کہ میرے اندر روحانی بیماریاں ہو جائیں اور اللہ کی نافرمانی کی عادت ہو جائے لیکن بعض گناہ اس سے ہو جاتے ہیں اور بہت سی بری عادتیں اسکے اندر پیدا ہو جاتی ہیں۔ آدمی جھوٹ بولنے کو برا سمجھتا ہے لیکن جھوٹ بولنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ اور عقلمند آدمی وہ ہے کہ جب کوئی بیماری ہو تو فوراً ڈاکٹر کی طرف رجوع ہو اس میں غفلت نہ کرے فوراً جا کر علاج کرے اس سے جلد شفاء ہو جاتی ہے ورنہ دیر کرنے سے مرض بڑھ جاتا ہے دیر میں اچھا ہوتا ہے۔ بسا اوقات آپریشن کی نوبت آتی ہے وقت بھی لگتا ہے پیسہ بھی زیادہ خرچ ہوتا ہے۔ یہی حال ایمان کا بھی ہے کہ جب کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً استغفار اور توبہ کرلے آئندہ کے لئے عہد کرلے کہ اب کبھی نہ کروں گا تو وہ گناہ دھل جاتا ہے۔ ڈاکٹر کے پاس جانے میں تو کچھ

ل خط کشیدہ عبارت حضرت نے اپنے قلم سے بوقت تصحیح تحریر فرمائی۔

دیر بھی لگتی ہے، دشواری بھی ہوتی ہے پیسہ بھی خرچ ہوتا ہے لیکن گناہ سے استغفار اور توبہ میں کچھ نہیں لگتا سچے دل سے توبہ کرلے اللہ تعالیٰ معاف کردیتا ہے اور اس کا اثر ختم ہوجاتا ہے ورنہ وہی گناہ رفتہ رفتہ بڑھتا رہتا ہے جیسے مرض کی طرف سے غفلت کی جائے تو وہ رفتہ رفتہ بڑھتا رہتا ہے۔ ورنہ وہی گناہ جب آگے بڑھ جاتا ہے اسکی جڑیں مضبوط ہوجاتی ہیں پھر اس کا چھوڑنا مشکل ہوتا ہے۔ گناہ کوئی بھی ہو ہاتھ سے کرے پیر سے کرے اس کا اثر فوراً دل پر ضرور پڑتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب میں سیاہ نقطہ ہوجاتا ہے۔ توبہ کرلے تو دھل جاتا ہے ورنہ بڑھتا رہتا ہے حتی کے گناہ کرتے کرتے پورا قلب سیاہ ہوجاتا ہے، پھر حق بات اس کے دل پر اثر نہیں کرتی اور حق و باطل کی اس کو تمیز نہیں رہتی۔ اسی کو قرآن نے کہا ہے۔ بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ کہ دلوں میں بھی زنگ لگ جاتا ہے۔ اور زنگ لگ جانے کے بعد اسکو دور کرنا اور اس کی صفائی کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں اور آسان بھی نہیں علاج اس کا بھی ہے یہ نہیں کہ علاج نہ ہو۔ گناہ کے بعد اگر فوراً توبہ کرلیتا تو یہ نوبت کیوں آتی۔ کوئی آدمی نہیں چاہتا کہ گناہ کرے لیکن ہوجاتا ہے۔ کوئی شخص ارادہ نہیں کرتا کہ مجرم اور قصوروار بنے لیکن حماقت سے کر بیٹھتا ہے کیا کوئی چاہتا ہے کہ ہمارے اندر خرابی پیدا ہو یا اللہ کو ناراض کرے۔ یہ کون چاہے گا کہ کسی گڑھے میں گرے۔ یہ کون چاہتا ہے کہ اس کے ہاتھ پیر ٹوٹ جائیں لیکن غلطی سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اسی طرح گناہ بھی آدمی سے ہوجاتا ہے لیکن گناہ ہوجانے کے بعد اب کیا کرنا چاہیئے؟ اپنی غلطی کا احساس اور ندامت ہو اللہ کے حضور میں توبہ استغفار ہو۔ اپنے گناہوں سے معافی کی فکر کریں پتہ نہیں آئندہ رمضان ملتا ہے یا نہیں۔ رمضان تو کیا پتہ نہیں اگلا دن اور دوسرا گھنٹہ بھی ملتا ہے یا نہیں۔ بیٹھے بٹھائے ہارٹ فیل ہوجائے کسی کو کیا خبر۔ اس لئے آج ہی تمام گناہوں سے توبہ کرلیں اور اپنی حالت کو درست کرلیں۔

یہ کیسے معلوم ہو کہ ہمارے روزے اور عبادتیں مقبول ہوئیں یا نہیں

ایسا نہ ہو کہ رمضان میں تو سارے معمولات ادا ہو رہے ہوں نماز کی پابندی بھی ہے تلاوت بھی ہو رہی ہے، روزے بھی چل رہے ہیں تسبیحات بھی ہو رہی ہیں اور رمضان کے بعد سب ختم۔ رمضان گیا ہم نے بھی سب چھوڑ دیا۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ رمضان کے بعد والی زندگی میں اگر ہمارا وہ حال باقی نہ رہا جو رمضان میں تھا۔ اور وہ برائیاں ہم سے نہ چھوٹیں جن میں ہم رمضان سے پہلے مبتلا تھے تم سمجھو کہ رمضان سے اس کو فائدہ نہیں ہوا۔ اس کا روزہ اس کی نمازیں قبول نہیں ہوئیں۔ قبولیت کی علامت یہی لکھی ہے کہ اس کی زندگی میں تبدیلی آجانا چاہئے۔ گناہ چھوٹ جانا چاہئے۔ ایک مریض اسپتال میں ایک مدت تک رہا وہاں اس کو فائدہ ہوا گھر آیا پھر وہی حال ہو گیا نہ کھانا کھایا جاتا ہے نہ چلا جاتا ہے، کیا اسکو فائدہ کہا جائے گا؟ فائدہ تو یہ ہے کہ پہلے کی اور اب کی حالت میں فرق آجائے پہلے چل نہیں سکتا تھا کھا نہیں سکتا تھا اب چلنے لگے کھانے پینے لگے، اسی طرح اگر رمضان سے پہلے اور رمضان کے بعد کے حالات میں تبدیلی نہ آئی تو رمضان سے ہم کو کوئی نفع نہیں ہوا۔ قبولیت کی علامت یہی بتلائی گئی ہے کہ جن معصیتوں میں رمضان سے پہلے مبتلا تھے اب ان کو چھوڑ دیں۔ رمضان گیا پھر وہی ہماری بری عادتیں شروع وہی فضول بکواس اور فضول مشغلے تو سمجھو کہ ہماری عبادت قبول نہیں ہوئی۔ اللہ سے توبہ استغفار کرو۔ ماں باپ ناراض ہوں ان کو راضی کرنا مشکل ہے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اس سے زیادہ آسان ہے دعا کرو کہ رمضان کے بعد بھی پابندی کی توفیق باقی رہے۔ اور اللہ کی نافرمانی اور تمام گناہوں اور بری عادتوں سے بچے رہیں۔

رمضان کی ناقدری اور جی نہ لگنے کا بہانہ

حضرت اقدس نے حسب معمول اپنے مدرسہ کے طلباء اور شاگردوں کو اطراف

اور دیہات میں قرآن سنانے کے لئے بھیجا اور ان کو ہدایت کی تھی کہ خبردار تراویح میں قرآن سنا کر پیسہ ہرگز نہ لیں۔ ایک شاگرد سنا کر آگئے دوسری جگہ دیہات میں جانے کے لئے حضرت نے فرمایا انہوں نے عرض کیا اس سے پہلے وہاں سنا چکا ہوں۔ گھر دور پڑتا ہے کوئی بھیجنے تک نہیں آتا پریشانی ہوتی ہے۔ ایک جگہ لوگوں نے کھانے تک کا انتظام نہیں کیا اور ایک جگہ لوگوں نے سستی کاہلی کی وجہ سے سننے سے بے رغبتی کی۔ حضرت نے فرمایا مسلمانوں میں کیسی بے حسی چھائی ہوئی ہے۔ قرآن سن لیتے ہیں گویا کسی پر احسان کرتے ہیں۔ رمضان جیسا مہینہ اس کی اتنی ناقدری اللہ کے بندے ترستے تھے کہ ہم کو رمضان کا مہینہ مل جائے، بہت سے بزرگان دین دعا کرتے تھے خود حضور ﷺ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ رمضان تک ہم کو پہنچا دیجئے، رمضان ہم کو نصیب فرما، ایک بزرگ فرماتے تھے کہ دنیا میں اگر رہنے کی تمنا ہے تو صرف اس وجہ سے کہ رمضان آئے راتوں میں جاگنا نصیب ہو، نماز اور قرآن کی تلاوت کی توفیق ہو۔ سخت گرمی میں روزہ ہو۔ بھوک پیاس کی شدت ہو، اگر دنیا میں رہنے کی تمنا ہے تو صرف اس وجہ سے۔ اللہ کے بندے رمضان کا انتظار کیا کرتے تھے۔ رمضان کا مہینہ تو برکتوں کا مہینہ عبادت اور مجاهده کا مہینہ ہے۔ عبادت تو آدمی اپنی وسعت وطاقت کے مطابق ہی کرتا ہے لیکن دل میں شوق اور جذبہ تو ہونا چاہئے۔ ایسا تو ہے نہیں کہ اللہ ہماری عبادت کا محتاج ہو۔ ہماری عبادت سے اس کی خدائی بڑھ جائے یا نہ کرنے سے اس کی خدائی میں کمی آجائے۔ اللہ تعالیٰ دلوں کو دیکھتا ہے پھر ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق عبادت کرتا ہے۔ اور دلوں کے اعتبار سے اللہ ثواب دیتا ہے آج ہمارے دلوں میں اہمیت نہیں عظمت نہیں شوق نہیں۔ یہ خطرناک بات ہے۔ عبادت کی لذت ہم جانتے نہیں۔ عبادت میں ہمارا جی ہی نہیں لگتا۔ شکایت کرتے ہیں کہ مولانا عبادت میں مزہ نہیں آتا جی نہیں لگتا ہے۔ ارے جی کیوں نہیں لگتا؟ لگاتے نہیں اس لئے نہیں لگتا۔ مولانا کیا کروں جب عبادت کرتا ہوں اندر سے جیسے دل کوئی کھینچ رہا ہو۔ جی

گھبرانے لگتا ہے -ارے اللہ رسول کا حکم سمجھ کر کرو کیسے جی نہ لگے عبادت سے اللہ خوش ہوتا ہے ہماری عبادت سے اللہ راضی ہو رہا ہے۔ یہ جی لگنے کے لئے کافی نہیں ہے؟اس سے ہم کو خوشی نہیں ہونا چاہئے ؟اللہ کا حکم پورا ہو رہا ہے وہ خوش ہو رہا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا چاہتے ہو۔

رمضان کی برکت

حضرت کے ایک مرید دیہات کے رہنے والے حضرت سے ملاقات کے لئے خدمت میں حاضر ہوئے واپسی کے لئے سفر میں دشواری ہو رہی تھی اللہ نے ایک گاڑی بھیج دی جس سے ان کو سفر میں آسانی ہو گئی۔ حضرت نے فرمایا یہ آپکی بزرگی اور کرامت ہے اس نے عرض کیا حضرت آپ کی کرامت ہے حضرت نے فرمایا نہ میری کرامت نہ تمہاری رمضان کی کرامت اور اس کی برکات ہیں اللہ تعالیٰ آسانی فرمادیتا ہے۔

تکبر کی مذمّت

بعد فجر ۴ر رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ

فرمایا تکبر بہت مہلک مرض ہے۔ تکبر اللہ کو پسند نہیں۔ کبریائی اللہ کی صفت ہے، جو اس میں شریک ہوتا ہے اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ متکبر کسی کام کا نہیں ہوتا، اس کی ساری محنت رائیگاں جاتی ہے ، اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا ، اس کی عبادت مقبول نہیں شیطان کا حال سب کو معلوم ہے۔ یہ اسکے تکبر ہی کا نتیجہ ہے۔اور تکبر اتنی جلدی لوگوں میں سرایت کرتا ہے کہ آدمی کو پتہ نہیں چلتا اور تکبر پیدا ہو جاتا ہے۔ شیطان متکبر ہے اور ہر شخص اپنے لئے زئد سے زائد ساتھی بنانے کی کوشش کرتا ہے شیطان بھی کوشش کرتا ہے کہ ہمارے ساتھی زیادہ ہو جائیں۔ وہ تو یہی چاہتا ہے کہ خوب کوشش کرو محنت مجاھدے کرو اور ملے کچھ نہ۔ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ شیطان نے سات لاکھ برس تک

عبادت کی ہے اور ایک کتاب میں لکھا ہے کہ تین لاکھ برس تک عبادت کی ہے۔ شیطان تو کہتا ہے کہ تم کتنا مجاہدہ کرو گے کتنی عبادت کرو گے مجھ سے زائد تو نہیں کرو گے انسان کی تو اتنی عمر بھی نہیں ہوتی تکبر میں مبتلا کر کے ساری عبادت رائیگاں کر دیتا ہے۔

رمضان شریف میں بعض لوگ خوب عبادت کیا کرتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ ہم نے اتنے پارے پڑھ لئے۔ اتنی نفلیں پڑھیں۔ دوسروں کے بارے میں خیال کرتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں کرتے اپنے کو اچھا اور بڑا سمجھتے ہیں یہی تو تکبر ہے ارے لوگوں کے حالات ہوتے ہیں تمھیں کیا معلوم کس کا کیا حال ہے نیکی تو وہ ہے جو اللہ کے یہاں مقبول ہو، تم کو کیا معلوم کہ کس کا سجدہ مقبول اور کس کی عبادت مردود ہے پھر نفل نفل ہی تو ہے کسی نے نہیں کیا تو اس کو حقیر کیوں سمجھے۔

ایک بزرگ کی حکایت

ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ سفر میں جا رہے تھے قافلہ ساتھ تھا راستہ میں رات کے وقت لوگ تھکے ماندے سو گئے وہ بزرگ عبادت میں مشغول ہو گئے صاحبزادہ صاحب بھی عبادت میں لگ گئے اور ابا جان سے فرمایا کہ یہ کیسے لوگ ہیں رات بھر سوتے رہے عبادت نہیں کی۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ بیٹا تم بھی سوتے رہتے تو اچھا تھا کیوں کہ یہ نفل ہی تو ہے اس کے نہ کرنے سے گناہ تو نہیں اور تم نے جوان کو حقیر سمجھا یہ زیادہ خطرناک بات ہے۔ تھکے ماندے لوگ سو گئے تو کیا ہوا نفل کوئی فرض تو نہیں۔

اس لئے بھائی عبادت کریئے لیکن دل میں یہ نہ آنا چاہئے کہ ہم نے اتنا کر لیا ہم بہت عبادت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ہماری عبادت اور نیکی کی ضرورت نہیں۔ کیا ہماری عبادت اور نیکی سے خدا کی خدائی مضبوط ہو جاتی ہے؟ اللہ کا شکر کرنا چاہئے کہ اس نے ہم کو عبادت کی توفیق دی اس پر ناز نہیں ہونا چاہئے۔ ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی توفیق ہو جانا اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں ایک گھونٹ پانی بھی اللہ کی

نعمت ہے اور ایک مرتبہ سبحان اللہ کی توفیق ہو جانا اس سے بڑی نعمت ہے پانی سے جان محفوظ ہوتی ہے۔ اور سبحان اللہ سے ایمان محفوظ ہوتا ہے۔ عبادت پر شکر تو ہو۔ تکبر نہ ہو، اس کو کہتا نہ پھرے کہ ہم نے یہ کیا یہ کیا۔ بلکہ چھپانے کی کوشش کرے، کبھی اپنے چھوٹوں کے سامنے شوق دلانے کے لئے کہہ دے دوسری بات ہے۔ کتنی حماقت کی بات ہے کہ ایک شخص بڑی محنت سے لاکھوں کروڑوں روپے کمائے اور ایک منٹ میں ماچس سے آگ لگا کر سب کو راکھ کر دے۔ تکبر ایسی ہی چیز ہے برسہا برس کے مجاھدے و عبادت تکبر کی وجہ سے سب برباد ہو جاتے ہیں۔ اس لئے عبادت تو خوب کرو لیکن کسی کو حقیر نہ سمجھو کہ فلاں ہر وقت سوتا رہتا ہے۔ بعض لوگ یہی دیکھا کرتے ہیں کہ فلاں جگہ رمضان ایسا گذرتا ہے۔ ایسے معمولات ہیں مسجد میں جگہ نہیں ملتی، مسجد بھری رہتی ہے۔ ان سب تذکروں سے فائدہ کیا یہ بہت بری بات ہے۔ موازنہ اور مقابلہ بالکل نہ کرنا چاہئے کہ فلاں جگہ ایسا ہوتا ہے فلاں جگہ یہ معمول ہے۔ اپنے کام میں لگو۔ کچھ نہیں تو خاموش رہو۔ کسی پر تبصرہ کسی کی غیبت نہ کرو کہ فلاں ایسا فلاں ایسا۔ گھنٹہ بھر تک سر جھکائے بیٹھے رہنا نوافل میں کئی کئی پارے پڑھ لینا کیا صرف یہی عبادت ہے، سب سے بڑی عبادت تو یہ ہے کہ آدمی گناہوں سے بچا رہے۔ زبان سے کوئی فضول بات نہ نکالے، خاموش رہے۔

غیبت اور چغلی کی مذمت اور ایک بزرگ کی حکایت

بعض لوگوں کی عادت غیبت و چغلی کی ہوتی ہے۔ وہ جب تک کسی پر تبصرہ کسی کی چغلی نہیں کر لیتے ان کا کھانا ہی ہضم نہیں ہوتا۔ غیبت میں جسکی غیبت کی جاتی ہے اس کا تو کچھ نقصان نہیں ہوتا بلکہ فائدہ ہوتا ہے کہ غیبت کرنے والے کی مقبول نیکیاں اس کو ملتی ہیں جس کی غیبت کی جاتی ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ایک شخص ان کی غیبت کرتا تھا دوسرا شخص جو سنتا وہ آکر چغلی کرتا کہ فلاں آپ کو اس طرح کہہ رہا تھا۔ وہ بزرگ سنتے رہتے اور کوئی ھدیہ وغیرہ اس شخص کے پاس اسی چغلی کرنے والے کے ذریعہ سے

بھجواتے تھے۔ اس میں دونوں کا علاج تھا غیبت کرنے والے کا بھی کیونکہ حدیث شریف میں آیا کہ جو تمہارے ساتھ برا سلوک کرے تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ برائی کو اچھائی سے دفع کرو، دوسرے چغلی کرنے والے کا بھی علاج کہ آئندہ وہ چغلی نہ کرے گا۔ کچھ دن یہ سلسلہ چلا اس نے غیبت کرنا بند کر دی انھوں نے ہدیہ بھیجنا بند کر دیا وہ شخص بزرگ کی خدمت میں آیا معافی مانگی اور عرض کیا کہ حضرت یہ معمّہ سمجھ میں نہیں آیا کہ جب تک میں آپ کی برائی کرتا رہا آپ ھدیہ بھیجتے رہے میں نے برائی کرنا بند کر دی آپ نے ھدیہ دینا بند کر دیا۔ بزرگ نے فرمایا بھائی جب تک تم مجھ کو نیکیاں دیتے تھے میں تم کو ھدیہ دیتا تھا تم نے بند کیا ہم نے بھی بند کر دیا۔ بزرگوں نے اس طرح اپنے آپ کو سمجھایا ہے۔

جس کی غیبت کی جاتی ہے اس کو سوچنا چاہئے کہ اس میں ہمارا نقصان کیا ہمارا تو فائدہ ہی فائدہ ہے کیونکہ جو غیبت کرتا ہے اس کی مقبول عبادتیں اس کو دے دی جاتی ہیں جو آخرت میں اس کے کام آئیں گی، بغیر محنت مجاھدے کے اس کو نیکیاں ملیں گی۔ یہ تو آخرت کا فائدہ ہوا۔ اور دنیا میں بھی اس کا نقصان نہیں تکلیف تو ہوتی ہے طبعی طور پر لیکن نقصان کچھ نہیں ہو سکتا وہ ذلیل کرنا چاہے تو کسی کے ذلیل کرنے سے کوئی ذلیل نہیں ہوتا۔ ذلیل تو وہ ہوتا ہے جسے اللہ ذلیل کرے۔ عزت و ذلّت سب اللہ کے قبضہ میں ہے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہماری کوئی غیبت کرتا ہے تو ہم بھی اس کی غیبت شروع کر دیتے ہیں وہ ہماری برائی کرتا ہے ہم بھی اس کی برائی شروع کر دیتے ہیں۔ ارے ایک آدمی اپنے کو ہلاک کرے تو کیا ہم بھی اپنے کو ہلاک کر لیں۔

حضرت تھانویؒ کا حال

حضرت تھانویؒ کا حال یہ تھا کہ ایک شخص خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت فلاں جگہ مجلس میں فلاں شخص آپ کی برائی بیان کر رہا تھا مجھ سے برداشت نہیں ہوا تو میں نے یہ جواب دیا۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ جب تمہارے اندر برداشت کا مادّہ

نہیں تو ایسی مجلس میں گئے کیوں تھے۔

حضرت کے ساتھی کا حال

رمضان میں خوب عبادتیں کیجئے وقت کی قدر کیجئے۔ قرآن کی تلاوت کیجئے۔ میرے ایک ساتھی تھے انہوں نے ۴۵ قرآن شریف رمضان میں پڑھے تھے اور خود کسی سے کہا نہیں کسی طرح معلوم ہو گیا۔ جیسے امام ابو حنیفہؒ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی اور بہت پوشیدہ عبادت کی لیکن کسی طرح یہ عمل اللہ نے ظاہر کرادیا۔ اللہ پاک بندہ کا کوئی عمل جو دوسروں کی ہدایت کا ذریعہ بن سکتا ہو اور اللہ تعالیٰ کو اس کے عمل سے کسی کی ہدایت مقصود ہو وہ کتنے ہی چھپ کر کرے اللہ تعالیٰ اسکو کسی نہ کسی طرح ظاہر کر دیتا ہے۔ پہاڑ کی کھو میں بیٹھ کر کوئی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو بھی ظاہر کر دے گا۔ ہم لوگ ان کا نام لینے والے ہیں ہم کو بھی ان کی کچھ پیروی کرنا چاہئے۔

اپنے ساتھی کے متعلق فرمایا کہ میں اور وہ دونوں ایک کمرہ میں رہتے تھے وہ واقعی بڑے صوفی تھے فجر کے وضو سے عشاء کی نماز پڑھتے تھے اور بالکل پیلے ہو گئے تھے مجھے بھی شوق ہوا میں نے بھی شروع کیا بیمار ہونے لگا میں نے کہا چھوڑو میں تعلیم حاصل کرنے آیا ہوں ایسا مجاہدہ کرنے نہیں آیا۔

فجر کے وضو سے عشاء پڑھنا نہ فرض ہے نہ سنت نہ نبی کی تعلیم ہے۔ حضرت ناظم صاحبؒ نے ان کا نام کبیر الاصفیاء رکھا تھا اور میرے ایک ساتھی اور تھے جو اس وقت آنند میں شیخ الحدیث ہیں ان کا نام صغیر الاصفیاء اور میرا نام اوسط الاصفیاء رکھا تھا۔ دونوں ایک کمرہ میں رہتے تھے لیکن وہ ہر وقت اپنے کام میں لگے رہتے میں اپنے کام میں لگا رہتا۔ دن بھر میں شاید ایک دو بات ہو جاتی ہو اتنا وقت ہی نہ ملتا تھا۔

وقت کی قدر کیجئے شیطان سے بچتے رہئے۔ شیطان بند ضرور ہو گیا ہے لیکن اس

ا؎ خط کشیدہ عبارت حضرت نے اپنے قلم سے بوقت تصحیح تحریر فرمائی

کے اثرات باقی ہیں۔ شیطان بند ہے نفس تو موجود ہے وہ قید نہیں ہے۔ اس کی طرف سے کبھی غافل نہ ہونا چاہئے۔ "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا" کامیاب وہی ہے جو نفس کو کچلتا رہے۔ جہاں اس کی طرف سے غافل ہوا ناکام ہوا۔ خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

"نفس کا اژدہا دلا دیکھ ابھی مرا نہیں
غافل ذرا ہوا نہیں اس نے ادھر ڈسا نہیں"

کوئی نہیں دیکھ رہا خدا تو دیکھ رہا ہے اس کے قہر سے ڈرنا چاہئے

رمضان کے پہلے عشرہ میں افریقہ و لندن سے کچھ لوگ بغرض استفادہ مقیم ہیں ان کے قیمتی جوتے کسی نے چوری کر لئے تلاش کے بعد بھی نہ ملے حضرت کو علم ہوا تشویش ہوئی کہ یہ بری حرکت کس قدر بدنامی کا باعث ہے دوسرے ملک سے آئے ہوئے مہمان چوری ہو جائے۔

فجر بعد حضرت نے بیان کے بعد فرمایا۔ "چوری کی عادت کتنی بری عادت ہے۔ آپ لوگ اپنے بچوں کی تربیت کا خیال رکھیں۔ نماز پڑھنے تو آئیں چوری نہ کریں۔ کوئی نہیں دیکھ رہا اللہ تو دیکھ رہا ہے۔ حکومت کی چوری کوئی کرتا ہے تو وہ مجرم ہوتا ہے، سزا پاتا ہے۔ اللہ کی نافرمانی جو کرے گا، اس کے گھر میں عبادت کرنے والوں کی جو چوری کرے گا وہ کتنا بڑا مجرم ہے کیا اللہ تعالیٰ اس کو چھوڑ دے گا۔ آج نہیں تو کل اپنی حرکت کی سزا ضرور بھگتے گا۔ ممکن ہے کہ حکومت کو چور کا صحیح علم نہ ہو سکے لیکن اللہ تعالیٰ تو سب جانتا ہے کہ یہ کس کی حرکت ہے۔ خدا کیا نہیں کر سکتا، اور اس نے کیا نہیں کیا یہ اس کی ڈھیل ہے جب پکڑ ہو گی تو پناہ کی جگہ نہ ملے گی۔ جس ہاتھ سے چوری کی کیا اس میں پھوڑا نہیں ہو سکتا، جن پیروں سے چلے کیا پیروں کی ہڈی نہیں ٹوٹ سکتی۔ کیا نہیں ہو سکتا اور کیا وہ نہیں کر چکے جس نے جوتے لیے ہوں خاموشی سے رکھ دے کسی کو معلوم بھی نہ ہو۔

---

[1] خط کشیدہ عبارت حضرت نے اپنے قلم سے بوقت تصحیح تحریر فرمائی

ہمارے بڑے تو ایسے تھے کہ سونے چاندی کا ڈھیر پڑا دیکھتے اس کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھتے تھے۔ اور ہم اتنے گئے گذرے ہو گئے۔ کتنی بری عادتوں میں مبتلا ہیں بری عادت پیدا ہو جائے اس کو چھوڑنا چاہئے یا اور بڑھانا چاہئے۔ سانپ پالنے کی چیز ہے، گود میں لینے کی چیز ہے؟ کبھی نہ کبھی تو ڈس ہی لے گا۔ یہ بری عادتیں، بدمعاشی تم پالے ہو۔ کیا کیا مرض تمہارے اندر ہیں کتنی شرمندگی تم لوگوں کی وجہ سے اٹھانی پڑتی ہے۔ اگر تم لوگ باز نہ آؤ گے تو میں دوسرا اقدام کروں گا۔ اپنی ذلت بدنامی کون برداشت کرے گا۔ مدرسہ بدنام دین بدنام۔ یہاں سے لے کر باندا تک لوگ تھو تھو کرتے ہیں کوئی حد ہوتی ہے رعایت کی۔ ایسی رعایت کس کام کی جس سے آدمی ذلیل ہو جائے۔ دین بدنام ہو جائے۔

میں نے یہ کہتے ہوئے لوگوں کو سنا کہ مولانا ہم تو آپ لوگوں کی رعایت کی وجہ سے خاموش رہتے ہیں ورنہ ہم تو ہاتھ پیر توڑدیں۔ کیا تم لوگ یہی چاہتے ہو کہ تمہارے ہاتھ پیر توڑ دیئے جائیں۔

اگر تم کو اپنی عادتیں درست نہیں کرنا تو دوسری جگہ جاؤ جو جی چاہے کرو مدرسہ کو دین کو بدنام نہ کرو۔ مجھے رسوانہ کرو۔ جس نے چپل لی ہو خاموشی سے واپس کردے ورنہ مظلوم کی آہ کیا خالی جائے گی؟ پھوٹ پھوٹ کر نکلے گی۔ ہاتھوں ہاتھ اللہ عذاب دے گا۔ اللہ کے بندو! نیک بنو نیک بن کر دکھلاؤ۔ اپنی عادتیں درست کرو۔ بدمعاشی چوری چھوڑو۔ ورنہ ہم بھی مجبور ہو جائیں گے۔"

ل خط کشیدہ عبارت حضرت نے اپنے قلم سے بوقت تصحیح تحریر فرمائی

رائے کے اختلاف سے ذات کا اختلاف نہ ہونا چاہئے

اختلاف کی وجہ سے ترک سلام وکلام اور ترک تعلقات کی مذمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم تِلْكَ حُدُوْدُاللّٰهِ فَلاَ تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَتَعَدَّحُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْظَلَمَ نَفْسَهٗ(ترجمہ) یہ سب خدا کے مقرر کئے ہوئے احکام ہیں اور جوشخص احکام خداوندی سے تجاوز کریگا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔(سورہ طلاق)

دنیامیں ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔انسان پر جو حالات طاری ہوتے ہیں،اور جن حالات سے وہ گذرتا ہے، مثلاً کھاناپینا،اور جتنی بھی کیفیات ہوتی ہیں ہر چیز کی حد ہوتی ہے۔ کھانے کی ایک حد ہے اگر حد سے زیادہ کھائے گا بدہضمی ہو جائے گی۔ چلنے پھرنے کی بھی ایک حد ہے بالکل نہ چلے گا اپاہج ہو جائے گا بہت زیادہ چلے گا تھک جائے گا۔اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے اعتدال کو پسند فرمایاہے نہ افراط ہو نہ تفریط۔

تعلق اور محبت کی بھی ایک حد ہوتی ہے حد سے آگے ہو اس میں بھی نقصان ہے غصہ کی بھی ایک حد ہوتی ہے ہر بات میں غصہ آجائے یہ بھی مذموم ہے اور بالکل غصہ نہ آئے، غصہ کی باتوں میں بھی غصہ نہ آئے تو آدمی دیوث ہو جائے گا۔اور عام طور پر ایسا ہوتا نہیں کہ غصہ نہ آئے۔ لیکن جن باتوں میں غصہ آنا چاہئے ان میں نہیں آتا۔بیوی دوست سے بے تکلف باتیں کرتی ہے۔ بے پردگی کا شکار ہے ان باتوں میں غصہ آنا چاہئے لیکن نہیں آتا۔

الغرض ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے اختلاف رائے کی بھی ایک حد ہے۔ یہ بھی نہیں کہ کچھ بھی غلط کام ہوتا رہے اس سے اختلاف نہ ہو اور یہ بھی غلط ہے کہ ذراسی بات میں اختلاف کرلیا جائے بات بات میں تعلقات ختم کر دیئے جائیں ۔چونکہ ہمارا اس سے اختلاف ہو گیا لہٰذا جہاں وہ جائے گا ہم نہیں جائیں گے۔وہ جس سے بولے گا ہم اس سے نہ

بولیں گے۔ وہ ہماری طرف رخ نہیں کرتا ہم اسکی طرف رخ نہیں کرتے وہ ہم سے نہیں بولتا ہم اس سے نہیں بولتے۔ وہ ہم کو نہیں دیکھتا ہم اس کو نہیں دیکھتے، وہ ہمارے دکھ سکھ میں شریک نہیں ہم اس کے دکھ میں شریک نہیں۔ بیمار ہو جائے تو نہ وہ ہم کو دیکھنے آئے نہ ہم اس کو دیکھنے جائیں۔ یہ اختلاف حد سے آگے ہے اس میں اپنا ہی نقصان ہے۔ کوئی بھی چیز ہو حد سے آگے بڑھنے میں نقصان ہی نقصان ہے۔ اختلاف بھی جب حد سے آگے بڑھے گا۔ اس میں بھی نقصان ہو گا۔ کینہ پیدا ہو گا یہ اپنا ہی تو نقصان ہے، کینسر پیدا ہو جائے تو اس میں کس کا نقصان ہو گا۔ اختلاف کی وجہ سے قتل غارتگری ہو جاتی ہے۔ ہمارے تمام کاموں میں اخلاص ہونا چاہئے، اختلاف رائے مذموم نہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اختلاف رائے کے بعد باپ باپ نہیں رہا بھائی بھائی نہیں رہا سارے رشتے ناتے ختم ہو گئے۔ اب نہ وہ اس سے بات کرتا ہے نہ یہ اس سے ملتا ہے۔ یہ رائے کا اختلاف نہیں ذات کا اختلاف ہے۔ کوشش اس کی ہونی چاہئے کہ ہمارا اختلاف حد کے اندر رہے۔ حد کے اندر اختلاف رہے تو اس سے نقصان نہیں ہوتا۔ فتنہ نہیں ہوتا، اور جہاں حد سے آگے ہوا وہیں سے فتنہ شروع ہو جاتا ہے پھر نوبت یہ آجاتی ہے کہ وہ اس سے نہیں بولتا یہ اس سے نہیں ملتا۔ بس اسی کی کوشش کیجئے کہ رائے کا اختلاف رہے۔ رائے کے اختلاف سے ذات کا اختلاف نہ ہو جائے

فتح پور کے اطراف میں ایک دیہات میں ایک صاحب بہت بیمار تھے میں دیکھنے گیا مجھ کو دیکھ کر وہ رونے لگے اور کہا کہ مولانا آپ تو اتنی دور سے چل کر مجھ کو دیکھنے آئے ہیں اور یہ میرا چھوٹا بھائی جس کو میں نے پالا پڑھایا لکھایا شادی کی جب سے اس کی عورت آئی ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ ۶/ مہینہ ہو گئے جب سے اسی دالان میں پڑا ہوں اور ایک دن بھی یہ مجھے دیکھنے نہیں آیا۔ جب حد سے آگے اختلاف ہوتا ہے تو اس کا یہی انجام ہوتا ہے۔ شیطان یہیں سے لوگوں کو مارنا چاہتا ہے۔ ساری عبادت مجاھدے خاک میں مل جاتے ہیں۔

ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے لَایَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلَاثٍ کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ تین دن سے زائد اپنے بھائی سے سلام کلام بند رکھے۔ اس حال میں جسکی موت آجائے تو خطرہ ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر نہ ہو۔

رمضان میں اس کی عادت ڈالیئے کہ ہماری ہر چیز حد پر ہو۔ اختلاف بھی حد پر ہو۔ اختلاف کی وجہ سے کسی کی تنقیص نہ ہو۔ یہ بھی بڑی عبادت ہے۔ روزہ صرف کھانے پینے کا نہ ہو۔ بری عادتوں کے چھوڑنے کا بھی روزہ ہو۔ رمضان میں جیسی عادت ڈال لی جائے گی ہمیشہ باقی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ سب کو عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

حضرت نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ کسی رسالہ میں ایسی حدیثیں اور واقعات جمع کردیئے جائیں جس سے معلوم ہو کہ اکرام مسلم کی کیا اہمیت ہے۔ اس کی بہت ضرورت ہے آج ذرا سے اختلاف میں سارا اکرام ختم ہو جاتا ہے۔

صدقہ اور افطار سے متعلق اہم مضامین

۹ ر رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص روزہ دار کو افطار کرائے اس کو اتنا ثواب ملے گا جتنا روزہ دار کو ملے گا اور اس کے ثواب میں کچھ کمی بھی نہ ہوگی دونوں کو پورا پورا ثواب ملے گا۔ ہمارے اکابر کے یہاں بھی افطار کرانے کا معمول تھا۔ لیکن اس میں اس کا زیادہ لحاظ کرنا چاہئے کہ زیادہ مستحق کون لوگ ہیں اور زیادہ ثواب کن لوگوں کو افطار کرانے میں ہے۔ بہت سے غریب ایسے ہیں جن کے یہاں روزہ پر روزہ ہوتا ہے پیٹ بھر کھانے کو میسر نہیں ہوتا۔ اور ایسوں کے یہاں کوئی افطار بھی نہیں بھیجتا۔ کانپور وغیرہ میں افطار کی دعوتوں کا بہت رواج ہو گیا ہے وہاں کی دیکھا دیکھی یہاں بھی شروع ہو گیا میں اس کو منع نہیں کرتا لیکن یہ بھی تو سوچنا چاہئے کہ ایک دعوت میں کم از کم ۲-۴ ہزار خرچ ہو ہی جاتا ہے اور دس پندرہ دعوتیں ہو ہی جاتی ہیں ۳۰-۴۰ ہزار روپے ہوتے ہیں اسی رقم کو اگر

غریبوں محتاجوں بیوہ عورتوں کو دے دیا جائے تو ان کا کتنا کام چلے اور اس میں کتنا ثواب ہو۔ افطاری میں آج کل بہت زیادہ اہتمام ہونے لگا ہے۔ بہت سامان ضائع بھی ہوتا ہے اس میں کچھ کمی کر کے اسی رقم سے غریبوں کی مدد کر دی جائے تو کتنا کام چلے۔ ہم کو اپنے مال کے مصرف میں غور کرنا چاہئے اور سمجھنا چاہیے کہ کس جگہ خرچ کرنے میں زیادہ ثواب ہوگا۔

ایک دکاندار دکان کھولتا ہے اس میں مال یوں ہی پھینک نہیں دیتا بلکہ پہلے سوچتا ہے کہ دکان کہاں لگاؤں اور کیا چیز رکھوں کہاں دکان زیادہ چلے گی نفع زیادہ کہاں ملے گا۔

آخرت کے بارے میں بھی ہم کو سوچنا چاہیئے کہ مال کہاں خرچ کروں ثواب کہاں زیادہ ملے گا۔

افطار کی دعوت کر کے ہزاروں کا خرچ کر ڈالا بڑے بڑے لوگوں کی دعوت کر دی، لوگ کاروں سے آئے، کھاپی کر چلے گئے کچھ تعریفیں ہوئیں کہ صاحب بڑا اہتمام کیا بہت سی چیزیں تیار کرائیں ہمارے یہاں ایسی چیزیں نہیں بنتیں۔ ہم نے لوگوں کو یہی کہتے سنا ہے۔ بس اس طرح تعریف کر کے کھاپی کر چل دیتے ہیں۔ میں ان دعوتوں کو منع نہیں کرتا لیکن ہم کو تو اللہ کو دکھانا چاہئے اور سوچنا چاہیئے کہ ہمارا اللہ کس صورت میں زیادہ خوش ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قصہ

افطار کا اہتمام صحابہؓ میں بھی تھا حضرت عبداللہ بن عباسؓ افطار کرانے کا اہتمام کرتے تھے۔ کچھ لوگوں کو حسد ہو گیا۔ حسد صرف مال میں نہیں اعمال میں بھی ہوتا ہے۔ پڑھے لکھے لوگوں میں عبادت کرنے والوں میں بھی ہو جاتا ہے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں ہو گیا تھا۔ اللہ حفاظت فرمائے بہت بری بلا ہے حدیث شریف میں ہے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو ختم کر دیتی ہے۔

الغرض حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کچھ لوگوں کو حسد ہوا اور انہوں نے سوچا

کہ کسی طرح ان کو شرمندہ اور رسوا کرنا چاہئے اور اس کی صورت یہ تجویز کی اک دم سے بہت سے آدمی ان کے یہاں پہنچ جائیں کھانے پینے کا سامان گھٹ جائے گا شرمندہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ پہنچ گئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو معلوم ہوا انہوں نے خادم کو بلا کر پوچھا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ سب لوگ صرف افطار پر اکتفا نہ کریں بلکہ سب کو کھانا بھی کھلا دیا جائے خادم نے کہا بالکل ہو سکتا ہے حضور والا کے حکم کی دیر ہے۔ بس اعلان کر دیا گیا کہ آج سے کھانے کی بھی دعوت ہے۔ سب لوگ کھانا کھا کر جایا کریں۔ اللہ نے دل دیا تھا خرچ کرتے تھے لیکن اس طرح خرچ کرتے تھے جس میں ثواب زیادہ ہو غریبوں کی مدد کرتے تھے۔

غریبوں محتاجوں بیواؤں کی خبر گیری کی اہمیت

اور آج ہم نے جو صورت اختیار کر رکھی ہے کہ افطار کا اس قدر زیادہ اہتمام ہوتا ہے تاریخ مقرر ہوتی ہے۔ اتنا اہتمام تو صحیح بھی نہیں معلوم ہوتا۔ اسی رقم سے غریبوں کی ہمدردی کی جائے۔ ان کی مدد کی جائے تو اس میں کتنا ثواب ملے گا۔ پھر روزہ کا مقصد بھی یہی ہے کہ بیواؤں، غریبوں محتاجوں کے ساتھ ہمدردی کی صفت پیدا ہو۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیوہ اور یتیم کی کفالت کرنے والا میرے ساتھ قیامت میں اس طرح ہوگا اور آپ نے چھوٹی اور بڑی انگلی کی طرف اشارہ فرمایا یعنی وہ مجھ سے اتنا قریب ہوگا۔ لیکن ہم کو آخرت کی فکر ہی نہیں اللہ کی رضا کے واسطے کوئی کام نہیں کرنا چاہتے چونکہ ہمارے باپ دادا ایسا کرتے تھے لہذا ہم بھی کریں گے۔ ٹھیک ہے باپ دادا کو دیکھو مگر اللہ رسول کے طریقے کو بھی تو دیکھو ان کے حکم کو بھی دیکھو۔ یہ بھی دیکھو کہ ان کی مرضی و خوشی کس میں ہے۔

آج ہم کو اپنی ہی قوم کے غریبوں' محتاجوں کا خیال نہیں دوسری قوموں میں اس کا رواج ہوتا جا رہا ہے کہ وہ اپنی قوم کے غریبوں محتاجوں کو اٹھا رہی ہیں دوسری قوموں میں اپنی برادریوں کو آگے بڑھانے کی کوشش ہو رہی ہے تاکہ کوئی محتاج اور بھیک مانگنے والا نہ

رہے افسوس کہ دوسری قومیں تو اس طریقہ کو اپنا رہی ہیں اور ہم چھوڑتے جا رہے ہیں۔

ہمارے سامنے ہمارے خاندان کے لوگ بھیک مانگیں کتنے افسوس کی بات ہے۔ کارخانوں میں ہم غیروں کو ملازم رکھ لیں گے اور اپنوں کے لیے جگہ نہیں۔ اسی طرح زکوٰۃ دوسری جگہوں میں بھیجیں گے اور اپنے قریب حضرات کی فکر نہیں حدیث شریف میں ہے تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَا ئِهِمْ وَتُرَدُّاِلٰى فُقَرَائِهِمْ کہ ان کے مالداروں سے لیا جائے اور ان ہی کے غریبوں محتاجوں کو دے دیا جائے۔

آج آدمی اپنوں کو بھولا ہوا ہے حالانکہ ان کا حق زیادہ ہے اور ان پر خرچ کرنے کی فضیلت بھی زیادہ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک صحابیؓ نے اپنے مال کی بابت پوچھا کہ کہاں خرچ کروں ؟ حضور ﷺ نے فرمایا اپنی ذات پر خرچ کرو، پوچھا اس کے بعد فرمایا اپنے گھر والوں پر، پھر اپنے قریبی رشتہ داروں پر کیونکہ ان کا حق دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔ آج حقیقی بھانجے ترستے ہیں اور یہ شخص دوسروں کی مدد کرتا پھرتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے ایک زمانہ آئے گا کہ آدمی اپنوں کو چھوڑے گا اور دوسروں کو اپنائے گا۔ باپ کو چھوڑے گا دوست کو اپنائے گا۔ دوست کی رعایت کرے گا باپ کی پرواہ بھی نہ کرے گا۔ آج یہی ہو رہا ہے۔

صدقہ کی اہمیت اور صدقہ فطر کا مقصد

صدقہ فطر کا مقصد بھی یہی ہے کہ غریبوں کی مدد کی جائے ان کے ساتھ ہمدردی کی جائے اسی لئے صدقہ فطر رمضان ہی میں دے دینا چاہئے رمضان میں بیچارے کے کام آئے گا سحری افطار کا کام چلائے گا۔ عید بعد دینے سے ادا تو ہو جائے گا لیکن وہ بات نہ ہو گی جو رمضان میں دینے سے ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں صدقہ کی بڑی فضیلت آئی ہے، صدقہ پریشانیوں کا علاج ہے 'ایک حدیث پاک میں ہے اَلصَّدَقَةُ تُطْفِي الْبَلَايَا صدقہ پریشانیوں مصیبتوں کو دور کر دیتا ہے۔ آج پریشانیاں دور کرنے کی ہم اپنے طور پر نہ معلوم

کیا کیا تدبیر کرتے ہیں۔ اور اللہ کے رسول ﷺ نے پریشانی دور ہونے کا جو طریقہ بتلایا ہے اس کو نہیں اختیار کرتے۔ ایک طرف تو حضور ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ صدقہ پریشانیوں کو دور کرتا ہے دوسری طرف یہ فرمایا کہ بخدا صدقہ سے کبھی مال میں کمی نہیں آتی۔ صدقہ سے مال گھٹتا نہیں۔ دونوں باتیں فرمادیں اگر کسی کو مال کی کمی کا شبہ ہو اس کو بھی بیان فرمادیا کہ ایسا نہیں ہوگا۔

ایک بزرگ کا قصہ

۴/۵/سال پہلے کی بات ہے ہندوستان ہی کے ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ جب وہ بیمار ہوتے تو مشورہ کرتے ڈاکٹر کو بلا کر پوچھتے اس بیماری میں کتنا خرچ ہوگا۔ علاج میں کتنا پیسہ لگے گا۔ جتنا پیسہ ہوتا جوڑ کر سب صدقہ کردیتے یہ ان کا حال تھا۔ انسان کا اپنا یقین ہے جس کا جیسا اللہ سے تعلق ہو۔ علاج کرنا کوئی منع نہیں۔ ہم کو تو اللہ رسول کا حکم سمجھ کر صدقہ کرنا چاہئے ذرا سوچیں کہ اللہ نے جو صدقہ کا حکم دیا کیوں دیا؟ کیا اس کے خزانہ میں کمی ہے؟ کیا وہ غریبوں کو مالدار نہیں کرسکتا؟ کیا وہ محتاجوں کو کروڑ پتی نہیں کرسکتا؟ لیکن پھر ہم کو کیا ملتا؟ یہ اللہ کا ایک نظام ہے یہ مالداروں کے لئے کھیتی ہے۔ غریب نہ ہوں تو ہم کو کچھ نہ ملے ہم ثواب سے محروم رہیں۔

غریبوں کے ساتھ ہمدردی

حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات میں آیا ہے کہ قحط کے زمانہ میں پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا اس خیال سے کہ بہت سے اللہ کے بندے بھوکے ہوں گے ہم پیٹ بھر کر کھانا کھائیں وہ بھوکے رہیں۔ نہیں سب کو پہنچ سکتا کم از کم ان کی مشابہت ہو جائے۔ ہم کو بھی کبھی اپنے پڑوسی یا کسی غریب کا گھر یاد آتا ہے؟ ہم بھی کبھی سوچتے ہیں کہ کتنے غریب بھوکے ہوں گے۔ وہ کیا آدمی ہے جو کسی غریب کا اور پڑوسی کا لحاظ نہ کرے۔ وہ دل

کیاجو غریبوں کے ساتھ ہمدردی نہ کرے۔ ہم کم از کم اتناتو لحاظ کریں یہ دیکھیں کہ ہماری کتنی حیثیت ہے اور ہم کتنی ہمدردی کرسکتے ہیں۔ جو کرسکتے ہیں اس میں کمی نہ کریں۔ عید کے لئے اچھے کپڑے بنانے ہوں تو کچھ کم قیمت کے بنواؤ اور اسی رقم سے کسی غریب کا جوڑا بنوادو کھانا جس درجہ کا کھاتے پیتے ہو اس میں کچھ کمی کرکے اپنے بھائی کی مدد کردو۔ کچھ تو ہمارا دل پسیجے، جو حاجت مندوں کی حاجت پوری نہ کرسکے وہ کوئی آدمی ہے؟

شیخ سِرّی کی حکایت

ایک بزرگ شیخ سری سقطیؒ گذرے ہیں عید کے روز عید کی نماز پڑھنے جارہے تھے۔ راستہ میں ایک بچے کو پرانے کپڑے پہنے ہوئے اداس دیکھا پوچھا بیٹا تم نے نئے کپڑے نہیں پہنے۔ بچہ نے روتے ہوئے دبی آواز سے کہا کہ میرے باپ نہیں۔ میرے کپڑے کون بنائے ان کے دل میں چوٹ لگی فوراً واپس ہوئے ایک کھجور کے باغ میں گئے ان اللہ کے بندوں کے پاس خود اتنا مال تو ہوتا نہیں دل ہوتا ہے۔ جو کرسکتے ہیں کرتے ہیں اللہ کے بندوں کے یہاں کوئی پیسہ برستا تھوڑی ہے البتہ کوشش کرتے ہیں جو کہتے ہیں کرتے ہیں۔ ان کے یہاں دکھاوا نہیں ہوتا۔ ہمارے تمام اکابر نے کرکے دکھایا ہے وہ صرف کہتے نہیں تھے بلکہ کرکے دکھاتے تھے، یہی بزرگی ہے اور جو حضور ﷺ کی اتباع نہ کرے وہ ولی اور بزرگ نہیں ہوسکتا۔ وہ باغ پہنچے اور گھٹلیاں چننا شروع کردیں تاکہ اس کو فروخت کرکے اس بچے کے لئے کپڑے کا انتظام کریں۔ لوگ عید کی نماز پڑھنے جارہے تھے اور کہتے تھے حضرت عید کی نماز کا وقت قریب ہے یہ فرماتے مجھے معلوم ہے، عید کی نماز عیدگاہ میں ضروری نہیں اس کا بدل موجود ہے۔ دوسری جگہ پڑھ لوں گا اور جو کرنے جارہا ہوں اس کی تلافی نہیں ہوسکتی۔ گھٹلیاں چن کر لائے اور اس کو فروخت کرکے اسے کپڑوں کا انتظام کیا۔ بزرگی صرف لباس اور تسبیح سے نہیں ہوتی بزرگی تو خدمت سے ملتی ہے۔ اسی سے ترقی ہوتی ہے خلاصہ یہ کہ ہمارے مال کا مصرف صحیح ہونا چاہئے۔ رمضان میں اگر اس کی عادت

ڈال لی جائے تو ہمیشہ باقی رہے گی اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔

حقوق کی ادائیگی کا اہتمام

فرمایا رمضان میں فضائل تو عموماً سب کو معلوم ہی ہیں ہر سال لوگ سنتے سناتے رہتے ہیں ان کے بیان کرنے کی زیادہ ضرورت نہیں البتہ حقوق کی ادا میں بڑی کوتاہی ہوتی ہے اس لئے ارادہ ہے کہ حقوق کے متعلق کچھ بیان کردوں کہ حقوق کی کیا اہمیت ہے اور اسمیں کوتاہی کرنے کا کیا نقصان ہے، شوہر پر بیوی کے کیا حقوق ہیں۔ سب سے زیادہ کوتاہی تو اسی میں ہو رہی ہے۔ عورتوں کو بالکل باندی بنا رکھا ہے۔ طرح طرح کے مظالم ہوتے ہیں۔ گھر کے گھر تباہ ہیں۔ پھر حقوق زوجین سے متعلق حضرت نے بعض کتابیں، رسائل منگوا کر مطالعہ فرمایا اور ظہر بعد حقوق سے متعلق بیان فرمایا۔

حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی سبق آموز حکایت

رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں معتکفین کے سامنے بیان فرمایا کہ منصور عباسی کے دور میں جعفر صادقؒ کا بہت اثر تھا۔ ان کا کام بس اللہ اللہ کرنا اور لوگوں کو سیدھی راہ دکھلانا تھا لوگ آپ کے بہت معتقد تھے، ہر وقت ہجوم رہتا تھا۔ بادشاہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اس کی حکومت زائل نہ ہو جائے ان لوگوں کو اسی کی فکر رہتی ہے کہ ہمارا ملک ہمارے قبضہ سے نہ نکل جائے اور ہماری حکومت کا تختہ نہ پلٹ جائے بادشاہ نے سوچا کہ اگر ان کی خبر نہ لی گئی تو یہ بڑھتے رہیں گے۔ عوام ہمارے قبضہ سے نکل جائیں گے۔ اور ان کا حال یہ تھا۔ کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے باز نہ آتے تھے بادشاہ ہو یا کوئی اور صرف حق ہی بات کہنا جانتے تھے بادشاہ نے وزیر کو حکم دیا کہ جعفر صادق کو دربار میں حاضر کیا جائے وزیر ان کا معتقد تھا وزیر نے کہا بادشاہ سلامت آپ کا ان سے کیا تعلق وہ تو حکومت کے معاملے میں دخل بھی نہیں دیتے ان کو نہ تخت چاہئے نہ بادشاہت وہ تو

اللہ اللہ کرتے ہیں لوگوں کو سیدھی راہ دکھلاتے ہیں بادشاہ کو یہ سنکر سخت غصہ آیا اس نے وزیر کے سر قلم کرنے کا حکم صادر کیا وزیر حضرت صادق کو بلانے پر آمادہ ہو گیا ہر ایک کے بس کی بات نہیں کہ حق معاملہ میں اپنی گردن کٹادے چنانچہ وزیر نے فوراً حکم نامہ پہونچادیا جعفر صادق کو جب اطلاع پہونچی تو انہوں نے ٹھنڈا سانس لیا اور یہ آیت پڑھی ۔قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔اپنے نفس سے خطاب کر کے کہہ رہے تھے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو کوئی کچھ نہیں کر سکتا اور اگر وقت ہی آگیا ہو تو بات دوسری ہے۔اِدھر بادشاہ نے اپنے غلام اور خادموں سے کہہ رکھا تھا کہ جب جعفر صادق آجائیں اور میں اپنے سر سے تاج اتارنے لگوں تو سمجھ لینا کہ میں تم کو ان کے قتل کا حکم دے رہا ہوں یہ پلان پہلے سے طے ہو چکا تھا اور وہ سب لوگ تیار اور منتظر بیٹھے تھے۔

حضرت جعفر صادقؒ صاحب تشریف لے گئے اور دربار میں پہونچے تو بادشاہ خود فوراً تخت سے نیچے اتر کر آیا اور استقبال کیلئے آگے بڑھا بہت عاجزی وانکساری کے ساتھ پیش آیا اور اپنی جگہ سے اتر کر ان کو اپنے تخت پر بٹھلایا۔اور پھر کہا اگر حضرت کچھ فرمائیں تو حکم کی تعمیل کی جائے انہوں نے فرمایا کہ بس یہی حکم ہے کہ خبر دار آئندہ مجھکو دربار میں مت بلانا بادشاہ نے اس کو منظور کیا۔اور بہت منت وسماجت کی اس کے بعد رخصت کرنے کیلئے خود ہی گیا۔اور اس کا بدن تھر تھرانے لگا۔حتیٰ کہ ان کے تشریف لے جانے کے بعد وہ بے ہوش ہو گیا اور جتنی دیر تک نماز کا وقت رہا اتنی دیر تک وہ بے ہوش ہی رہا بعد میں لوگوں نے بادشاہ سے پوچھا کہ یہ ماجرا کیا ہوا؟ کہاں تو قتل کا ارادہ تھا اور کہاں یہ معاملہ بالکل برعکس ہو گیا؟ بادشاہ نے کہا جب جعفر صادقؒ تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ ان کے ساتھ ایک بڑا سانپ (اژدھا) ہے۔جو منھ پھیلائے تخت کے اوپر ہے اور گویا بزبان حال کہہ رہا ہے کہ اگر تم نے ان بزرگ کے ساتھ کچھ حرکت کی تو میں فوراً تم کو اپنے منھ کا لقمہ بنالوں گا۔پھر

حضرت والا نے فرمایا کہ جس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے صحیح ہو اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہر حال میں اس کی نگاہ اللہ پر رہتی ہے۔ ہر شخص کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق قائم کرے اگر یہ بات حاصل ہو تو کوئی اس کا کچھ نہیں کر سکتا حکومت ہو یا سلطنت اس کا کچھ نہیں کر سکتی موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں فرعون تھا ان کا کیا بگاڑا نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کا کیا بگاڑا قارون نے موسیٰ علیہ السلام کا کیا کر لیا لیکن آج یہی چیز مفقود ہے حکومت کا ڈر ہے اس کے قوانین کی خلاف ورزی کا تو خوف ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ذرّہ برابر خیال نہیں یہی وجہ ہے جو ہم کو چاہتا ہے مارتا ہے کاٹتا ہے جس نے چاہا ہم کو جیل میں بھر دیا جس نے جو کچھ چاہا کرالیا یہ سب اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق نہ ہونے کا نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا صحیح تعلق نصیب فرمائے۔

تعلق مع اللہ کی حقیقت

فرمایا اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ اللہ کر لیا چند مخصوص اعمال گنے چنے کر لیئے بس کافی ہو گیا بلکہ پوری زندگی کے اعمال ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے احکام اور حضور ﷺ کی سنّت کے مطابق پوری زندگی گذاری جائے زندگی کا کوئی کام بھی اس کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔ معاملہ چند روز کے اعمال کا نہیں بلکہ زندگی بھر کا معاملہ ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق نصیب فرمائے۔

سب سے اہم چیز نماز ہے اور نماز کے لئے قرآن شریف کی صحت ضروری ہے اگر قرآن شریف صحیح نہ ہو گا تو نماز کیسے صحیح ہو گی۔ اس لئے آپ لوگ حلقے بنائیے اور کم از کم اتنا قرآن شریف صحیح کر لیجئے جس سے نماز تو درست ہو جائے۔ ۲۱ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

انشاء اللہ نہ کہنے کا نقصان

ہمارے حضرت کا معمول ہے کہ رمضان کے ابتدائی چند روز میں پورا قرآن پاک

تراویح میں سنادیتے ہیں اخیر عشرہ میں دوسرا قرآن سناتے ہیں۔ اس کے علاوہ تنہا پڑھتے ہیں بہت سے لوگ جلدی کی وجہ سے سننے کیلئے تھوڑا آجاتے ہیں۔ لیکن اس سال زکام کھانسی کی وجہ سے حضرت کو پڑھنے میں شدید تکلیف ہو رہی ہے۔ بمشکل پڑھا جاتا، جتنا ارادہ کرتے ہیں اتنا بھی نہیں پڑھ پاتے اسی حال میں بیٹھ کر سناتے ہیں ایک روز فرمایا کہ کل اتنے پارے پڑھوں گا اتفاق سے دوسرے روز اور بھی زیادہ کھانسی زکام کی شکایت ہو گئی گلا بیٹھ گیا۔ حضرت نے فرمایا یہ انشاء اللہ نہ کہنے کا نقصان ہے کل اس طرح کہہ دیا اور انشاء اللہ نہیں کہا اللہ نے کہا پڑھو کتنا پڑھتے ہو۔ اسی ضمن میں فرمایا کہ اللہ کی طرف سے پکڑ بھی ہوتی ہے۔ مہمانوں کی وجہ سے حضرت نے جلدی ختم کی یہ صورت تجویز کی کہ دوسرے حضرات سے کچھ پارے پڑھوا لیے اور اخیر دن دس پارے ہو کر قرآن پاک ۵/ رمضان کو پورا ہوا۔

تراویح میں بہت زیادہ قرآن شریف سنانا مطلوب نہیں

دس پارے پڑھنے میں لوگوں کو تعب بھی کافی ہوا۔ دوسرے روز بعض اہل علم نے اس سلسلہ میں کچھ عرض کیا کہ اتنی دقت اٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ واقعی شرعاً تو مطلوب نہیں ہے کہ تراویح میں بہت زیادہ قرآن سنایا جائے بلکہ اگر دیکھا جائے شریعت میں اس کے خلاف ملے گا کیونکہ مقتدیوں کی آسانی کی رعایت ضروری ہے۔ اپنے طور پر نوافل میں جتنا چاہے پڑھے۔ اصل میں بعض لوگ سننے کے لئے آجاتے ہیں ان کی رعایت میں جلدی ختم کر دیتا ہوں۔ ان عالم صاحب نے فرمایا کہ ایک دو مقتدیوں اور محض چند لوگوں کی وجہ سے سب کو پریشانی ہوئی۔ حضرت نے سکوت اختیار فرمایا۔ اور ان کی بات کی فی الجملہ تائید بھی فرمائی۔ دوسرے صاحب نے فرمایا کہ تراویح تو مختلف جگہ ہوتی ہیں اطلاع کر دی جاتی ہے کہ یہاں اتنے پارے ہوں گے جس کو یہاں پڑھنا ہو یہاں پڑھے کم پڑھنا ہو دوسری جگہ جائے اس میں کیا اشکال کی بات ہے۔

رمضان کی ۲۷ / ویں شب کا اجتماع

رمضان کے اخیر عشرہ میں حضرت والا کا اعتکاف فرمانے کا معمول ہے۔ بہت سے مریدین و متوسلین حضرات بھی قرب وجوار اور دور دراز سے سفر کر کے اعتکاف کرنے کیلئے آتے ہیں۔ لیکن ۲۶ / رمضان یعنی ستائیسویں شب کو کافی حضرات جمع ہو جاتے ہیں۔ ایک جم غفیر ہوتا ہے جو اس رات کو قیمتی بنانے کیلئے اور حضرت اقدس کے مواعظ سے مستفید ہونے کی غرض سے حاضر ہوتا ہے۔

آنے والوں کا سلسلہ تو برابر جاری رہتا ہے لیکن ۲۷ / ویں شب کو بڑی تعداد میں لوگ بغیر کسی پروگرام ودعوت کے از خود تشریف لاتے ہیں۔ نہ کوئی جلسہ کا اہتمام ہوتا ہے نہ ہی کسی کو دعوت دی جاتی ہے۔ اور نہ ہی اس کو تشریعی حیثیت دے کر لوگوں کے دلوں میں اس کی اہمیت بٹھائی جاتی ہے کہ لوگ قیمتی راتوں میں کسی جگہ جمع ہو کر ذکر وعبادت کریں کیونکہ اس کو تو فقہاء نے مکروہ اور منع لکھا ہے۔ یہاں کی نوعیت اس سے کچھ مختلف ہوتی ہے وہ یہ کہ لوگوں کو جمع کرنے اور دعوت دینے کا اہتمام قطعاً نہیں کیا جاتا بلکہ حضرت کے متوسلین ومریدین بغرض استفادہ از خود حسب موقع آتے رہتے ہیں۔ اور اس رات میں بکثرت جمع ہو جاتے ہیں۔ لوگوں کے جمع ہو جانے کی وجہ سے وعظ نصیحت کا سلسلہ جاری ہو گیا جس کی وجہ سے لوگوں کی آمد میں اور بھی اضافہ ہو گیا اور لوگوں کا آنا وعظ وتقریر سننے کی غرض سے بھی ہونے لگا۔ بہر حال اگر شب قدر میں تداعی کے ساتھ جمع ہو کر رات گزارنے اور ذکر وشغل کرنے کا اہتمام آج بھی کیا جائیگا تو بلاشبہ حسب تصریحات فقہاء مکروہ اور ممنوع ہوگا۔ اور بغرض استفادہ اور بغرض وعظ وتقریر جمع ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں دونوں کی نوعیت میں بڑا فرق ہے ایک بدعت ہے اور ایک سنّت بلکہ ضروری ہے۔

۲۶ / رمضان کو بڑی تعداد میں لوگ حاضر ہوئے تھے حضرت والا نے عصر کی نماز

کے بعد سب کو مخاطب کرتے ہوئے چند ضروری ہدایات فرمائیں جو درج ذیل ہیں۔

وقت کی قدردانی

فرمایا ۲۶ ر رمضان کو جس طرح رات کا (یعنی ۲۷ ر ویں شب کا) اخیر حصہ بڑا قیمتی اور بہت سے فضائل و برکات کا حامل ہوتا ہے اسی طریقے سے اسکے دن کا آخری حصہ بھی بڑا قیمتی اور بڑی مقبولیت کا وقت ہوتا ہے۔ آپ حضرات دور دراز سے سفر کر کے اپنا گھر بار چھوڑ کر آئے ہیں تو اپنے وقت کو قیمتی بنانے کی کوشش کیجئے۔ اِدھر اُدھر نہ پھریئے، عصر بعد یہاں ذکر کا معمول ہے آپ حضرات بھی جو ذکر کرتے ہیں اس کو پورا کیجئے۔ آپ حضرات یہاں مسجد میں رہنے کیلئے آئے ہیں تو مسجد ہی میں رہیے اِدھر اُدھر ٹہلنے کی عادت نہ ڈالیئے۔ اگر ضرورت پیش آئے تو باہر بھی جایئے لیکن بغیر ضرورت باہر سیر و تفریح نہ کیجئے۔ تمام اوقات مسجد ہی میں گذارنے کی کوشش کیجئے۔ مومن کا دل اگر مسجد میں نہ لگے گا تو کہاں لگے گا۔

مؤمن کیلئے مسجد کی مثال

حدیث پاک میں آیا ہے کہ مومن کیلئے مسجد ایسی ہوتی ہے جیسے مچھلی کیلئے پانی۔ جس طرح مچھلی کا دل پانی کے باہر خشکی میں نہیں لگتا بغیر پانی کے اس کا جینا مشکل ہے۔ پانی میں رہنا اس کی فطرت ہے۔ یہی حال مؤمن کا بھی ہونا چاہیے کہ مسجد کے علاوہ اس کا کہیں جی ہی نہ لگے۔ مسجد میں اس کو سکون حاصل ہو، باہر جانا صرف ضرورت کی وجہ سے ہو باقی خالی اوقات مسجد ہی میں گزریں۔ اس لئے آپ لوگ جب دور دراز سے تشریف لائے ہیں تو وقت کی قدر کیجئے ایک منٹ بھی ضائع نہ ہونے دیجئے۔ اللہ کے نیک بندوں نے ایک ایک منٹ کی قدر کی ہے اور ایک منٹ میں نامعلوم کیا سے کیا بن گئے۔

بلا پوچھے کسی کا سامان لینے کی ممانعت

اس کا بھی خیال رکھیں کہ کسی کا سامان بغیر پوچھے نہ لے جائیں اور جو سامان جہاں سے اٹھائیں وہیں رکھیں۔ آپ نے کسی کا سامان بغیر اس کی اجازت کے لے لیا اب وہ بیچارہ پریشان ہو رہا ہے۔ اگر کبھی شدید ضرورت پیش بھی آجائے (مثلاً لوٹا لینے کی ضرورت ہو) تو پاس والے سے کہہ دو کہ میں یہ لوٹا لیئے جا رہا ہوں بتلا دیجئے گا کہ میں لے گیا ہوں ابھی واپس لے آؤں گا۔ اسلام نے ہم کو سب کچھ سکھلایا ہے معاشرت کے آداب بھی بتلائے ہیں۔ ہماری ذات سے کسی کو تکلیف نہ ہونا چاہئے۔

نظم و ضبط کی اہمیت

منتظمین اور کام کرنے والوں کو چاہئے کہ تمام کاموں کو تقسیم کرلیں اس میں سہولت اور آسانی رہے گی مثلاً یہ کہ پانی پلانے والوں کی ایک جماعت ہو کھانا کھلانے والوں کی ایک جماعت ہو۔ نظم و ضبط سے کام اچھی طرح ہوتا ہے اسلام نے بھی نظم سکھلایا ہے اس کے بغیر کوئی کام نہیں ہو پاتا۔

اسی موقع پر ایک نکاح بھی ہوا۔ وقت بہت کم تھا حضرت نے مختصر وقت میں چند ضروری باتیں ارشاد فرمائیں جو درج ذیل ہیں اس کے بعد نکاح پڑھایا۔

نکاح ایک عبادت ہے

بعد حمد صلوٰۃ ۔قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَعْلِنُوا النِّکَاحَ وَاجْعَلُوْہُ فِی الْمَسَاجِدِ۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نکاح کا اعلان کر دیا کرو۔ اور نکاح مسجد میں کیا کرو۔

نکاح ایک عبادت ہے اگر یہ عبادت نہ ہوتا تو اس کو مسجد میں کرنے کا کیوں حکم

دیا جاتا۔ جبکہ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا بھی ناجائز اور حرام ہے معتکف کیلئے صرف ضرورت کے وقت بات چیت کرنے کی اجازت ہے خرید وفروخت کی اجازت اس کو بھی نہیں اس سے معلوم ہوا کہ نکاح ایک اہم عبادت ہے جبھی تو اس کو مسجد میں کرنے کا حکم دیا گیا۔

نکاح ودعوت میں شرکت

جب نکاح ایک عبادت ہے اور عبادت میں شرکت باعث برکت اور باعث اجر وثواب ہے تو جہاں کہیں بھی نکاح ہو اس میں ضرور شرکت کرنی چاہئے۔ کوئی دعوت دے یا نہ دے بلاوا آئے یا نہ آئے جب علم ہو جائے تو نکاح میں ضرور شریک ہونا چاہئے کیونکہ یہ ایک عبادت اور ثواب کا کام ہے۔

البتہ کھانے کی دعوت میں بغیر دعوت کے نہیں جانا چاہئے یہ حرام اور ناجائز ہے۔ لیکن لوگ نکاح میں شرکت تو کرتے نہیں ہاں دعوت میں بلادعوت کے بھی خوب شریک ہوتے ہیں اگر نکاح اور اس کے بعد کھانا ہو تو ایسے وقت پہونچتے ہیں کہ نکاح سے فراغت ہو جائے یعنی نکاح میں شرکت نہ کرنی پڑے اور کھانے میں شریک ہو جائیں گے۔

مسجد میں نکاح کرنے کے فوائد

حدیث پاک میں مسجد میں نکاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق عمل کر کے نکاح کرنے میں خیر ہی خیر ہے، اس کی حکمتوں اور اسکے فوائد کو کوئی بیان نہیں کر سکتا۔

مسجد میں نماز کے بعد اعلان کر کے نکاح پڑھانے کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ تمام نمازی شریک ہوں گے سب لوگ مل کر دعا کریں گے اس نکاح میں برکت ہوگی۔

ایک فائدہ یہ کہ نمازوں میں فرشتے موجود ہوا کرتے ہیں جب مسجد میں نماز کے بعد نکاح ہوگا تو فرشتے بھی اس میں شریک ہوں گے۔ دعاء میں بھی شریک ہوں گے اس

سے بھی اس نکاح میں خیر و برکت آئیگی۔

ایک فائدہ یہ ہے کہ جب مسجد میں نکاح ہوگا تو تمام طرح کی خرافات اور فضول خرچی سے احتیاط ہو سکتی ہے۔ آج مسلمان نکاح کی محفلوں کی سجاوٹ میں بہت اسراف کرتے ہیں، فضول خرچی کرتے ہیں نکاح کی مجلس کی سجاوٹ میں ساٹھ ساٹھ، ستر ستر ہزار تک خرچ کر ڈالتے ہیں یہ صریح اسراف ہے جو ناجائز اور حرام ہے مسجد میں نکاح ہونے سے تمام طرح کی خرافات سے بچ سکتے ہیں۔ نماز کے بعد نکاح ہونے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ سب کو نماز پڑھنے کی توفیق ہو جاتی ہے سب باوضو رہتے ہیں پھر دعاء کرتے ہیں اس کی خیر و برکت ہی کچھ اور ہوتی ہے۔

اعلان کے ساتھ نکاح کرنے کا فائدہ

حدیث پاک میں اعلان کر کے نکاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے یعنی نکاح اس طرح نہ ہونا چاہئے کہ لڑکا لڑکی چوری چھپکے سے خفیہ طور پر نکاح کر لیں۔ جیسا کہ آج کل ہونے لگا ہے۔ بلکہ علانیہ طور پر سب کے سامنے مسجد میں نکاح کرنا چاہئے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ سنہرے سنہرے کارڈ چھپوانے میں ہزاروں روپیہ ضائع کر دیا جائے۔

اعلان کے ساتھ مسجد میں نکاح کرنے کا ایک یہ بھی فائدہ ہوتا ہے کہ جن دونوں میں رشتہ ہونے جارہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بچپن میں ان دونوں میں ایسا رشتہ ہو گیا ہو (یعنی رضاعت کا رشتہ کہ دونوں نے ایک ماں کا دودھ پیا ہو جس کی وجہ سے دونوں بھائی بہن بن گئے ہوں)۔ جس کی وجہ سے دونوں میں نکاح حرام ہو لیکن ان دونوں کو اس کا علم نہ ہو، سب کے سامنے اور اعلان کر کے نکاح کرنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ اگر کسی کو ایسا رشتہ معلوم ہوگا تو وہ بتلا دے گا۔

نعمت کی حقیقت

۲۷ ویں شب کو آنے والے مہمانوں کے سامنے حضرت نے یہ تقریر فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں

حمد وصلوٰۃ تعوذ تسمیہ - وَاِنْ تَعُدُّ وا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَاتُحْصُوْھَا

ترجمہ اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو اس کا احصاء نہیں کر سکتے صبح سے لیکر شام تک دن بھر میں ہم پر اللہ تعالیٰ کے کیا کیا انعامات ہیں ان کا کسی انسان کو احساس بھی نہیں ہوتا۔

نعمت صرف مال دولت اور کھانا پینا ہی نہیں ہے۔ بلکہ کسی پریشانی اور مصیبت کا نہ ہونا بھی بڑی نعمت ہے۔ آج کل کیسے کیسے امراض اور کیسی کیسی پریشانیاں اور مصیبتیں آتی ہیں۔ آنے والی مصیبت ٹل جائے نہ آئے کیا یہ نعمت نہیں ہے؟ آپ بس میں سفر کر رہے ہیں راستہ میں بس خراب ہو گئی بعد میں معلوم ہوا کہ آگے راستہ میں ڈاکو لگے ہوئے تھے جو گاڑی لوٹنے کیلئے کھڑے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بس خراب کر کے بچالیا کیا یہ نعمت اور اس کا احسان نہیں ہے؟

اس طرح کی کتنی نعمتیں ہوتی رہتی ہیں جن کا ہم کو احساس بھی نہیں ہوتا۔ دن بھر کی نعمتوں کو بھی اگر شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے، زندگی بھر کی نعمتوں کا کون شمار کر سکتا ہے۔

ناشکری کی بات

لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ نعمتوں کا تذکرہ اور شکر کرنا تو ہم جانتے ہی نہیں۔ جب بھی کوئی تذکرہ یا گھر کا چرچہ ہوگا تو ہمیشہ شکایت ہی کریں گے کہ کیا کریں آج کل بڑی پریشانی ہے گھر میں لوگ بیمار ہیں کل سے مجھے بھی بخار آگیا ہے، دو ماہ سے کوئی بیماری لگ گئی

وہ تو یاد ہے اور اس کا تو شکوہ کرتے ہیں لیکن تیس برس تک صحت رہی کوئی بیماری نہ تھی وہ یاد نہیں۔ اس کا شکر یہ نہیں ادا کرتے، پچاس برس تک خوشحالی سے کھاتے پیتے رہے وہ تو بھول گئے اس کا کوئی ذکر نہیں چند روز سے تنگی و پریشانی آگئی تو اس کا ہر وقت تذکرہ اور ہر وقت شکوہ۔ یہ کیسی ناشکری کی بات ہے۔ اسی لئے آج کل برکت نہیں۔ شکر کرنا اور اس راہ سے ہم کچھ لینا جانتے ہی نہیں۔

نعمت کی حقیقت اور اس کا استحضار

نعمت صرف مال دولت ہی کو نہیں کہتے۔ اور ہر وقت مال دولت ہی سے کام نہیں بنتا کبھی پیسے ہوتے ہیں لیکن پھر بھی کام نہیں بنتا۔ مال دولت کا ڈھیر لگا ہے لیکن پریشانی ہی پریشانی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہماری ذات میں نعمتیں رکھی ہیں کبھی ان میں بھی تو غور کریں کہ اس کی ہم پر کیسی کیسی نعمتیں ہیں۔ اللہ نے ہم کو پیر دیئے ہیں جن سے ہم چلتے ہیں اگر اللہ ہم کو لنگڑا پیدا کر دیتا تو ہمارا کیا حال ہوتا۔ اس کی قدر پوچھو ان لوگوں سے جو پیروں سے معذور اور چلنے پھرنے سے مجبور ہیں۔ کیا یہ اللہ کی نعمت نہیں ہے؟ اللہ نے ہم کو صحیح و سالم ہاتھ دیئے ہیں ان سے ہم کام کرتے ہیں کھاتے پیتے ہیں۔ کیا یہ نعمت نہیں ہے؟

اگر ہمارے ہاتھ شل ہو جاتے تو ہم کیا کر سکتے تھے۔ اللہ نے ہم کو آنکھیں دی ہیں یہ کتنی بڑی نعمت ہے کتنے ہیں جو اس نعمت سے محروم ہیں۔ اگر اللہ ہم کو مادر زاد اندھا پیدا کر دیتا تو ہمارا کیا حال ہوتا۔ اور ہم کیا کر لیتے۔ کیا یہ سب نعمتیں نہیں ہیں؟ ان نعمتوں کی طرف ہمارا ذہن کیوں نہیں جاتا۔ کیا مال دولت ہی صرف نعمت ہے؟

اللہ نے ہمارے رہنے کا انتظام کر دیا آرام سے گھر میں رہتے ہیں سوتے ہیں۔ کتنے ہیں جو بیچارے مارے مارے پھرتے ہیں۔ ایک ماہ اس گھر میں ایک ماہ اس گھر میں، کبھی اس گھر سے نکالے جا رہے ہیں کبھی اس گھر سے بھگائے جا رہے ہیں کہیں سکون کے ساتھ

رہنے کا ٹھکانہ نہیں۔ اللہ نے ہم کو سکون کے ساتھ رہنے کی جگہ تو دی ہے کیا یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت نہیں ہے؟ ان باتوں کی طرف ہمارا ذہن کیوں نہیں جاتا اور ان نعمتوں کی قدر کیوں نہیں ہوتی۔ اللہ نے جو نعمتیں دے رکھی ہیں ان کا تو شکر یہ ادا کرتے نہیں اگر کوئی مصیبت آگئی تو شکوہ شکایت اور ناشکری کرنے لگتے ہیں۔

نعمت صرف مال دولت کا نام نہیں ہے

ایک سبق آموز حکایت

ایک شخص کا قصہ میں بار بار سنایا کرتا ہوں۔ اور وہ بڑا سبق آموز قصہ ہے ہم سب کو اس سے عبرت لینا چاہئے۔ وہ یہ کہ ایک شخص کسی بزرگ کی خدمت میں برابر جایا کرتا تھا۔ اور جب بھی جاتا آئے دن شکوہ شکایت کیا کرتا کہ حضرت بڑی پریشانی چل رہی ہے بڑی تنگدستی اور عسرت کے ساتھ گزر ہو رہی ہے۔ مقروض ہو گیا ہوں۔ آج یہ نقصان ہو گیا۔ گھر میں برکت نہیں بہت پریشان ہوں، خسارہ ہی خسارہ ہے مجھ سے زیادہ شاید ہی کوئی پریشان ہو۔ سارا پیسہ ختم ہو چکا اور آمدنی کی کوئی صورت نہیں۔ فاقہ کی نوبت ہے۔

آئے دن وہ شخص ان بزرگ کے پاس جاتا اور ہمیشہ اسی قسم کی شکایتیں کرتا وہ بزرگ برابر سنتے رہتے۔

بزرگوں سے تعلق کیوں ہونا چاہئے

آج کل بزرگوں سے لوگ اسی واسطے تعلق رکھتے ہیں کہ دنیا حاصل ہو جائے گی۔ شادی ہو رہی ہے تو بزرگ کو بلائیں گے تاکہ برکت ہو جائے۔ مقدمہ چل رہا ہے اس میں دعاء کرائیں گے تاکہ کامیابی مل جائے بس انھیں مقاصد کے خاطر لوگ بزرگوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ارے اللہ والوں سے تعلق اللہ واسطے ہونا چاہئے، آخرت کے خاطر تعلق ہونا

چاہئے ،اللہ کی معرفت اور اپنے نفس کی اصلاح کے واسطے تعلق ہونا چاہئے۔ صحابہ کرامؓ کا حال دیکھ لیجئے، کہ سخت پریشانی کے حال میں ہیں فاقہ پر فاقہ ہو رہا ہے لیکن اپنی پریشانی لیکر حضور ﷺ کے پاس نہ گئے، جب گئے تو یہ پوچھا کہ یارسول اللہ ہماری نجات کس طرح ہوگی، ہماری آخرت کس طرح بنے گی۔ آج جس نیت سے اور جس مقصد سے لوگ بزرگوں کے پاس جاتے ہیں وہی ان کو حاصل ہوتا ہے جو چیز حاصل کرنے کی ہے وہ حاصل نہیں کرتے۔ اپنی دنیاوی پریشانی بھی ان سے کہہ سکتے ہیں لیکن صرف یہی نہ ہونا چاہیے۔

عَود الی القصہ

میں قصہ سنارہا تھا کہ وہ شخص ایک بزرگ کے پاس بہت کثرت سے جایا کرتا اور ہمیشہ یہی شکوہ کرتا تھا کہ بہت تنگی ہے اگر اتنے روپیوں کا انتظام ہو جائے تو کام بن جائے-ایک دن ان بزرگ نے اس شخص سے کہا کہ تمہارا انتظام ہو جائے گا کل آنا۔وہ شخص بڑی خوشی خوشی واپس ہوا۔اور دوسرے روز ان بزرگ نے اس شخص سے کہا کہ تم کو جتنے روپیوں کی ضرورت ہو لاکھ دس لاکھ مل جائیں گے لیکن تم کو ایک چیز دینا پڑے گی جو تمہارے پاس ہے۔ تمہارا اس میں کوئی نقصان بھی نہیں تم اپنی ایک آنکھ نکال کر ایک شخص کو دیدو وہ تم کو دس لاکھ روپیہ دیدیگا دونوں دیدو بیس لاکھ مل جائیں گے۔اس پر وہ تیار نہیں ہوا۔اور اس وقت اس کی آنکھیں کھلیں۔ کہ اللہ نے جو کچھ ہم کو دے رکھا ہے یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ آنکھ ناک کان یہ سب اللہ کی بڑی نعمتیں ہیں ان کے مقابلہ میں مال دولت کی کوئی حیثیت نہیں اور ہم پر تو اللہ کی نعمتیں اس سے بھی بڑھ کر ہیں لیکن ہم کو اس کا احساس نہیں۔

ایمان سب سے بڑی نعمت ہے

اللہ نے ہم کو ایمان کی دولت نصیب فرمائی ہے یہ کتنی بڑی نعمت ہے کیا اس سے

بڑی بھی کوئی نعمت ہو سکتی ہے، اور اس نعمت کا بھی کوئی بدل ہے؟ دنیا میں ہے کوئی ایسی نعمت جو اس نعمت کا مقابلہ کر سکے؟ کیا ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی اس بات پر راضی ہو سکتا ہے کہ سلطنت اور حکومت کو لیکر اپنے ایمان کو ختم کر دے؟ لیکن کیا ہم کو اس نعمت کی قدر ہے؟ کیا اس نعمت کی ہم کو قدر نہیں کرنی چاہیے؟ ان باتوں کی طرف بھی تو ہمارا ذہن جانا چاہیے ہمارے ذہنوں میں تو صرف مال دولت ہی کی محبت ہے اور اسی کو ہم نعمت سمجھتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا بہت بڑی نعمت ہے

اللہ نے ہم کو ایسے نبی کی امت میں پیدا فرمایا ہے کہ اگر وہ نہ ہوتے تو دنیا کا وجود نہ ہوتا۔ جنکی امت میں ہونے کیلئے پیغمبروں نے تمنائیں کیں ہم ایسے نبی کی امت میں ہیں۔ اس امت کو اللہ نے جس طرح نوازا ہے اور جو کرم کا معاملہ فرمایا ہے کسی اور امت کو نہیں نوازا۔

"ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کی مثال دوسری امتوں کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے ایک شخص نے کچھ مزدوروں کو کام پر رکھا۔ کچھ تو صبح سے کام پر آئے، ان سے اجرت طے ہوئی، کچھ اور بعد میں آئے، کچھ ایسے تھے جو اخیر دن میں آئے لیکن مزدوری ان کو زیادہ ملی جو آخر میں آئے تھے۔ اب دوسرے مزدوروں نے شکایت کی کہ ہم نے زیادہ کام کیا اور مزدوری کم ملی، ان لوگوں نے کم کام کیا اور مزدوری زیادہ ملی۔ وہ مالک جو کام کرا رہا ہے جواب دے کہ جتنا تم سے طے ہوا تھا اس میں تو کمی نہیں کی وہ کہیں کہ نہیں اس میں کمی نہیں ہوئی۔ مالک جواب دے کر یہ پھر میری خوشی جس کو جتنا چاہے دوں۔ ایسے ہی میری امت کا حال ہے کہ کام کا بوجھ زیادہ نہیں ڈالا لیکن اجرت ہے زیادہ، ایک عمل پر دس گنا اجر"[1]۔ تو اللہ تعالیٰ کا اس امت پر انتہائی فضل اور رحم

[1] "یہ سات سطریں حضرت اقدس نے تصحیح کے وقت اپنے قلم سے تحریر فرمائیں۔

کرم ہے لیکن کیا کبھی ہم کو اس نعمت کی قدر ہوئی ہے؟ کبھی اس نعمت کا بھی ہم نے شکر ادا کیا؟

غور تو کرو کہ اللہ نے اس امت کو کس طرح نوازا ہے۔ ایک ہی عمل ہے اگر گھر میں کرو تو اس کا ثواب کچھ اور ہے مسجد میں کرو تو اس کا ثواب کچھ اور ہے اگر ایک ہی نماز دکان میں پڑھتا ہے تو اس کا ثواب کچھ اور ہے اگر وہی نماز مسجد میں پڑھی جائے تو اس کا ثواب اس سے زیادہ ہے اسی نماز کا ثواب جامع مسجد میں اور بڑھ جاتا ہے مسجد نبوی خانہ کعبہ میں اور بڑھ جاتا ہے، تو عمل ایک ہی ہے لیکن تھوڑے فرق سے ثواب بڑھ جاتا ہے یہ سب دینے کے بہانے ہیں۔

وضو ایک عمل ہے اگر یوں ہی کر لیا جائے تو بھی ثواب ملے گا لیکن اگر اسی وضو کو مسواک کے ساتھ دعاؤں کو پڑھتے ہوئے کیا جائے تو اس کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔ عمل تو ایک ہی ہے لیکن اس کا ثواب بڑھتا جاتا ہے۔ ایک عمل اگر غیر رمضان میں کرو تو اس کا ثواب کچھ ہے لیکن رمضان میں اسی عمل کا ثواب ستر گنا ہو جاتا ہے۔ یہ سب دینے کے بہانے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا کرم ہے اس امت پر اور کن کن بہانوں سے اللہ نے ہم کو نوازا ہے لیکن ہم کو ان نعمتوں کی قدر نہیں۔

ہمارا حال تو یہ ہے کہ جب بھی تذکرہ کرتے ہیں تو مصیبت اور پریشانی کا۔ دکان میں گھاٹا ہو گیا۔ لڑکیوں کی شادی کرنا ہے اور کہیں سے رشتہ نہیں آرہا۔ لڑکیوں کو تو ایک مصیبت اور وبال جان سمجھ رکھا ہے۔

والدین سے جتنا تعلق لڑکیوں کو ہوتا ہے لڑکوں کو نہیں ہوتا

حالانکہ ماں باپ کی خاطر داری اور ان کی خدمت جتنا لڑکیاں کر لیتی ہیں لڑکے نہیں کر سکتے، اور لڑکیوں کو جتنا تعلق اور محبت اپنے والدین سے ہوتا ہے لڑکوں کو نہیں ہوتا۔ لڑکی تو سوچتی ہے کہ میں چند روز کی مہمان ہوں کچھ دنوں کے بعد مجھے اس گھر سے

جدا ہونا ہے میں تو اپنے ماں باپ کو دیکھنے کو ترسوں گی۔ لیکن وہ لڑکی جو چند روز کی مہمان ہے اور جو کچھ دنوں کے بعد آپ کے گھر سے نکل کر دوسرے گھر جانے والی ہے وہ ہمارے لئے ایک کانٹا بن جاتی ہے۔اور شادی کے بعد تو اس کے ماں باپ بھی اس کو اتنا نہیں چاہتے جتنا کہ پہلے چاہتے تھے۔اور جہاں ایک دو بچہ ہو گئے پھر تو ماں باپ کے پاس رہنا بھی دشوار ہو تا ہے۔ ماں باپ یہ کہتے ہیں کہ صاحب میرے ہی گھر کا خرچ پورا نہیں ہو تا۔ میں دوسروں کا کہاں سے پورا کروں۔

لڑکی کی فضیلت

حدیث پاک میں لڑکی کے بہت فضائل آئے ہیں۔ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ جس شخص کے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی اس نے پرورش کی، اسکے ساتھ اچھا سلوک کیا، اس کی تعلیم و تربیت کی اور اس کی شادی کی تو فرمایا ایسا شخص جنتی ہے۔

خدانخواستہ اگر لڑکی مطلقہ یا بیوہ ہو جائے پھر تو بیچاری کا کہیں ٹھکانہ نہیں۔وہ کہاں جائے ؟ ارے جہاں سے آئی ہے وہاں نہ جائے گی تو اور کہاں جائے گی اگر ماں باپ اور بھائی کو اس سے محبت نہ ہو گی تو کس کو ہو گی۔ اگر بھائی کے پاس ٹھکانہ نہ پکڑے گی تو کس کے یہاں ٹھوکریں کھائے گی حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایسی لڑکی جو مطلقہ یا بیوہ ہو کر گھر واپس آجائے اس پر خرچ کرنا بہترین صدقہ ہے، اس پر خرچ کرنے میں صدقہ کا ثواب ملے گا۔ ہم بہت سے صدقات کرتے ہیں۔ اللہ کے راستہ میں پیسے خرچ کرتے ہیں یہ بھی تو ایک صدقہ ہے اس میں بھی تو ثواب ملے گا۔

ہم لوگوں کا عجیب حال بن چکا ہے کہ لڑکی کی شکل نہیں دیکھنا چاہتے ماں تو بیچاری مجبور ہوتی ہے۔ وہ کر ہی کیا سکتی ہے۔ ورنہ ماں کے اندر لڑکی کی بہت محبت ہوتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیٹی فاطمہؓ کے ساتھ سلوک

ذرا اندازہ لگائیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیٹی فاطمہؓ سے کس قدر تعلق تھا جب آپ کہیں سفر میں تشریف لے جاتے تو سب سے اخیر میں مل کر جاتے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ سے ملاقات کرتے ۔اور فرماتے کہ بیٹی فاطمہؓ مجھے تیری جدائی کا بہت صدمہ ہوتا ہے میں چاہتا ہوں کہ جاتے وقت سب سے اخیر میں مل کر جاؤں اور آنے کے بعد سب سے پہلے تم سے ملاقات کروں تاکہ جدائی کا زمانہ کم ہو۔ اور حال یہ تھا کہ فاقہ پر فاقہ ہوتا تھا یہ ہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ۔ اور یہ ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیٹی سے تعلق اور محبت۔

پریشانی کے وقت نعمتوں کا استحضار

میں یہ عرض کررہا تھا۔ کہ حالات آتے رہتے ہیں مصیبتیں اور پریشانیاں بھی آتی ہیں لیکن عین مصیبت اور پریشانی کے وقت بھی تو اللہ کی دوسری نعمتوں کا استحضار ہونا چاہئے۔ اللہ نے جو نعمتیں دی ہیں ان کو سوچے، ایمان کی نعمت دی ہے۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے اس کا استحضار کرے۔ اور یہ بھی تو ایک نعمت ہے کہ یا اللہ مجھ پر یہی مصیبت آئی ہے اس سے بڑی مصیبت نہیں آئی۔ اس سے بڑی مصیبت بھی تو آسکتی تھی اور کتنے لوگ ہوں گے جو اس سے بڑی پریشانیوں میں مبتلا ہوں گے ۔ شکوہ شکایت اور ناشکری کی کوئی بات زبان سے نہ نکالنی چاہئے البتہ اللہ سے دعا کرنا چاہئے، شکر بھی کرے اور عافیت کی دعا بھی مانگے۔

شب قدر کی اہمیت

اللہ نے یہ رات دی ہے یہ بھی بہت بڑی نعمت ہے۔ کتنے اللہ کے بندے ایسے ہوں گے جو گزشتہ سال زندہ تھے لیکن اس سال انتقال کرگئے۔ اس خیر و برکت سے محروم

ہو گئے۔اور کتنے ہوں گے جو آج زندہ ہیں لیکن آئندہ سال محروم ہو جائیں گے۔اس لئے اللہ نے جو نعمت دی ہے قیمتی رات نصیب فرمائی ہے اس کی قدر کیجئے۔نوافل پڑھئے، قرآن پاک تلاوت کیجئے۔دعائیں کیجئے۔نیند آئے تو سو جایئے۔سونا کوئی ناجائز اور حرام نہیں ہے۔ فی نفسہ جاگنا مقصود نہیں ہے بلکہ عبادت کرنا مقصود ہے جب سونے لگیں تو ارادہ کر لیجئے کہ اٹھ کر پھر نماز پڑھنا ہے۔نوافل کا خوب اہتمام کیجئے۔اور اپنی پریشانیوں کیلئے خوب رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیجئے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوتا ہے کہ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ اس کی مغفرت کی جائے، ہے کوئی مصیبت زدہ کہ اس کی پریشانی دور کی جائے، ہے کوئی مانگنے والا کہ اس کی مراد پوری کی جائے یہ اعلان رات کے اخیر حصہ تک ہوتا رہتا ہے پھر بھی اگر ہم محروم رہ جائیں تو ہم سے زیادہ بد نصیب شخص کوئی نہ ہوگا۔

اس کا خیال رہے کہ فضول باتوں میں اِدھر اُدھر کی بکواس اور سیر و تفریح میں اپنے اوقات ضائع نہ کیجئے اپنے آپ کو عبادت میں مشغول رکھیے نیند آئے تو سو جایئے۔بس دعا کرو اللہ تعالیٰ اس رات کی قدر دانی نصیب فرمائے۔اور آئندہ اس نعمت سے ہم کو محروم نہ فرمائے۔وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین برحمتك یاارحم الرحمین۔

۲۷ /ویں شب کو لوگوں کا ہجوم اور حضرت کی تشویش

رمضان کے اخیر عشرہ میں معتکفین بغرض استفادہ آتے ہیں اور ۲۷ /ویں شب کو بہت کافی تعداد میں لوگ آنے لگے، دکانیں بھی بعض لوگوں نے لگانا شروع کر دیں، بعض لوگوں کے کہنے کے مطابق میلہ کی سی شکل ہونے لگی اور اصل مقصود فوت ہونے لگا لوگ آتے ہیں گویا سیر و تفریح کر کے چلے جاتے ہیں۔اور ہر سال یہ سلسلہ تیزی سے بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے،اس کے علاوہ بکثرت لوگ تعویذ کی فرمائش بھی کرتے ہیں۔اور مصافحہ کے لیے بڑا ہجوم لگتا ہے۔بڑی بے اصولیاں و زیادتیاں ہوتی ہیں،انتظامات کی زحمت الگ،۔

حضرت نے اس سال ۱۴۱۷ھ میں فجر بعد تمام لوگوں کو اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ اعتکاف کا مقصد تو یہ ہے کہ لوگ عبادت کریں، عبادت میں جی لگے، کچھ دین کی باتیں سنی سنائی جائیں لیکن یہ مقصد تو پورا نہیں ہوتا ہر سال لوگ بڑھتے جارہے ہیں آپ حضرات نے سفر کس لئے کیا ہے، خدا کے واسطے آئندہ سال آپ لوگ نہ آئیں، میں خود بھی نہ رہوں گا کہیں اور چلا جاؤں گا۔ باز آیا ایسے اعتکاف سے، آپ لوگ آئندہ سال ہرگز نہ آئیں"۔

حضرت نے فرمایا کہ میرا تو ویسے بھی مزاج گمنامی کا ہے جی چاہتا ہے کہ ایسی جگہ رہوں جہاں کوئی جاننے والا نہ ہو، سکون کی جگہ ہو، اعتکاف تو میں شروع ہی سے کررہا ہوں اور ابتک معمول جاری ہے پہلے گاؤں کی مسجد میں اعتکاف کرتا تھا اس وقت تنہا مجھ کو وحشت ہوتی تھی کچھ ساتھیوں کو آمادہ کرتا تھا کہ مسجد میں سو جایا کرو۔ پھر رفتہ رفتہ کچھ لوگ آنے شروع ہوگئے۔ اس وقت میرا روز کا معمول تھا کہ اوّابین میں تین پارے پڑھتا تھا۔ تین پارے تراویح میں۔ اور تراویح کے بعد تین پارے نوافل میں اور پھر تہجد میں تین پارے اور دن میں بھی ان کی تلاوت کرتا تھا۔ اس طرح روزانہ تقریباً ۲۴ پارے کا معمول تھا۔ اس وقت اتنا ہجوم تو ہوتا نہ تھا پڑھنے کے علاوہ کچھ اور کام ہی نہ تھا۔ رفتہ رفتہ جب لوگ آنا شروع ہوگئے تو مدرسہ کی مسجد میں اعتکاف شروع کردیا۔ ۲۷/ ویں شب کو کچھ زیادہ لوگ آجاتے تھے۔ عبادت کرتے اور کچھ دین کی باتیں بھی ہوجاتیں لیکن اب اس کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ میلہ کی سی شکل ہوگئی اس لئے اب مجھے تردّد ہوگیا۔ اپنے اوپر میں اعتماد نہیں کرتا، ہردوئی حضرت کی خدمت میں لکھا ہے دیکھیں کیا جواب آتا ہے۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ آنے والے کسی بری نیت سے نہیں آتے کوئی دنیا کمانے یہاں نہیں آتے جو آتے ہیں اچھی ہی نیت سے آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو کچھ دین کی بات بھی ہوجاتی ہے اس لئے آنے سے کچھ نہ کچھ تو فائدہ ہوتا ہی ہے۔ بے فائدہ اب بھی نہیں۔ بہت سے لوگ اعتراض کرتے ہیں بدنام کرتے ہیں، مجھے کسی کی پرواہ نہیں بس اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو۔ مجھے تو صرف

یہ ڈر لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کہیں یہ نہ پوچھ لے کہ اپنے بندوں کو میں نے تمہارے پاس بھیجا تھا تم نے ان کو واپس کر دیا بس اس کا ڈر لگتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہاں آنے سے کچھ تو نفع ہوتا ہی ہے یہاں کون سی دولت لٹ رہی ہے کہ دنیا لینے یہاں آئیں گے۔ کچھ لوگوں نے برکات بھی دیکھے۔ کچھ واقعات بھی ہیں کچھ انوار بھی اس سال نظر آئے، یہ سب نیک لوگوں کی برکت ہے۔ نیکوں کی صحبت میں آنے سے کچھ تو فائدہ ہوتا ہی ہے۔ حدیث شریف میں تو یہاں تک آیا ہے هُمُ الْجُلَسَاءُ لَايَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ کہ نیک لوگ ایسے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا۔ حدیث پاک میں قصہ آیا ہے کہ دینی مجلس کے پاس سے ایک شخص گذر رہا تھا سننے کے قصد سے نہیں آیا تھا یوں ہی ٹھہر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی بخش دیا۔ اب حضرت کے پاس ہردوئی خط لکھا ہے جواب کا انتظار ہے۔ (افسوس کہ حضرت کا خط اور اس کا جواب احقر کو دستیاب نہ ہو سکا)۔

نوجوانوں کو تہجد کی پابندی

فجر کے بعد طلباء سے فرمایا کتنے افسوس کی بات ہے کہ اب تک تم لوگوں میں رات میں اٹھنے تہجد پڑھنے کی عادت نہیں ہوئی۔ اگر ابھی نہ پیدا ہوئی تو کب ہوگی جوانی میں نہ ہوگی تو کیا بڑھاپے میں ہوگی۔ جوانی ہی کا موقع ہوتا ہے جو کچھ کرنا ہو کر لو۔ بڑھاپے میں تو آدمی معذور ہو جاتا ہے۔ اگر ہم تہجد میں اٹھ کر دو رکعت نہیں پڑھ سکتے تو کیا اللہ سے ہمارا تعلق ہے۔ ہم اتنا بھی مجاہدہ نہیں کر سکتے۔

باب ۳

بیعت کیسے شیخ سے کی جائے

ایک صاحب نے حضرت سے بیعت کی درخواست کی حضرت نے فرمایا دوسرے بہت سے اکابر موجود ہیں ان سے بیعت ہو جائیے۔ ہر شخص سے بیعت نہیں ہونا چاہیے، جس کے اندر صلاحیت ہو اسی سے بیعت ہونا چاہیے۔ صلاح الگ چیز ہے اور اصلاح الگ چیز ہے جسکے اندر صلاح ہو یعنی خود نیک صالح ہو کوئی ضروری نہیں کہ وہ اصلاح بھی کر سکے صالح مصلح میں بڑا فرق ہے۔ ہر صالح مصلح نہیں ہوتا۔

ان صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میرا رجحان تو آپ ہی کی طرف ہے۔ حضرت نے فرمایا میری مشغولیت تم دیکھ رہے ہو نہ زیادہ ذکر ہے نہ شغل ہے جو ذکر شغل زیادہ کرتا ہو اس سے فائدہ ہوگا لیکن وہ صاحب برابر اصرار کرتے رہے حضرت نے فرمایا اچھا خط کتابت جاری رکھنا۔ ملاقات کرتے رہنا بعد میں بتلاؤں گا۔

بزرگوں کی شہرت کی وجہ سے بیعت کا فیصلہ نہ کیجئے

بعض آنے والے مہمانوں نے بیعت کی درخواست کی حضرت نے فرمایا اتنی جلدی بیعت کا فیصلہ نہ کیجئے۔ تم میرے حال سے واقف نہیں میں تمہارے حال سے واقف نہیں۔ صرف سن کر بیعت نہیں ہونا چاہیے۔ چند رکعات نوافل پڑھتا دیکھ کر بیعت کی درخواست کردی۔ کچھ دن رہو دیکھو خط کتابت کرو مناسبت ہو جائے، فائدہ محسوس ہو تو بیعت ہو جاؤ۔ اتنی جلدی بیعت کا فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔

محض بزرگوں کے پاس رہنے سے اصلاح نہیں ہوتی جب تک کہ آدمی خود اپنی اصلاح نہ چاہے

فرمایا محض بزرگوں کے پاس رہنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ آدمی خود اپنی اصلاح نہ چاہے۔ بہت سے لوگ بزرگوں سے مطلب کے لئے تعلق رکھتے ہیں اور بزرگوں سے ناجائز فائدے اٹھاتے ہیں۔ لوگوں کے سامنے بزرگ سے اپنی بزرگی اور اپنا قرب ظاہر کرتے ہیں تاکہ لوگوں سے خوب نفع اٹھائیں۔ ایک صاحب نے دوسروں سے میرے نام بیس پچیس ہزار روپیہ لے لیا لوگوں نے دیدیا اور پھر وصول نہ ہوا۔ ایک صاحب یہاں سے پڑھانے گئے اور لوگوں سے کہا کہ حضرت کا میں بہت خاص آدمی ہوں۔ خادم ہوں مجھ کو بھیجا ہے۔ ان کو ایک مکان خریدنا تھا لوگوں سے رقم طلب کی کسی نے کہا کہ حضرت سے لکھالو حضرت چند سطر لکھ دیں گے تو تم کو پیسہ مل جائے گا۔ وہ صاحب یہاں مجھسے لکھانے آئے میں نے تو صاف انکار کر دیا کہ میں اس طرح نہیں لکھا کرتا اگر کسی صاحب نے اس طرح کہا ہے تو خود وہ میرے پاس خط لکھیں اور خود مجھ سے معلوم کرلیں ان کو میں جواب لکھوں گا۔

بزرگوں سے تعلق صرف دنیا کمانے کیلئے رہ گیا ہے بہت کم لوگ بچ پاتے ہیں۔ ایک صاحب ایک بزرگ کے خادم اور صاحب اجازت بھی ہیں ان کے پاس ایک مرتبہ گیا اور دوستی کی وجہ سے ان کے لئے بھی علحدہ ھدیہ لیکر گیا تھا کہنے لگے مولانا ارے یہاں تو بھرا پڑا ہے کھائے نہیں چلکتا اور اس میں خوب تصرف کرتے ہیں خود کھاتے ہیں دوسروں کو بھی کھلاتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ انھیں کی ملک ہے۔ ایسے لوگوں کی کیا اصلاح ہوگی۔ بزرگوں کے پاس رہ کر لوگ بنتے بھی ہیں بگڑتے بھی ہیں جو جس نیت سے رہتا ہے اس کو وہی حاصل ہوتا ہے۔

ایسے مرید کو فیض نہیں ہوتا

ایک صاحب حضرت کی خدمت میں بیعت کے لئے تشریف لائے تھے، حضرت اقدس نے وقت مقرر فرمادیا کہ فلاں وقت وضو کر کے آجایئے گا۔ اور وقت مقررہ پر حضرت اقدس باوضو اُن صاحب کا انتظار فرمارہے تھے لیکن مہمان صاحب کا پتہ نہیں تھا، ادھر ادھر ٹہل رہے تھے، حضرت اقدس کو سفر بھی کرنا تھا، کافی دیر بعد مہمان صاحب تشریف لائے۔ حضرت اقدس ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میرے تمہارے مزاج میں مناسبت نہیں ہے۔ تم کو فائدہ نہیں ہوگا، کسی اور سے بیعت ہونا مناسب ہے، حضرت اقدس نے ان کو بیعت نہیں کیا اور سفر میں تشریف لے گئے۔

میں تعویذ لینے والوں کو بیعت نہیں کرتا

ایک صاحب تعویذ کی غرض سے حاضر ہوئے اور کئی تعویذ لینے کے اور کافی پریشان کر لینے کے بعد فرمایا کہ بیعت کر لیجئے۔ حضرت نے فرمایا اس طرح بیعت نہیں ہوا جاتا، پہلے کام میں لگئے، کچھ کام کریئے پھر بعد میں بیعت بھی ہو جایئے گا، نماز کی پابندی شروع کر دیجئے، اور پندرہ برس کے بعد سے جتنی نمازیں چھوٹی ہوں ان سب کی قضاء کیجئے۔ اور صبح وشام استغفار اور تیسرے کلمہ اور درود شریف کی ایک ایک تسبیح پڑھا کیجئے۔

ان صاحب نے فرمایا کہ کاغذ میں لکھوا دیجئے، احقر راقم الحروف کاغذ نکالنے لگا، حضرت نے فرمایا کہ اس میں آپ کو کیا یاد نہیں رہے گا؟ اتنی بات آپ کو یاد نہ رہے گی کہ پندرہ برس کے بعد سے جتنی نمازیں چھوٹ گئی ہوں ان کی قضا کرنا ہے، پھر وہ صاحب چلے گئے ان کے جانے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ سب بہانے ہوتے ہیں مقصد تو ہوتا ہے تعویذ لینا اور کہتے ہیں کہ بیعت کر لیجئے۔ تاکہ خوب توجہ ہو۔

بہت سے لوگ آکر کہتے ہیں کہ مجھے بیعت کر لیجئے، پھر تعویذ بنواتے ہیں اس لئے

تعویذ والوں کو تواب میں بیعت ہی نہیں کرتا، اگر بیعت ہونا ہے تو تعویذ مت لو، تعویذ لو تو بیعت مت ہو، اور بیعت جلدی کرنا بھی نہیں چاہیے، لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ تو منھ پھیلائے (یعنی ہر وقت تیار) بیٹھے ہیں فوراً بیعت کرلیں گے، اس کے بعد پھر ان سے جو چاہو کام کرالیں گے، بیعت ہونا بالکل آسان سمجھ رکھا ہے۔

ایک بزرگ کی حکایت اور اس سے اخذ کردہ فوائد

فرمایا ایک صاحب ایک بزرگ کی خدمت میں استفادہ کی غرض سے حاضر ہوئے اور تقریباً سات سال تک ان کی خدمت میں رہے لیکن اتنی مدت گزر جانے کے بعد بھی جیسے تھے ویسے ہی رہے، ان کے حالات میں کچھ تبدیلی نہ آئی، نہ ان کا مقصود حاصل ہوا، شیخ نے جب دیکھا کہ یہاں رہنے سے میری ذات سے ان کو فائدہ نہیں ہو رہا ہے اس لئے دوسرے بزرگ کی خدمت میں ان کو بھیج دیا وہاں جاکر ان کی اصلاح ہوئی اور حالات میں کافی تبدیلی آئی، پہلے بزرگ نے فرمایا کہ یہ اُن ہی کا کمال ہے کہ ان کی ذات سے اس شخص کو فیض ہوا۔

پورا واقعہ سنانے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ دیانت داری کا تقاضا یہی ہے کہ ہر ایک کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کیا جائے، جب ان کی ذات سے اس شخص کو فائدہ نہیں ہوا تو دوسرے بزرگ کے پاس بھیج دیا، پہلے بزرگان دین اور مشائخ میں ایسے ہی تعلقات ہوا کرتے تھے، ہر ایک میں انکساری، تواضع، عاجزی پائی جاتی تھی، ہر شیخ اپنے کو کمتر اور دوسرے کو اچھا اور بڑا سمجھتا تھا، جب ان بزرگ نے دوسرے بزرگ کے پاس بھیجا تو ان بزرگ نے اس کے جواب میں فرمایا اور یہ ان کے وسعت ظرف کی بات تھی کہ آپ کا حکم سر آنکھوں پر میں ہر خدمت کے لئے تیار ہوں۔ اسی طرح اِس مرید کا بھی حال تھا وہ بھی بڑے پکے تھے کہ ان سب کے باوجود اپنے سابق شیخ سے بدگمان نہ ہوئے اور یہ نہ سوچا کہ ان کی ذات سے مجھے کچھ نہ ملا بلکہ برابر خدمت میں حاضر ہوتے رہے، اور فرمایا کہ مجھے جو کچھ ملا ہے آپ ہی کی توجہ سے ملا ہے، ملنے کا راستہ کچھ بھی ہو، لیکن ملا ہے آپ ہی کی

رہنمائی سے۔ پہلے لوگوں کے ایسی ہی حالات ہوتے تھے، نہ کسی سے بدگمانی اور نہ کسی سے کینہ اور بغض، اور جب تک ایسے لوگ موجود تھے اچھا ماحول تھا خیر ہی خیر تھی برکت ہی برکت تھی۔

اہل علم اہل مدارس اور بزرگان دین و مشائخ کے درمیان باہم ایسے ہی تعلقات ہونے چاہیئے یہ کوئی تجارت اور کپڑے کی دکان نہیں ہے کہ خریدار میری ہی دکان میں آئے دوسرے کے پاس نہ جائے بلکہ مسلمانوں کو تو دوکانداری میں بھی ایسا نہ ہونا چاہیے کہ خریدار فلاں کی دوکان میں نہ جائے اور میرے یہاں آجائے۔ وہاں سے نہ خریدے مجھ ہی سے خریدے۔ حضرت نے فرمایا اس واقعہ سے بہت سی باتیں معلوم ہوئیں،

(۱) ایک تو یہ کہ جو شخص دوسرے کے متعلق جو بہتر سمجھتا ہو اسی کا مشورہ دے، اپنی ذات کو نہ دیکھے بلکہ دوسرے کے نفع کو دیکھے۔

(۲) دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جس کو دوسرے کے پاس بھیجا جائے تو پوری امانت داری اور دیانت داری کے ساتھ اس پر محنت کرے، اور اس کو کامیاب کرنے کی پوری کوشش کرے۔

(۳) تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ مدرسہ کے اساتذہ اور مہتممین میں بھی یہ بات ہونی چاہیے کہ جس طالب علم کے حق میں جو بہتر سمجھتے ہوں دیانت داری کے ساتھ اسی بات کا مشورہ دیں۔ ایسا نہ ہو کہ محض طلبہ کی تعداد بڑھانے کے لئے اپنے مدرسہ میں طلبہ کو روکے رکھیں، بلکہ جس میں طلبہ کا نفع ہو اسی بات کا ان کو مشورہ دیں۔ اس کا خیال بھی نہ ہونا چاہیے کہ فلاں طالب علم میرے مدرسہ میں کیوں نہیں آیا، نیز تمام مدرسہ والوں میں باہم الفت و محبت اور اچھے تعلقات ہونا چاہیئے۔

(۴) چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ افادہ واستفادہ کا طریق کچھ اور ہی ہے جب تک اس طریقہ کے مطابق نہ حاصل کیا جائے گا فیض نہ ہوگا، کسب فیض کے لئے خلوص اور ادب شرط ہے، اس کے بغیر نہ کسی کو ملا ہے نہ کسی کو مل سکتا ہے۔

شیخ ابو سعیدؒ کا واقعہ

حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے غالباً ان کا نام ابو سعید ہے ان کا واقعہ ہے کہ ظاہری علوم سے فراغت کے بعد ان کو فکر ہوئی کہ باطنی اصلاح کے لئے کسی شیخ کامل کے پاس جانا چاہیے، حضرت کے ایک خلیفہ بخارا میں رہتے تھے، وہاں کا قصد کیا، شیخ کو جب معلوم ہوا تو میلوں دور آکر ان کا استقبال کیا، اور خوب خاطر مدارات کی، بہت اعزاز و اکرام کیا اور بہت محبت و خلوص سے پیش آئے، انسان کو جس در سے کچھ ملتا ہے اس راہ کے کتے کی بھی قدر ہوتی ہے، اور اس سے بھی محبت ہوتی ہے، کئی دن اس طرح گزر گئے، ایک دن صاحبزادے صاحب نے فرمایا کہ حضرت میں تو یہاں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ جو نعمت ہمارے گھر سے لے کر آئے ہیں وہ آپ مجھے بھی عنایت فرمائیں، میری اصلاح فرمائیں۔ اتنا سننا تھا کہ شیخ کو فکر ہوئی اور فرمایا کہ اگر یہ بات تھی تو تم نے پہلے کیوں نہیں کہا، اتنی دیر کیوں کردی، بلا وجہ اتنا نقصان ہوا، اس کے بعد حکم دے دیا کہ جاؤ فلاں مقام پر رہو اور گھوڑے کی نگرانی کرو، اس کی لید اٹھاؤ، گھاس کا پانی کا انتظام کرو، کچھ دن کے بعد ایک مرتبہ بھنگن سے کہا کہ کوڑے کی ٹوکری ان کے اوپر ڈال دینا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، صاحبزادے نے غصہ میں ترچھی نگاہ سے دیکھا اور کہا کہ نہ ہوا گنگوہ ورنہ بتا دیتا، شیخ کو معلوم ہوا تو فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تکبر باقی ہے پھر اور مجاہدہ کروایا، کچھ دنوں بعد پھر بھنگن سے اسی طرح کہا، اِس مرتبہ جب بھنگن نے کوڑا ڈالا تو صاحبزادے نے خود اس سے معافی مانگی کہ مجھ سے کیا قصور ہو گیا ہے، شیخ نے فرمایا کہ اب تکبر زائل ہو گیا ہے اب استعداد پیدا ہو گئی ہے، اگر قلب صاف نہ ہو، اس میں تکبر کی گندگی اور ظلمت ہو تو اس میں نور کس طرح آسکتا ہے، اگر گلاس میں پیشاب بھرا ہو تو اس میں خوشبو کس طرح آسکتی ہے، جب تک وہ پیشاب زائل نہ ہو گلاس میں خوشبو نہیں آسکتی، پھر اس کے بعد بنے ہیں شیخ ابو سعید، ان سے بہت فیض پہنچا، ایک عالم سیراب ہوا۔ اور یہاں لوگوں میں تکبر اور

سارے رذائل موجود ہیں اور بنے ہیں شیخ التفسیر شیخ الحدیث بتاؤ بھلا ایسے لوگوں سے کیا فیض پہنچے گا، الٹا گمراہی اور فساد کا دروازہ کھلے گا۔

سب سے بڑا مجاہدہ اور کرامت

کوئی بزرگ اور شیخ کسی کو کوئی درجہ نہیں دیتا

حضرت کے متعلقین و متوسلین میں سے ایک صاحب نے حضرت سے اپنے معمولات و ظائف میں اضافہ کی درخواست کی اور ایسے مجاہدات کی فرمائش کی جس سے اونچے درجات حاصل ہوں، حضرت نے فرمایا یہ تو کسی کو نہیں معلوم کہ کس کا درجہ کیا ہے اور کون کس درجہ کو پہنچا ہوا ہے، یہ تو وہاں جا کر پتہ چلے گا کس کا کیا مقام ہے، کوئی بزرگ کوئی شیخ کسی کو کوئی درجہ نہیں دیتا درجہ تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے طریقہ شیخ بتلاتا ہے، بڑے بڑے مجاہدات کرنے والے بزرگان دین گزرے ہیں لیکن کس کا کیا درجہ ہے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور سب سے بڑا مجاہدہ تو یہ ہے کہ فرائض میں کوتاہی نہ ہو، اتباع سنت ہو، ہر کام میں اللہ کی رضامندی پیش نظر ہو سب کے حقوق کی ادائیگی ہو، کسی کو ہماری ذات سے تکلیف نہ ہو، بس یہی سب سے بڑا مجاہدہ ہے یہی بزرگی ہے یہی کرامت ہے۔ اسی سے درجات حاصل ہوں گے، اور کسی کو کیا معلوم کہ ہمارے یہ اعمال اللہ کے یہاں مقبول بھی ہیں یا نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے لوگ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی حیات میں آپ کے ساتھ جو اعمال کر لیئے اس کے بارے میں تو کچھ امید ہے کہ آپ کی برکت سے اللہ تعالیٰ قبول فرمالے، اور آپ کے بعد جو اعمال کئے ان میں تو اگر اتنا ہو جائے کہ گرفت نہ ہو، نہ ثواب ہو نہ عذاب تو غنیمت ہے پھر کس کا منہ ہے کہ اپنے ان ٹوٹے پھوٹے اعمال پر ناز کرے، سب سے بڑی چیز خلوص ہے۔ بس کام میں لگا رہے اپنی فکر کرے اور اللہ سے امید رکھے۔

اپنے شیخ سے پوچھے بغیر دوسری جگہ استفادہ کے لئے نہیں جانا چاہیئے

حضرت اقدس کا معمول ہے کہ رمضان شریف میں فجر بعد گاؤں اور خاندان کے تمام چھوٹے بچوں بچیوں کو مسجد میں بلا کر خود قرآن شریف پڑھاتے ہیں اور نگرانی کرنے کے ساتھ خود اپنا بھی پڑھتے رہتے ہیں۔ خاندان کی بعض بچیوں کو عربی فارسی بھی پڑھاتے ہیں کئی گھنٹے یہی معمول جاری رہتا ہے۔ اس کے بعد ڈاک وغیرہ دیگر معمولات ہوتے ہیں اور موقع ملا تو دوپہر کو قیلولہ فرماتے ہیں

ایک مرتبہ حضرت بچوں کو پڑھا رہے تھے ایک صاحب حضرت کے سامنے آکر گردن ہلا ہلا کر ذکر کی ضربیں لگانے لگے حضرت والا ان کو دیکھ رہے تھے، طبعی طور پر حضرت والا اس طرز کو ناپسند فرماتے ہیں کہ سامنے آکر اس طرح کوئی ذکر کرے گویا اپنے کو دکھلا رہے ہیں، لیکن مروّت کی وجہ سے مہمانوں کی رعایت میں ان کی دل شکنی نہیں فرماتے اور ٹوکنے والی باتوں کو ٹوک بھی دیتے ہیں۔ یہ صاحب جو حضرت کے سامنے الا اللہ الا اللہ کی ضربیں لگا رہے تھے حضرت نے ان سے فرمایا یہ گردن کیوں ہلاتے ہو ذکر کرو، اس طرح ذکر کرنے کو کس نے کہا ہے؟ آپ کس سے بیعت ہیں؟ کہا کہ مفتی صاحب سے حضرت نے فرمایا تو یہاں کیوں آئے ہو، آپ کو تو وہیں جانا چاہیئے تھا اور اس طرح فیض ہوتا بھی نہیں آپ کو ان سے اجازت لینا ضروری ہے اور آپ کو تو وہیں جانا چاہیئے۔

علماء و عوام کے لئے اصلاح کا دستور العمل

گجرات کے ایک عالم صاحب حضرت کی خدمت میں بغرض استفادہ حاضر ہوئے، اصلاح نفس اور معمولات کے متعلق بعض باتیں دریافت کیں حضرت نے ان سے فرمایا کہ

مشغول عالم کے لئے توبارہ تسبیحات اور مناجات مقبول بہت کافی ہیں اس سے زائد اسکو وقت ہی کہاں ملے گا۔ اپنے متعلق فرمایا کہ میں بھی یہی تسبیحات پڑھتا ہوں اور اس میں بھی کبھی ناغہ ہو جاتا ہے تو دوسرے وقت پورا کرنے کی کوشش کرتا ہوں، میں نے تو معمول بنالیا ہے کہ فجر سے پہلے تسبیحات پوری کرلیتا ہوں کبھی مطالعہ زیادہ کرنا ہوتا ہے تو وہ بھی رہ جاتی ہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت تو پہلے خوب مجاہدے فرما چکے ہوں گے۔ فرمایا کہ میری تو شروع ہی سے مشغولی رہی ہے سولہ کتابیں پڑھایا کرتا تھا فراغت کے سال میری عمر تقریباً ۲۱ ربرس کی تھی الحمدللہ شروع ہی سے مشغولی رہی ہے حضرت اقدس ناظم صاحب کے ساتھ تھانہ بھون جانا ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک ہفتہ قیام ہوا۔ حضرت ناظم صاحب نے اس وقت کچھ پڑھنے کے لئے فرمایا تھا وہ بھی سب کے لئے ضروری نہیں اور اصلاح اس پر موقوف نہیں، مشغول عالم کے لئے بارہ تسبیح کا معمول کافی ہے اس سے زائد وقت ہو تو کام میں لگے، مطالعہ کرے، کچھ لکھے پڑھے، اپنے آپکو ہی گھیرے، اس قدر مشغول کرلے کہ دوسرے سے بات کرنے کا وقت ہی نہ ملے، دوسری باتوں کی طرف ذہن ہی نہ جائے ساری خرابی ادھر ادھر کی باتوں ہی سے ہوتی ہے، اس سے بہتر ہے کہ سورہے، لیکن اِدھر اُدھر کی باتوں میں نہ مشغول ہو، علماء کے لئے تو بس یہی ہے کہ خالی اوقات میں مطالعہ کریں، اور عوام کے لئے یہ ہے کہ اپنے کام میں لگ جائیں جو وقت خالی ہو گھر میں رہے بیکاری سے بہت نقصانات ہوتے ہیں۔ مشغولی سے متعلق اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ میرے ساتھی مولانا جامی صاحب تھے ہم دونوں ایک ساتھ رہتے ایک ہی تخت میں دونوں اپنے اپنے کام میں لگے رہتے دن بھر لکھنا پڑھنا کتاب دیکھنا بس یہی کام تھا، پورا پورا دن گزر جاتا ایک بات کرنے کی نوبت نہ آتی۔ ایک مرتبہ مولانا جامی نے میرا نام لے کر فرمایا کہ صدیق اگر میں قسم کھالوں کہ ہم دونوں دن بھر کوئی ایک بات بھی فضول نہیں کرتے تو حانث نہ ہوں گے۔ کام ہی سے چھٹی نہ ملتی تھی تو بات

کیا کرتے۔ بس ہر شخص اپنے کو گھیر لے، کسی نہ کسی کام میں لگا رہے فضول باتوں کے لئے وقت ہی نہ ملے تو بہت سے مفاسد سے بچ جائیگا۔

اور اصل بزرگی یہی ہے کہ گناہوں سے بچا رہے اتباع سنت کا اہتمام ہو، اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ ہو اسی کا نام بزرگی ہے، یہی سب سے بڑا معمول ہے۔

ذکر جہری یا سرّی

ایک صاحب نے حضرت سے پوچھا کہ ذکر سرّی کا طریقہ بتلا دیجئے حضرت نے فرمایا اس چکر میں نہ پڑیئے اور فرمایا کہ ذکر میں جہر یا سر کی کوئی پابندی نہیں جس طرح جی لگے اسی طرح ذکر کریئے۔ البتہ اتنا خیال رکھیئے کہ اگر لوگ سو رہے ہوں تو ذکر جہری نہ کریئے لوگوں کی نیند خراب ہو گی ایسے وقت ذکر سرّی ہی افضل ہے۔

ایمان کی حلاوت

فرمایا حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان میں بھی حلاوت ہوتی ہے۔ اور طاعت و عبادت میں بھی حلاوت ہوتی ہے لیکن یہ حلاوت معنوی ہوتی ہے، کھانے پینے کی حلاوت تو حِسّی ہوتی ہے اس کا ذائقہ محسوس ہوتا ہے لیکن ان اعمال کی حلاوت معنوی ہوتی ہے۔ اور بعض اللہ کے بندوں کو اعمال میں بھی حِسّی حلاوت نصیب ہو جاتی ہے چنانچہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ کے حالات میں لکھا ہے فرماتے ہیں کہ جب اللہ کہتا ہوں تو منہ میں ایسی مٹھاس محسوس ہوتی ہے کہ شکر میں بھی ایسی نہیں۔ لیکن یہ حلاوت ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی البتہ معنوی حلاوت ہر ایک کو نصیب ہو سکتی ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ عبادت میں اس کو مزہ آنے لگے اس کے بغیر چین نہ پڑے اسی میں اس کو سکون نصیب ہو۔

مولانا الیاس صاحبؒ کا واقعہ

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ سفر میں تھے تھکے ماندے ایک مسجد میں پہنچے رفقاء سفر تو آرام کرنے لگے مولانا نے وضو کر کے نماز کی نیت باندھ لی اور فرمایا کہ مجھے تو اس میں سکون ملتا ہے یہ ایمانی حلاوت ہی کا اثر تھا۔ حضرت مولانا حکیم اللہ بجنوری بہت بڑے بزرگ تھے ایک مرتبہ کلکتہ تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ مولانا احتشام الحق صاحب کاندھلوی تھے ان کو امیر بنالیا تھا۔ کلکتہ میں حضرت مولانا حکیم اللہ صاحب کو ہیضہ ہو گیا ڈاکٹروں نے اٹھنے بیٹھنے حرکت کرنے سے بھی منع کر دیا تھا۔ تہجد کے وقت اٹھنے کی اجازت چاہی مولانا احتشام صاحب نے تاکید سے منع فرمادیا اور فرمایا کہ ڈاکٹر نے حرکت کرنے سے منع کیا ہے آپ اٹھ کر تہجد پڑھنے کو فرمارہے ہیں؟۔

مولانا خاموش ہو کر لیٹے رہے تھوڑی دیر بعد پھر اٹھنے کی اجازت چاہی پھر سختی سے منع کر دیا۔ اس طرح تین مرتبہ ہوا۔ مولانا نے اخیر میں فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھ لینے دو ورنہ جان نکل جائے گی۔

یہ ہے ایمانی حلاوت عبادت سے اس قدر شغف کہ اس حالت میں بھی جبکہ ڈاکٹر نے منع کر دیا ہے، شرعی اور طبعی عذر موجود لیکن پھر بھی ناغہ برداشت نہیں ہو رہا اس کے بغیر چین نہیں آتا۔

فرمایا ایمانی حلاوت کے بھی مختلف اقسام ہوتے ہیں جیسے کسی کو کوئی کھانا اچھا لگتا ہے کسی کو گوشت اچھا لگتا ہے کسی کو دال چٹنی اور اچار، کسی کو آم اچھا لگتا ہے کسی کو خربوزہ تربوز۔ اس طرح ایمانی اعمال میں کسی کو نماز سے شغف ہوتا ہے کسی کو تلاوت سے کسی کو ذکر سے، کسی کو نوافل میں حلاوت نصیب ہوتی ہے کسی کو لکھنے پڑھنے میں یہ سب ایمانی حلاوت کے شعبے ہیں۔

خط کشیدہ عبارت حضرت نے اپنے قلم سے نظر ثانی کے وقت تحریر فرمائی۔

ایک بزرگ کا معمول

فرمایا ایک بزرگ کا معمول تھا کہ روزانہ جب صبح ہوتی تو فرماتے کہ اچھا ہمارے اللہ نے ہم کو ایک موقع اور دے دیا اور دن بھر خوب عبادت کرتے۔ وقت کو ضائع نہ کرتے۔ جب شام ہوتی رات آتی تو پھر فرماتے کہ اچھا ہمارے مالک نے ہم کو ایک رات اور دیدی پھر اس رات میں خوب عبادت کرتے کہ شاید یہی آخری رات ہو۔ اسی طرح روزانہ کرتے اور ہمیشہ ان کا یہی معمول تھا۔ وقت بالکل ضائع نہ کرتے۔ فضول بات کبھی نہ کرتے۔

فرمایا مجھے تعجب ہوتا ہے کہ لوگوں کو اتنا وقت کیسے مل جاتا ہے اِدھر اُدھر کی بکواس میں وقت ضائع کرتے ہیں۔ کیا ضروری کاموں سے فارغ ہوگئے ان کے پاس کچھ کام ہی نہیں۔ طالب علم کو تو فرصت ہوناہی نہیں چاہئے اس کا تو ایک ایک منٹ قیمتی ہے۔ تعجب ہے کہ سیر تفریح کرنے اور مجلس جمانے کا وقت کیسے مل جاتا ہے۔

تہجد کی اہمیت

فرمایا سردی کی راتوں کی بہت قدر کرنا چاہیے۔ اس کو سیزن کا زمانہ کہا گیا ہے۔ لمبی لمبی راتیں ہوتی ہیں اگر ان راتوں میں بھی تہجد نہ پڑھے گا۔ تو پھر کب پڑھے گا۔ کسی کو کچھ ملا نہیں ہے جب تک تہجد کا اہتمام نہیں کیا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ دنیا میں اگر رہنے کا جی چاہتا ہے تو بس صرف دو وجہ سے۔ گرمی کے دنوں میں روزے رکھوں دوسرے سردی کی راتوں میں اللہ کی عبادت کروں، تہجد پڑھوں۔

عبادت چھوٹ جانے پر رنج نہ ہونا بے حسی کی علامت ہے

فرمایا غلطی ہر انسان سے ہوتی ہے لیکن غلطی ہو جانے کے بعد اس کا احساس نہ ہونا،

اس پر ندامت نہ ہونا انتھائی بے حسی کی علامت ہے۔ تم لوگوں کی نمازیں کس قدر چھوٹتی ہیں شاید ہی کوئی دن ایسا جاتا ہو کہ پانچوں وقت کی نماز تکبیر اولیٰ کے ساتھ مل جاتی ہو لیکن نہ اس کی کچھ پرواہ نہ غم، جس کو رکعت چھوٹ جانے تکبیر اولیٰ چھوٹ جانے کا غم نہ ہو سمجھ لو کہ اس کو عبادت کا ذوق شوق نہیں اس نے عبادت کا ذائقہ اور لذت چکھی نہیں۔ اس کے باطن میں کچھ نہیں وہ بالکل خالی ہے چاہے جتنا بڑا علامہ ہی کیوں نہ ہو، نماز کسی وجہ سے چھوٹ جائے تو اس کے بعد رنج افسوس تو ہونا چاہیے اور آئندہ کیلئے فکر و عزم ہو کہ اب نہ چھوٹے گی۔

کمال ایمان کی علامت

فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے جس نے کسی سے اللہ کے واسطے محبت کی، اور اللہ ہی کے واسطے بغض رکھا۔ کسی کو کچھ دیا تو اللہ کے واسطے اور نہ دیا تو اللہ کے واسطے، ایسے شخص نے اپنے ایمان کو کامل کر لیا۔

فرمایا اللہ کے واسطے محبت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص بہت دیندار ہے لیکن تمہارے گھر والوں سے کسی وجہ سے اس سے نااتفاقی ہے سلام کلام بند ہے تمہارے باپ چچا وغیرہ کوئی اس سے بات نہیں کرتے، لیکن وہ شخص دیندار ہے، ایسے شخص سے محبت کرنا، اچھا برتاؤ کرنا اور حسن اخلاق سے پیش آنا یہ کمال ایمان کی علامت ہے اور یہی مطلب ہے مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ الخ کا۔ کیونکہ دینداروں سے محبت کرنا ہی اللہ واسطے محبت ہے، یعنی کوئی شخص برادری اور خاندان کا ہو یا نہ ہو لیکن چونکہ دیندار ہے اللہ کا نیک بندہ ہے اس لئے تم کو اس سے محبت ہونی چاہئے یہی کمال ایمان ہے۔

اس طرح مثلاً ایک شخص کے اعمال و اخلاق بڑے خراب ہوں، وہ شخص فاسق، فاجر، ظالم، بدکردار، شرابی، جواری ہو لیکن تمہارے گھر والوں سے اس کی دوستی ہو تو ایسے شخص سے اس کی بدعملی و بداخلاقی کی وجہ سے بغض اور نفرت رکھنا یہ بھی کمال ایمان کی علامت

ہے۔ لیکن اس کی ذات سے نفرت نہ ہو بلکہ اس کے اعمال بد سے نفرت ہو۔ کتنا ہی قریبی کوئی شخص ہو جب اللہ کی نافرمانی اور اس کی بغاوت پر تُلا ہوا ہے تو اس سے نفرت اور انقباض کا ہونا یہ اللہ پر ایمان اور اس سے محبت کی علامت ہے۔ اسی طرح کسی شخص کو مال دینا، کھلانا پلانا سب اللہ ہی کے واسطے ہو یہ بھی ایمان کی علامت ہے، مثلاً ایک شخص ہے جس کو تم جانتے اور پہچانتے بھی نہیں، تمہارے خاندان اور برادری کا بھی نہیں لیکن حاجت مند اور پریشان حال ہے تو ایسے شخص کی مدد کرنا اور اسکو مال دینا یہ اللہ کی محبت کی وجہ سے ہوگا جو کمال ایمان کی علامت ہے،

اس کے برخلاف اگر کوئی شخص بھیک مانگتا ہے، قریبی رشتہ دار ہے، یا ملنے والا اور پڑوسی ہے، خواہ لڑکا ہی کیوں نہ ہو لیکن معلوم ہے کہ بڑا فاسق فاجر سینما باز ہے، پیسہ ہاتھ میں آیا فوراً گناہ کے کام میں خرچ کیا تو ایسے شخص کو نہ دینا اور اس سے اپنا ہاتھ روک لینا یہ اللہ کے واسطے روکنا ہوا جو کمال ایمان کی علامت ہے۔

جس کے اندر یہ چاروں اوصاف موجود ہوں تو سمجھو کہ اس کا ایمان کامل ہے، اور اگر کسی میں یہ اوصاف نہ ہوں تو سمجھو کہ اس کا ایمان ناقص اور نامکمل ہے۔

شیطان تین چیزوں کے ذریعہ اکثر انسانوں کو بہکاتا ہے

شیطان نے ایک مرتبہ ایک بزرگ سے کہا تھا کہ میں تین چیزوں کے ذریعہ انسانوں کو اکثر بہکاتا ہوں بخل، حسد، نشہ،

بخل کی مذمت

بخیل آدمی کا بخل اس کی ذات تک محدود نہیں رہتا اور صرف اتنی ہی بات نہیں ہوتی کہ وہ بخیل ہے، مال خرچ کرنا نہیں جانتا، اگر صرف اتنی ہی بات ہوتی تو کوئی ایسی بات نہ تھی لیکن جس کے اندر بخل ہوتا ہے وہ مال کا حریص بھی ہوتا ہے۔ اور ہر وقت اسی دھن

میں لگا رہتا ہے کہ کب کس طریقہ سے کوئی پھنسے اور مال ہمارے قبضہ میں آئے، وہ حلال و حرام کی بھی پرواہ نہیں کرتا، وہ یہ بھی نہیں دیکھتا کہ کس کی حق تلفی ہو رہی ہے کس پر ظلم ہو رہا ہے، اس کو تو بس اپنی جیب بھرنے کی فکر رہتی ہے، بخیل آدمی میں ہمدردی رحمدلی نہیں ہوتی، خوف خدا، تقویٰ اور ہر چیز سے وہ آزاد ہوتا ہے، بخیل آدمی کی قباحت اس کی ذات تک محدود نہیں ہوتی بلکہ دوسروں تک بھی اس کے اثرات پہنچتے ہیں اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ ۲۳؍رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ

بخل کی حقیقت

فرمایا بخل اس کو کہتے ہیں کہ جن مواقع میں اللہ نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور وہ خرچ نہ کرے وہ بخیل ہے، اللہ نے زکوٰۃ کا حکم دیا ہے اگر کوئی زکوٰۃ نہ دے خواہ لوگوں کو کتنا ہی کھلائے پلائے شریعت میں وہ بخیل ہے، اور جو شخص ضرورت کے مواقع میں خرچ کرتا ہے جہاں کہ شریعت نے حکم دیا ہے وہ بخیل نہیں ہے گو عرف میں لوگ اس کو بخیل کہتے ہوں۔

دوسروں کی نیند خراب کر کے ذکر جہری کرنے والے صاحب کو تنبیہ

شدید گرمیوں کے موسم میں سحری میں بیدار ہونے کا معمول ڈھائی بجے کا ہے ایک صاحب بہت پہلے سے اٹھ گئے اور دو بجے سے ذکر جہری کرنے لگے جس کی وجہ سے لوگوں کی نیند خراب ہوئی۔ حضرت نے ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا عجیب لوگ ہوتے ہیں دوسروں کی نیند خراب کر رہے ہیں۔ ان کو خیال بھی نہیں ہوتا۔ ان سے کہہ دو کہ ڈھائی بجے سے پہلے ذکر جہری نہ کیا کریں۔

ایک صاحب ذکر جہری بڑی شدت سے کر رہے تھے حضرت نے فرمایاان سے کہہ دو کہ اتنے زور سے ذکر نہ کیا کریں کچھ آہستہ کریں۔

پابندی توپابندی کرنے سے ہوتی ہے

ڈاک لکھی جارہی تھی اس میں ایک صاحب نے خط میں لکھا تھا کہ ذکر کی پابندی نہیں ہوپاتی ، معمولات پورے نہیں ہوتے ، حضرت نے فرمایا کہ پابندی نہیں کرپاتے توچولہے بھاڑ میں جائیں، یہ تواختیاری بات ہے، کچھ کرنے ہی سے ہوتا ہے، میں کوئی گولی تھوڑی ان کو کھلادوں گا کہ اس کے کھانے سے سب کچھ ہو جائے گا۔پابندی توپابندی کرنے ہی سے ہوتی ہے۔

ایک بزرگ کی حکایت

فرمایاایک بزرگ کو ایک مرتبہ گوشت کھانے کا شدید تقاضا ہوا چنانچہ گوشت لے کر رکھ لیا، نفس بار بار تقاضا کر رہا تھا کہ جلدی کھاؤ،اور خوب پھول رہا تھا کہ آج گوشت کھانے کو ملے گا،ان بزرگؒ نے اپنے نفس سے خطاب کر کے فرمایا کہ اچھا آج اس وجہ سے خوش ہو رہا ہے کہ گوشت کھانے کو ملے گا۔ خبردار تیرے خوش کرنے کے لئے نہیں کھاؤں گا۔ برسوں تو میں نے تجھ کو پچھاڑا ہے اور آج تو مجھ کو پچھاڑے گا،اس کے بعد پھر وہ گوشت غریبوں کو صدقہ کردیا۔ایسے لوگ بھی گزرے ہیں۔

خوب کھاؤاور نیک کام کرو

ایک مرتبہ فرمایا کھانے پینے میں مجاہدہ کرنا یعنی کم کھانا، پیٹ بھر کر نہ کھانا یہ کوئی کمال نہیں ہے اور نہ ہی یہ مقصود ہے ، اصل چیز تو عمل ہے ،اگر عمل میں کوئی فرق نہیں آتا۔ تو کیسا ہی کھائے پیئے سب درست ہے کوئی حرج نہیں۔ خوب کھاؤ بھی اور خوب کام

بھی کرو، پہلے لوگوں کے قویٰ بہت مضبوط ہوتے تھے ان کو تقلیل طعام یعنی کم کھانے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا تھا۔ اور آج کل قویٰ کمزور ہیں اس لئے اس قسم کا مجاہدہ آج کل مناسب نہیں۔ اور اپنے کو پہلے بزرگوں پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔

خدمت خلق کی اہمیت

فرمایا غریبوں فقیروں سے محبت کرنا اور مخلوق کی خدمت کرنا بہت بڑی چیز ہے اصل ترقی مخلوق کی خدمت کرنے سے ہوتی ہے۔ آج کل لوگوں کو اس طرف توجہ نہیں، حالانکہ اس کے بغیر ترقی ہوتی ہی نہیں، اب تو بزرگ اور دیندار اس کو سمجھتے ہیں جو نوافل خوب پڑھے، تہجد، تسبیحات خوب پڑھے، حالانکہ اصل چیز مخلوق کے ساتھ معاملات کا صحیح ہونا اور ان کی خدمت کرنا ہے، حدیث شریف میں ہے اَلْخُلْقُ عِیَالُ اللّٰہ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ یعنی تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے، اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ اس لئے اس کا بہت اہتمام کرنا چاہئے۔ ۱۴۰۵ھ

اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق ہونے کی علامت

بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق ہونے کی علامت یہ ہے کہ مخلوق کے ساتھ اس کا تعلق صحیح ہو، صرف نماز روزہ ہی دینداری نہیں ہے بلکہ معاملات بھی صحیح ہونا چاہیے، اس میں کوتاہی نہ ہو، کسی کو اس کی ذات سے تکلیف نہ ہو، یہ ہے بڑی دینداری، اور اس راہ سے بہت کچھ ملتا ہے، اور اس راہ سے جو ترقی ہوتی ہے دوسرے مجاہدات سے بھی اتنی ترقی نہیں ہوتی۔ ۲۱؍ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ

جنید بغدادیؒ کو اتنا بلند مقام کیسے نصیب ہوا

حضرت جنید بغدادیؒ کو جو اتنا بلند مقام نصیب ہوا تھا دو وجہ سے ایک تو یہ کہ انہوں نے والدہ کی خدمت بہت کی تھی، دوسرے یہ کہ ایک مرتبہ ان کے یہاں کچھ مہمان آئے ہوئے تھے۔ اور گھر کے دروازہ میں کواڑ نہ تھے جس سے ہوا آرہی تھی۔ سردی کا موسم تھا، مہمانوں کی راحت کے لئے خود حضرت جنید بغدادیؒ دروازہ پر کھڑے ہوگئے تاکہ ہوا نہ آئے، اور رات بھر کھڑے رہے، اللہ تعالیٰ کو یہ ادا بہت پسند آئی، اللہ نے اتنا بلند مقام نصیب فرمایا۔

بِشرحافی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

فرمایا حضرت بشر حافیؒ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ سردیوں میں ان کے قریب کمبل رکھا ہوا تھا، تھر تھر کانپ رہے تھے لیکن قریب میں رکھا ہوا کمبل نہیں اوڑھ رہے تھے، کسی نے پوچھا کہ حضرت یہ کمبل اوڑھ لیجئے، فرمایا نہ معلوم کتنے غرباء فقراء ایسے ہوں گے جن کے پاس اوڑھنے کا سامان نہ ہوگا وہ بھی سردی کی وجہ سے کانپ رہے ہوں گے، میرے قبضہ میں یہ تو ہے نہیں کہ سب کے لئے کمبل کا انتظام کروں، ہاں یہ میرے بس میں ہے کہ کم از کم میں ان کی مشابہت اختیار کرلوں، اور میں بھی انھیں کے ساتھ ہو جاؤں ، اس لئے اس کو نہیں اوڑھتا۔ دنیا میں ایسے لوگ بھی گزرے ہیں۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ یوسف علیہ السلام نے قحط کے زمانے میں پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا اس خیال سے کہ کتنے اللہ کے بندوں کو پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہ ہوگا۔ ان کے یہاں فاقہ ہوگا، میں بھی ان کے ساتھ ہو جاؤں۔

صبر اور مجاہدہ کے بعد ہی ترقی ہوتی ہے

فرمایا حضرت عبد القادر جیلانیؒ کو بڑے پیر صاحب بھی کہا جاتا ہے ان کی خدمت میں ایک خادم رہا کرتے تھے ایک مرتبہ بڑے پیر صاحب مرغ کا گوشت کھا رہے تھے، خادم کے باپ کو یہ بات ناگوار ہوئی کہ خود تو مرغ کا گوشت کھاتے ہیں اور میرے بیٹے کو سوکھی روٹی کھلاتے ہیں، بڑے پیر صاحب کو اس کی اطلاع ہو گئی ان کو بلایا اور مرغ کی تمام ہڈیاں جمع کروائیں اور فرمایا قم باذن اللہ (یعنی اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا) وہ زندہ ہو گیا۔

حضرت بڑے پیر صاحب نے فرمایا تیرا بیٹا جب اس مرتبہ کو پہنچ جائے گا تو وہ بھی مرغ کھائے گا۔ مرغ کھانے کے لئے پہلے مرغ کھانے کی اہلیت وصلاحیت تو ہونا چاہئے۔ اس شخص کے حال کے مطابق بڑے پیر صاحب نے اس کی اصلاح فرمائی تھی، یہ مطلب نہیں کہ جو اس درجہ کا نہ ہو اس کے لئے مرغ کھانا جائز نہیں۔

پھر فرمایا لوگ بزرگوں کی بعد والی زندگی تو دیکھتے ہیں اور ان کے شروع کے حالات میں غور نہیں کرتے کہ انہوں نے کتنا مجاہدہ کیا کن کن حالات میں کس طرح صبر سے کام لیا۔ آج کل تو بس یہ چاہتے ہیں کہ ایسا ہو ویسا ہو لیکن مجاہدہ کرنا نہیں چاہتے۔ آدمی پر جیسے بھی حالات آئیں صبر وہمت سے کام لے، قناعت کرے، مجاہدہ کرے اللہ سے دعا کرے۔ پھر دیکھو بعد میں آسانی ہوتی ہے یا نہیں۔ رمضان ۱۴۰۵ھ

تجویز کو فنا کر دو راحت نصیب ہو گی

فرمایا دنیا میں جس طرح چاہے زندگی گزارے وہ تو گزر ہی جائے گی، سوکھی روٹی کھا کر بھی اور زردہ پلاؤ قورمے کھا کر بھی، ہر وقت دنیا کی دھن ہی میں نہ لگا رہے، یہ سوچ لے کہ اچھا کھانے کو مل گیا تو ٹھیک ہے نہ ملے تو نہ سہی۔ اس میں کیا نقصان، پہلے سے اگر تجویز کرلے گا کہ یہ بھی ہو جائے وہ بھی ہو جائے۔ پھر نہ ہونے سے پریشانی ہوتی ہے۔

ہر بات میں یہ سوچ لینا چاہئے کہ یہ کام ہو گیا تو ٹھیک ہے نہ ہوا تو نہ سہی، اس سے بڑی راحت ہوتی ہے، فکر اور پریشانی نہیں ہوتی، زندگی ہی تو بسر کرنی ہے تنگدستی اور فاقہ سے بھی زندگی گزر جائے گی۔ قیامت میں بوجھ ہلکا رہے گا۔ اللہ کے دربار میں جب پیشی ہوگی اور حساب کتاب ہوگا تو اللہ فرمائے گا کہ ارے جاؤ ہم نے تم کو دنیا میں دیا ہی کیا تھا کہ تمہارا حساب لیا جائے، بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اور مالداروں کا پہلے حساب ہوگا، بعد میں کہیں جنت میں جانے کا نمبر آئے گا۔ ۲۱؍ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ

غم اور مصیبت و تکلیف کا ظاہر کرنا صبر کے منافی نہیں

حضرت اقدس جلالین شریف کا سبق پڑھا رہے تھے دوران سبق فرمایا کہ ابتدائی دور میں پوری جلالین شریف میں نے چار مہینے میں پڑھائی ہے پڑھنے والے بھی ذہین تھے جہاں ضرورت ہوتی بتلا دیا ورنہ چلتے رہتے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے پوری کتابیں تین سال میں پڑھی ہیں۔ پہلے زمانے میں لوگ ایسے ہی پڑھتے تھے۔

شروع میں ساری کتابیں تنہا میں ہی پڑھایا کرتا تھا۔ حالانکہ سر میں درد بھی ہوتا تھا۔ اور آج بھی میرے سر میں کافی درد ہے۔ گردن میں تکلیف ہے۔ ایک طرف سر گھما سکتا ہوں۔ دوسری طرف نہیں۔ زمانہ طالب علمی میں برابر شدید قسم کا درد سر رہتا تھا پورے ۱۳؍ سال درد سر رہا ہے اور بہت شدید نا قابل برداشت درد ہوتا تھا۔ کوئی یقین نہیں کرسکتا۔ لیکن اسی حال میں سارے کام کرتا تھا۔ سبق، مطالعہ، تکرار اور حضرت ناظم صاحب کی خدمت، سارے کام سر میں شدید درد کے باوجود ہوتے تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب روزانہ درد تو نہیں ہوتا لیکن جب ہوتا ہے تو اسی نوع کا۔ آج بھی کافی درد ہے۔

پھر فرمایا اپنے غم و مصیبت اور تکلیف کا اظہار اگر شکایت کیلئے نہ ہو تو یہ بھی اپنے عجز کی دلیل ہے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے کہ بندہ اپنی عاجزی کا اظہار کر رہا ہے لیکن بطور شکایت کے نہ ہو۔ تکلیف کے اظہار میں بھی عبدیت اور عاجزی ہوتی ہے۔ کتابوں میں لکھا

بھی ہے۔ اور یہ کوئی کمال نہیں کہ ہر حال میں خدا کا شکر ہے تکلیف بھی ہے زبان سے کچھ کہتے نہیں کسی نے پوچھا تو فرماتے ہیں کہ خدا کا شکر ہے۔ ارے شکر اور صبر دونوں چیزیں ہیں جب نعمت ہو تو خدا کا شکر ہے۔ مصیبت اور پریشانی ہو تو صبر ہے یہ بھی اللہ کا حکم ہے وہ بھی اللہ کا حکم ہے۔ نعمت پر شکر اور مصیبت پر صبر ہونا چاہئے اور عافیت کی دعاء کرنا چاہئے۔

صرف چند سال کا مجاہدہ اور ہمیشہ کی کامیابی

فرمایا چند سال کی زندگی ہے، آدمی اپنی زندگی کے صرف چند سالوں میں محنت و مجاہدہ کرلے پھر تو کامیابی ہی کامیابی ہے، دس پندرہ سال تو لڑکپن ہی میں گذر جاتے ہیں اور پندرہ سال کے بعد سے عمل کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اس سے قبل بندہ مکلف ہی نہیں ہوتا اور پندرہ سال کے بعد سے پندرہ بیس سال تک مجاہدہ کرکے خوب دین کا کام کرلے، اور خوب نیکیاں کمالے، بڑھاپا جب آجائیگا، اور بڑھاپے کی وجہ سے جب ان کاموں کے کرنے سے معذور ہو جائے گا پھر تو خود بخود پنشن ملنے لگے گی، بغیر کام کئے ہی ثواب ملے گا۔ (اس سے فرائض واجبات مراد نہیں بلکہ نوافل وغیرہ مراد ہیں، فرائض واجبات کی ادا تو ہر حال میں ضروری ہے)۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ درمیان کے صرف بیس پچیس سال ہیں اس مدت میں خواہ آدمی نیک اعمال کر کے جنت میں اپنا ٹھکانا بنالے یا بد اعمالی کرکے اپنے کو ھلاک و برباد کرلے۔ اور اس بیس پچیس سال میں بیماریاں بھی ہوں گی اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے بغیر مجاہدہ کے ثواب ملے گا۔ کوئی مجاہدہ کر کے تو دیکھے اللہ کی طرف سے ہر وقت رحمت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ ۵ــــ۱۴۰ھ

سبق آموز حکایت

فرمایا کوئی آدمی کسی کو کیا حقیر سمجھے کسی کو کچھ نہیں معلوم کہ اس کا انجام کیسا ہوگا۔ کسی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئے۔ بخاری شریف میں ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک شخص کا جوانی

میں انتقال ہوا۔ انتقال کے وقت اس نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور نصیحت کی کہ جب میں مر جاؤں میری ڈاڑھی پر آٹا چھڑک دینا جس سے ڈاڑھی سفید معلوم ہو چنانچہ بیٹوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے اس حرکت کی وجہ پوچھی اس بندے نے عرض کیا اے رب العالمین میں تیرا نافرمان بندہ ہوں میرے اعمال تو ایسے تھے نہیں جن سے نجات کی امید ہو ایک حدیث میں نے سنی تھی کہ اللہ تعالیٰ کو بوڑھے آدمی کو عذاب دینے سے شرم آتی ہے۔ میں بوڑھا بھی نہیں اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ میری ڈاڑھی میں آٹا چھڑک دینا تاکہ بوڑھوں کے ساتھ کچھ مشابہت ہی ہو جائے شاید اللہ تعالیٰ کو رحم آجائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بندے کی مغفرت کر دی اور جنت میں اس کا ٹھکانہ بنا دیا۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت تھانویؒ نے بھی اپنے ملفوظات میں بیان فرمایا ہے جس میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ چونکہ اس شخص نے یہ حرکت خوف خدا کی وجہ سے کی تھی یعنی اس کے دل میں اللہ کا ڈر خوف تھا عذاب سے بچنے کے لئے اس نے ایسا کیا اس خوف خدا کی وجہ سے اللہ نے اس کی بخشش فرما دی یہ مطلب نہیں کہ ہر مرنے والے کی ڈاڑھی میں آٹا چھڑک دیا جایا کرے جس سے بخشش ہو جائے گی'' ہمارے حضرت نے فرمایا کسی کو کسی کے دل کا حال کیا معلوم اور کوئی کسی کو کیسے حقیر سمجھ سکتا ہے معاملہ اللہ تعالیٰ سے ہے جنت ہماری ملکیت نہیں کہ ہم جس کو اچھا سمجھ رہے ہیں وہی جنت میں جائے گا۔ ممکن ہے کہ ایک گنہگار سے گنہگار بندہ اس کی کوئی ادا اللہ کو پسند آجائے اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی مغفرت کر دے۔ اس لئے کبھی کسی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئے گنہگار سے گنہگار شخص سے بھی اچھی طرح ملاقات کرے سب کی دلجوئی کرے سب کو خوش رکھے ایسا نہ ہو کہ وہ ان سے منہ پھلائے بیٹھے ہیں وہ ان سے منہ پھلائے بیٹھے ہیں۔ یہ ان سے بات نہیں کرتا وہ ان سے بات نہیں کرتے۔ ہنس کر بولے سب سے بولے دلجوئی کرے، خیریت معلوم کرے۔ اس میں بھی ثواب ملتا ہے۔

اپنے بھائی کے کام آنے اور اس کا کام بنانے کی اہمیت

کسی مسلمان بھائی کا جی خوش کردینا کسی کے کام آجانا یہ بھی عبادت ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَاكَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ اَخِيْهِ یعنی اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں اس وقت تک ہوتا ہے جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے۔ اس کام کی اہمیت ہی لوگوں کے دلوں سے نکل گئی۔ اور ان اعمال کو لوگ عبادت ہی نہیں سمجھتے۔ میں کہتا ہوں کہ آدمی جس کام میں بھی لگا ہوا ہے اور جو بھی کام کرتا ہے اسی میں مخلوق کو آرام پہنچانے کی نیت کرلے اس کو ثواب ملے گا۔ ڈاکٹر مریضوں کو دیکھتا ہے مخلوق کی خدمت اور ان کو نفع پہنچانے کی نیت کرے اس کو ثواب ملے گا۔ جو جس محکمہ میں کام کرتا ہے اس کام میں یہی نیت کرلے، سرکاری محکمہ میں کوئی ہے کوئی بیچارہ آیا اس کا کام کرادینا، درخواست پہنچادینا، اس کی رھنمائی کردینا، جن سے کام ہوتا ہے ان تک پہنچادینا، سفارش کردینا سب اس میں داخل ہے اس نیت سے اگر کوئی کام کرے۔، ملازمت کرے یا کوئی بھی کام کرے اس کا پورا کام عبادت ہی عبادت بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ دینے کو تیار ہے لیکن ہم لینا نہیں جانتے۔

شاہ عبد الرحیم صاحب اور حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہما کی حکایت

فرمایا حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ نے زمانۂ طالب علمی میں حضرت گنگوہی ؒ سے بیعت کی درخواست کی حضرت گنگوہی ؒ نے منظور نہیں فرمایا پھر حضرت تھانوی ؒ نے حضرت حاجی صاحب کو سفارشی بنایا اور حاجی صاحب کے توسط سے حضرت گنگوہی ؒ سے بیعت کی درخواست کی حاجی صاحب نے خود ہی بیعت فرمالیا۔ حضرت گنگوہی ؒ نے فرمایا کہ مجھے

حضرت حاجی صاحب کی منشاء معلوم تھی اس وجہ سے بیعت نہیں فرمایا۔ حاجی صاحب کے وصال کے بعد حضرت تھانویؒ حضرت گنگوہیؒ کو حاجی صاحب کے قائم مقام اور بمنزلہ پیر کے سمجھتے تھے۔

شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں حضرت گنگوہیؒ کے وصال کے بعد حضرت تھانویؒ نے ارادہ فرمایا کہ رائپور شاہ عبدالرحیم صاحب کی خدمت میں حاضری دیا کروں چنانچہ ایک مرتبہ تشریف لے گئے۔ شاہ عبدالرحیم صاحب نے مہمان نوازی کا بہت اہتمام فرمایا۔ سونے کے لئے علیحدہ سکون کی جگہ چارپائی کا انتظام فرمایا۔ رائپور میں سانپ بہت کثرت سے نکلتے تھے۔ شاہ عبدالرحیم صاحب خود ڈنڈا لیئے سرہانے کھڑے رہے حضرت تھانویؒ کی آنکھ کھلی دریافت فرمایا حضرت اس وقت یہاں کیسے؟ شاہ عبدالرحیم صاحب نے فرمایا کہ میں نے سوچا کہ حضرت کی طبیعت نازک ہے کہیں شور شغب سے نیند خراب نہ ہو جائے اس لئے نگرانی کر رہا ہوں کہ شور نہ ہو۔ دوسرے یہاں سانپوں کی کثرت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ حضرت اٹھیں اور سانپ پر قدم پڑ جائے۔ کس قدر تواضع تھی شاہ صاحب کے اندر۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ حضرت اب تو میں آپ کے یہاں دوبارہ آ لیا میں تو حاضر ہوا تھا بغرض استفادہ کہ حضرت کے یہاں کچھ اصلاح ہو گی لیکن اگر حضرت یہ معاملہ فرمائیں گے تو پھر دوبارہ آنے کی ہمت نہ پڑے گی۔

پہلے زمانے کا سفر حج

فرمایا لطف اسی وقت تھا جبکہ پیدل سواری پر حج کا سفر ہوتا تھا قافلے کے قافلے روانہ ہوتے تھے۔ کوئی بزرگ ساتھ ہوتا لوگ اسکے ساتھ سفر کرتے تھے۔ پانچ چھ مہینے میں پہنچتے تھے۔ بزرگوں کے ساتھ ان کی صحبت میں رہنے کا بہت موقع ملتا تھا اور سفر میں اتنی مدت میں ہر طرح کے حالات پیش آتے ہیں کبھی ساتھ میں نماز پڑھ رہے ہیں ذکر،

تلاوت، کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا ہر وقت کا ساتھ ہوتا تھا کتنوں کی زندگیاں بدل جاتی تھیں۔ کتنے تائب ہو جاتے تھے۔ کتنی ترقی ہوتی تھی لوگ کہاں سے کہاں پہنچ جاتے تھے۔ مزا تو اسی سفر میں تھا جس میں لوگوں کی زندگیاں بن جاتی تھیں۔ اور اب تو چند گھنٹوں کا سفر ہوتا ہے ہوائی جہاز سے اڑے تھوڑی دیر میں پہنچ گئے۔ گاڑی میں بیٹھے اور آگے پہنچ گئے۔ کسی کو کچھ خبر نہیں کون کہاں بیٹھا ہے۔ بھائی کو بھائی کی خبر نہیں، ہر شخص کی سیٹ مقرر ہے اپنی اپنی سیٹ میں ہر شخص بیٹھا ہے کسی کو دوسرے کی کیا خبر نہ بزرگوں کی صحبت نہ معیت۔

انبیاء علیہم السلام اور بزرگوں کی اصلاح کا طریقہ

فرمایا محض اعمال کے بدلنے سے کچھ نہیں ہوتا جبتک کہ رجحان نہ بدلے۔ انبیاء علیہم السلام نے آکر جو کوشش فرمائی ہے اس سے رجحان بدلا ہے۔ دل بدلا ہے جب دل بدلتا ہے اور مزاج بدلتا ہے تو اعمال خود بخود بدل جاتے ہیں۔ محض اعمال کے بدلنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اعمال تو منافقین نے بھی بدل لیئے تھے۔ نماز وہ پڑھتے تھے۔ لمبی لمبی تسبیحیں ان کی چلتی تھیں لیکن تھے منافق۔ جب دل بدل جاتا ہے تو رجحان بدل جاتا ہے اور اصلاح خود بخود ہو جاتی ہے۔ صحابہؓ کا رجحان بدل گیا تھا۔ جس کی وجہ سے پرانی لڑائیاں بھول گئے تھے قبرستان میں ان کے مردے پٹے پڑے ہیں لیکن ان کے قاتلوں سے اب انتقام نہیں لیتے تھے اس لئے کہ دل بدل گئے تھے۔ آج بھی اسی کی ضرورت ہے۔

ہر شخص کی اصلاح کا طریقہ الگ الگ ہوتا ہے

فرمایا ہر بزرگ کی اصلاح کا طریقہ الگ الگ ہوتا ہے وہ موقع محل اور مخاطب کے حال کے مطابق اس کی اصلاح کرتے ہیں۔ بعض لوگ ظاہری حال کو دیکھ کر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کیسے بزرگ ہیں کہ کچھ کہتے نہیں۔ ٹوکتے ہی نہیں۔ ارے بھائی اصلاح کے طریقے مختلف ہوتے ہیں۔ ہر طریقہ ہر زمانے میں نہیں چلتا اور نہ ایک ہی طریقہ ہر ایک

کے لئے مفید ہوتا ہے۔زمانے کے اعتبار سے اصلاح کے طریقے بھی بدلتے رہتے ہیں۔بلکہ ایک ہی زمانہ میں ایک ہی طریقہ سب کی اصلاح کے لئے کافی نہیں ہوتا کسی کی اصلاح کسی طرح ہوتی ہے۔کسی کی کسی طرح۔سب کو ایک لکڑی سے ہانکنا درست نہیں ورنہ بجائے اصلاح کے فساد اور بجائے فائدہ کے نقصان ہوجاتا ہے۔ایک ہی دوا ہر مریض کو کھلادی جائے ایک ہی انجکشن ہر مریض کو لگادیا جائے کیا اس سے مریضوں کو شفاء ہوگی؟ جیسا مرض ہوگا مریض کی حالت کے مطابق اس کا علاج ہوگا۔

اصلاح کے سلسلہ میں حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ کی ایک حکایت

مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ کی خدمت میں ایک صاحب ڈاڑھی منڈائے ہوئے، چوڑی دار پائجامہ پہنے ہوئے آیا کرتے تھے۔اور مولانا ان سے کچھ نہ فرماتے تھے۔لوگ اعتراض کرتے کہ یہ مولانا کے اتنے قریبی ہیں ایسا لباس پہنتے ہیں اور مولانا ان سے کچھ نہ کہتے تھے۔اعتراض سے تو کوئی نہیں بچا۔مولانا سنتے اور صبر کرلیتے کچھ نہ فرماتے۔ایک مدت اس طرح گزر گئی ایک مرتبہ مولانا نے ان خانصاحب سے فرمایا کہ آپ میرے یہاں اتنے دن سے آتے ہیں ہمارا آپ کا دوستانہ ہے دو دوست دو رنگ میں اچھے نہیں معلوم ہوتے۔ایسا ہے آپ کو تو میرا طرز اور میرا لباس پسند نہیں مجھ ہی کو اپنا جیسا بنالیجئے۔میرے لیے بھی ایک چوڑی دار پائجامہ سلوا دیجئے وہ بہت شرمندہ ہوئے اور عرض کیا کہ مولانا کل سے آپ مجھے اس لباس میں نہ دیکھیں گے۔جاتے ہی وہ لباس اتار پھیکا، شرعی لباس میں آگئے۔ڈاڑھی بھی رکھ لی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے کام بھی لیا۔یہ اثر ایک مدت کے بعد ہوا۔اگر شروع میں ہی میں ان کو ٹوک دیا جاتا تو شاید آنا ہی چھوڑ دیتے۔مولانا نے ان کی طبیعت کا اندازہ لگا کر یہ طریقہ اختیار کیا۔یہ حضرات مختلف طریقوں سے اصلاح فرماتے ہیں۔

ناواقف جاہل سمجھتا ہے نہیں اور اعتراض کر بیٹھتا ہے۔ اس طرح کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں حاجی امداد اللہؒ صاحب کا بھی ایک قصہ اسی نوع کا ہے۔

حاجی امداد اللہ صاحبؒ اور ایک فاسق فاجر کی حکایت

حاجی امداد اللہ صاحبؒ نور اللہ مرقدہ جلال آباد کے ایک خاں صاحب کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے، اور وہاں قیام بھی فرماتے تھے اور ان خاں صاحب کا حال یہ تھا کہ ڈاڑھی چڑھی ہوئی نماز ایک وقت کی نہ پڑھتے تھے۔

حاجی امداد اللہؒ برابر آتے جاتے رہے اور ان سے کچھ نہ کہتے ایک عرصہ ہوگیا خاں صاحب کو بھی حاجی صاحب سے کافی انس ہوگیا۔ ایک مرتبہ حاجی صاحب تشریف لے گئے اور خاں صاحب سے نماز پڑھنے کے لئے فرمایا۔ خاں صاحب نے کہا کہ نماز تو میں پڑھوں میرا بھی جی چاہتا ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ میں ڈاڑھی چڑھاتا ہوں۔ وضو کر کے نماز پڑھنے میں تو زیادہ دیر نہیں لگتی لیکن ڈاڑھی چڑھانے میں بہت دیر لگ جاتی ہے۔ حاجی صاحب نے فرمایا صبح اٹھ کر آپ منہ ہاتھ دھوتے ہی ہیں بس ایک مرتبہ وضو کر لیا کیجئے نماز پڑھتے رہیے ایک مرتبہ ڈاڑھی چڑھانے میں دیر نہ لگے گی۔ خاں صاحب نے پوچھا کہ بس ایک مرتبہ وضو کر کے نماز پڑھ لیا کروں حاجی صاحب نے فرمایا کہہ تو رہا ہوں۔ رئیس لوگ جب کوئی کام کرتے ہیں تو نہایت اہتمام اور حسن اسلوبی سے کرتے ہیں۔ چنانچہ خاں صاحب نے دوسرے روز بڑے اہتمام سے وضو کیا اور نہایت خلوص سے نماز پڑھی۔ جب اتنے اہتمام اور خلوص سے نماز پڑھی جائے گی کچھ تو اثر ہوگا۔ ادھر حاجی صاحب کی دعا و توجہ اور آپ کی برکت، اور اللہ کا وعدہ ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَر کہ بیشک نماز منکر اور فحش باتوں سے روکتی ہے۔ پہلی نماز سے خاں صاحب کے دل پر بہت اثر ہوا۔ اور پھر بڑے دیندار متقی بن گئے۔

اسی کو میں کہہ رہا تھا کہ اصلاح کے طریقے مختلف ہوتے ہیں ہر طریقہ ہر شخص کے

لئے مفید نہیں ہوتا ایک ہی طریقہ ایک کیلئے مفید اور وہی طریقہ دوسرے کے لئے مضر ہوگا حکیم مصلح اس کو سمجھتا ہے۔ سب کو ایک لکڑی سے ہانکنا درست نہیں۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت اقدس نے جو کچھ بیان فرمایا ہے حضرت تھانویؒ نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے متعدد واقعات نقل فرما کر احادیث سے اس کو مدلل بھی فرمایا ہے۔ "دعوت و تبلیغ کے اصول و احکام" میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

یہ کہنا کہ "نہ معلوم ہم سے کون غلطی ہوگئی ہے" بہت بڑی غلطی ہے

الہ آباد سے ایک صاحب تشریف لائے جو ڈاڑھی منڈائے کوٹ پتلون پہنے ہوئے روشن خیال قسم کے تھے حضرت سے مختلف مقاصد کے لئے تعویذ لئے اخیر میں عرض کیا کہ حضرت نہ معلوم گھر میں کیا اثر ہے کسی نے کچھ کر دیا ہے، خدا جانے ہم سے کون سی غلطی ہوگئی ہے گھر بھر پریشان ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ گھر میں سورہ بقرہ پڑھ دیجئے۔ آپ فرما رہے ہیں نہ معلوم کون سی غلطی ہوگئی، غلطیاں تو سب سے ہوتی ہیں بڑوں سے بھی غلطیاں ہوتی ہیں کون سی غلطی ہم نہیں کرتے صبح سے شام تک تو ہم غلطیاں ہی کرتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ کا طریقہ ہم نے چھوڑا آپ کی سنتیں ہم مردہ کر رہے ہیں یہ غلطی نہیں ہے۔ شکل صورت ہماری کیسی ہے، صبح سے شام تک ہم کیا کرتے ہیں، اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو ہمارے گھر کے لوگ بھی کیا غلطی نہیں کرتے۔ بیوی بچے غلطی کرتے ہوں گے۔ کیا ہمارے گھر میں سب لوگ نمازی ہیں؟ عورتوں بچوں کا لباس اسلامی ہے؟ پردہ کا اہتمام ہے؟ گھر بھر تو ہمارا غلطی کرتا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ خدا جانے ہم سے کیا غلطی ہوگئی، نمازیں پڑھئے، توبہ استغفار کریئے، اللہ سے دعاء کریئے گھر میں سورہ بقرہ پڑھئے انشاء اللہ سب پریشانی دور ہو جائے گی۔

حضرت اقدس کی شاہ وصی اللہ صاحب کی خدمت میں حاضری

اور شاہ صاحب کی شفقت وعنایت

حضرت اقدس عرصہ سے بیمار ہیں چلنے پھرنے سے بھی معذور ہیں لیکن اسباق کا ناغہ ہرگز نہیں فرماتے بلکہ سبق پڑھانے کے وقت طبیعت میں نشاط ہوتا ہے سبق کے بعد حضرت نے آہ بھری اور فرمایا کہ آج تکلیف زیادہ ہے کئی اپریشنوں کے بعد اتنی تکلیف اور کمزوری نہ ہوئی تھی جتنی کمزوری اس وقت ہے۔ لوگ دیکھتے ہیں کہ سبق پڑھارہا ہے سمجھتے ہیں کہ طبیعت ٹھیک ہے حالانکہ مجھے بہت تکلیف ہے پھر ایک شعر پڑھا۔

ان کے آنے سے جو آجاتی ہے منہ میں رونق
وہ سمجھتے ہیں بیمار کا حال اچھا ہے

اسی مناسبت سے فرمایا کہ الہٰ آباد حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب کی خدمت میں حاضری کثرت سے ہوتی تھی احقر تو حضرت ناظم صاحب کی خدمت میں جایا کرتا تھا لیکن حضرت ہی نے فرمایا کہ سہارنپور بہت دور پڑتا ہے سفر میں دِقت ہوتی ہے کرایہ خرچ ہوتا ہے الہ آباد قریب ہے حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب کے یہاں چلے جایا کرو اور میرا نام لے کر کہنا کہ اس نے بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ وہاں جایا کرو، میں نے کہا حضرت میرا تو آپ سے تعلق ہے آپ جو فرمائیں گے وہ کروں گا۔ جہاں بھیجیں گے وہاں جاؤں گا۔ چنانچہ الہ آباد کثرت سے حاضری ہوتی تھی کئی مرتبہ ایک ایک ہفتہ رہنا ہوا۔ مجھ پر بڑی شفقت و عنایت فرماتے تھے۔ حضرت کی خصوصی مجلس ہوتی تھی اس میں عام لوگوں کو آنے کی

---

١٠١ اس ملفوظ میں شعر حضرت نے تصحیح کے وقت اپنے قلم سے تحریر فرمایا۔

اجازت نہ تھی لیکن میرے لئے اجازت تھی، ایک مرتبہ حضرت سخت بیمار تھے حضرت کی عیادت کیلئے لکھنؤ گیا تھا عرض کیا حضرت کیسی طبیعت ہے؟ فرمایا اب تمہارے آنے کے بعد طبیعت کہاں خراب تم کو دیکھتے ہی طبیعت اچھی ہو گئی۔ اس وقت باندا سے الہ آباد اور دوسری جگہ غلہ بہت جایا کرتا تھا ٹرک بہت چلتے تھے۔ عموماً ٹرک ہی سے سفر ہوتا تھا۔ مئو بھائی کی بسیں بھی چلتی تھیں اس میں میرا کرایہ نہ لگتا تھا۔ رات کو سفر کرتا اور پل کے پاس دریا کے کنارے صبح تک پڑا رہتا رات کو کہاں جاؤں کس کی نیند خراب کروں اس لئے صبح حاضر ہوتا۔ حضرت پوچھتے کہ اتنی جلدی صبح کیسے آگئے عرض کرتا کہ ٹرک سے آگیا تھا رات دریا کے کنارے ٹھہر گیا صبح حاضر ہو گیا حضرت خوش ہوتے اور مجلس میں کئی مرتبہ فرمایا صدیق کو دیکھو رات میں سفر کرتا ہے اور دریا کے کنارے پڑا رہتا ہے۔ مجھ سے بہت خوش تھے بہت شفقت وعنایت کرتے تھے۔

ایک مرتبہ فرمایا صدیق تم واقعی صدیق ہو۔ مجلس میں میں خاموش بیٹھا رہتا بہت سے لوگ اپنے حالات حضرت کے سامنے لکھ کر دیتے حضرت جواب دیتے میں بھی کچھ لکھنا چاہتا لیکن میری کچھ سمجھ میں نہ آتا کیا حال لکھوں۔ کئی روز تک پریشان رہا اللہ سے دعاء کی، حضرت کو کشف بہت ہوتا تھا ظہر کے بعد حضرت مجلس میں بیٹھے اور بیٹھتے ہی فرمایا کہ جب مریض کو مرض معلوم نہ ہو تو علاج واجب نہیں میں سمجھ گیا کہ میرا حال منکشف ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگنے میں کوتاہی

ہماری دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں

اللہ تعالیٰ سے آج ہمارا تعلق صحیح نہیں ہم چاہتے ہیں کہ خدا سے جو مانگا کریں وہ

* یہ جملہ حضرت نے تصحیح کے وقت بڑھایا ہے۔

ملتا رہے اللہ ہمارے تمام کام بنا تا رہے تو اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے ورنہ نہیں۔ نرینی (قصبہ) میں ایک صاحب نماز کے بڑے پابند تھے ایک عرصہ بعد ان سے ملاقات ہوئی انہوں نے نماز وغیرہ سب چھوڑ دی تھی اور مجھ سے کہا مولانا میں اتنے دن سے نماز پڑھ رہا ہوں، پریشان حال ہوں، دعائیں کرتا ہوں میری پریشانی دور نہیں ہوتی ایسی نماز پڑھنے سے کیا فائدہ اس لیے میں نے نماز وغیرہ سب چھوڑ دی۔ ارے بندۂ خدا تم اللہ کی ماننے آئے ہو یا خدا سے منوانے آئے ہو، نماز تو اس واسطے پڑھی جاتی ہے کہ اللہ کا حکم ہے، فرض ہے بندگی کے واسطے نماز پڑھی جاتی ہے پریشانی ہو یا نہ ہو۔

پھر ہم اللہ تعالیٰ سے دعاء کب مانگتے ہیں ہم تو اللہ کو آرڈر دیتے ہیں کہ یا اللہ یہ بھی ہو جائے یہ بھی کر دیجئے نعوذ باللہ جیسے نوکر سے کہا جاتا ہے کہ یہ کام کر لینا یہ بھی کر دینا ہل بھی جوت دینا بازار سے سودا بھی لیتے آنا، یا جیسے کار میں بیٹھے بازار گئے اور دکانوں پر آرڈر دیتے چلے گئے۔ دو کلو فلاں سامان دے دینا، پانچ کلو شکر دے دینا اسی طرح ہم بھی نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ سے مانگتے نہیں بلکہ آرڈر دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ مانگنے پر دیتا ہے آرڈر پر نہیں دیتا۔ مانگنا اور چیز ہے آرڈر دینا اور چیز ہے مانگنے کے طریقہ سے مانگو دیکھو اللہ تعالیٰ دیتا ہے یا نہیں۔ پہلے اللہ تعالیٰ سے نسبت تو قائم کرو، احکام پر عمل کرو، اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (ترجمہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں، اِيَّاكَ نَعْبُدُ پہلے فرمایا کہ ہمارا آپ سے یہ تعلق ہے کہ تیری غلامی کا اقرار کرتے ہیں اور جب تیرے غلام ہیں تو تیرے سوا ہم جائیں کہاں تو ہی ہماری مدد فرما، ہم بندہ بننے کو تیار نہیں اور لینے کو تیار ہیں، نماز ایک وقت کی نہیں پڑھتا، ٹی وی گھر میں چل رہی ہے۔ گھر میں تلاوت نہیں، ذکر نہیں اور چاہتا یہ ہے کہ جو ہم چاہیں اللہ پورا کر دے۔ شکایت کرتا ہے کہ لڑکے کہنا نہیں مانتے ارے تم اللہ کی کتنی مانتے ہو، ایک بے نمازی کی نحوست نہ معلوم کتنے گھروں تک ہوتی ہے۔ بے نمازی کے گھر میں اللہ کی رحمت نہیں ہوتی اور یہاں پورا گھر کا گھر بے نمازی ہے۔ اللہ

کی رحمت کیسے آئے۔

اسی ضمن میں فرمایا حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ مصیبت اور پریشانی میں بھی ثواب ملتا ہے قیامت کے روز جب مصیبت اور پریشانی کا ثواب دیا جائے گا تو بندہ کہے گا یااللہ یہ کس عمل کی جزاء ہے۔ ہم نے تو یہ کام کیے نہیں اللہ فرمائے گا ہم نے تم پر مصیبت ڈالی تھی اور تم نے صبر کیا تھا یہ اس صبر کا ثواب ہے۔ اس وقت بندہ تمنا کرے گا کاش دنیا میں میری ایک دعاء بھی قبول نہ ہوتی اور میری پوری زندگی پریشانی اور مصیبت ہی میں گزرتی، کاش میرے جسم کی کھال قینچیوں سے کاٹی گئی ہوتی تاکہ آج اس کا یہاں اجر و ثواب ملتا۔

مصیبتوں پریشانیوں کی حکمت و اہمیت

فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو درجات عالیہ عطا کرنا چاہتا ہے اور اعمال اس کے اس درجہ کے ہوتے نہیں تو اس کو بلند مقام تک پہنچانے کے لئے مصیبتوں اور پریشانیوں میں مبتلا کر دیتا ہے، اور اس پریشانی اور مصیبت پر جب بندہ صبر کرتا ہے اس کی وجہ سے اسکو وہ درجات عالیہ نصیب ہو جاتے ہیں، اور جتنی ترقی اس راہ سے ہوتی ہے،۔ دیگر مجاہدوں سے بھی اتنی ترقی نہیں ہوتی، برسہا برس کے مجاھدے کے بعد جو درجہ حاصل ہوتا ہے مصیبتوں اور پریشانیوں پر صبر کرنے کے نتیجہ میں تھوڑی مدت میں حاصل ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو عالی مقام پہنچانے کے لئے مصیبتوں اور پریشانیوں میں مبتلا کرتا ہے۔ یہ پریشانی ان کے لئے نعمت اور باعث رحمت ہوتی ہے۔ بعض اللہ کے بندوں کے ساتھ زندگی بھر یہی معاملہ رہتا ہے اگر کچھ کسر باقی رہتی ہے تو موت کے وقت جانکنی کے عالم میں اس کو تکلیف دی جاتی ہے، پھر بھی اگر کچھ کسر باقی رہتی ہے تو قبر میں مبتلا ہوتا ہے، لیکن اس کے بعد کی زندگی میں پھر ہمیشہ کیلئے آرام ہی آرام ہوتا ہے، اور اتنی مصیبتوں کے بعد اس کو وہ بلند مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ اس لئے جب کسی شخص پر کوئی

مصیبت آئے یا موت کے وقت سختی ہو تو ایسے شخص سے بدگمان نہ ہونا چاہیئے، مصیبت اور پریشانی سے گھبرانا مؤمن کا کام نہیں کیونکہ ہر حال میں اسی کا فائدہ ہے، یہ پریشانی اور مصیبت اس کے گناہوں کا کفارہ ہیں، رفع درجات کا سبب ہیں گناہوں کا ختم ہو جانا اور پاک و صاف ہو کر جانا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، اس لئے کسی شخص کو مصیبت اور پریشانی سے تنگ دل نہ ہونا چاہئے، صبر و ہمت سے کام لے اور مستقل مزاجی اختیار کرے۔ اور ہر حال میں اللہ کا شکر اور اسی کی طرف انابت کرے۔

کھانا کھا کر اطمینان سے نماز پڑھیں گے

ایک سفر میں احقر حضرت والا کے ساتھ تھا بعض دوسرے احباب بھی تھے، کھانا بھی تیار تھا اور نماز کا بھی وقت تھا، بعض احباب نے عرض کیا کہ حضرت پہلے نماز پڑھ لیں بعد میں اطمینان سے کھانا کھائیں گے، حضرت نے فرمایا کھانے میں اطمینان کی کیا ضرورت نماز اطمینان سے ہونا چاہئے، پہلے کھانا کھالیں بعد میں نماز پڑھیں گے۔

دوسرے وقت میں فرمایا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کا مقولہ ہے کہ "کھانا کھا کر نماز اطمینان سے پڑھیں گے۔ نماز پڑھ کر کھانا اطمینان سے نہیں کھائیں گے" صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے متعلق حدیث پاک میں آیا ہے کہ تکبیر ہوتی رہتی تھی اور وہ کھانا کھاتے رہتے تھے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی عادت ہی اس طرح کی تھی، کبھی ایسا اتفاق ہو گیا ہو گا۔

ایک صاحب نے پوچھا کہ شدت کی بھوک تو نہ ہو لیکن عمدہ کھانے کی حرص کی وجہ سے پہلے کھانا کھالیا جائے اور نماز کو مؤخر کیا جائے تو کیسا ہے؟ فرمایا یہ اس میں داخل نہیں۔ بھوک کی بنا پر کھانے کو مقدم کرنے کی اجازت ہے، البتہ رمضان کے موقع پر افطاری کے بعد نماز میں جلدی نہیں کرنی چاہئے وقت کافی رہتا ہے کم از کم دس منٹ کا تو وقفہ ہونا چاہئے لوگ سکون سے کچھ کھا پی کر آسکیں۔

فائدہ :۔ یہ حکم فرض باجماعت نماز کا ہے نفل یا فرض جبکہ منفرد ہو اور وقت میں گنجائش ہو تو بغیر کسی کراہت کے کھانے کو نماز پر مقدم کر سکتا ہے۔

مومن کا ہر کام اللہ کے واسطے ہونا چاہئے

فرمایا مؤمن کا ہر چھوٹا بڑا کام اللہ کے واسطے، اللہ ہی کے حکم سے، اسی کی مرضی کے مطابق ہونا چاہئے، ایک مؤمن اور غیر مؤمن کا فرق ہی یہی ہے۔ مثلاً کسی شخص کو بھوک لگی ہے اور اس کا کھانا کھانے کا جی چاہ رہا ہے تو مؤمن اس وجہ سے کھانا نہیں کھائے گا کہ بھوک لگی ہے اور جی چاہ رہا ہے بلکہ اس وجہ سے کھائے گا کہ بھوک لگنے پر اللہ نے حکم دیا ہے کہ کھانا کھاؤ، اس لیے کھانا کھا رہا ہے، اگر اللہ کی اجازت نہ ہو گی تو نہیں کھائے گا۔ چنانچہ رمضان میں دیکھو بھوک لگی ہوتی ہے نفس تقاضا کرتا ہے لیکن نہیں کھاتے کیونکہ اللہ نے اجازت نہیں دی ہے۔ اگر محض بھوک لگنے اور نفس کے تقاضے کی وجہ سے کھانا کھایا تو یہ کام تو جانور بھی کرتے ہیں، بھینس بھی بھوک لگنے پر کھاتی ہے تو ہم میں اور بھینس میں کیا فرق رہا۔ اسی طرح مؤمن جب بیمار ہوتا ہے تو علاج اس وجہ سے نہیں کرتا کہ بیمار ہوں اس لئے علاج کر رہا ہوں بلکہ بیمار ہونے پر اللہ نے علاج کا حکم دیا ہے اس لیے علاج کر رہا ہوں۔ مؤمن سوتا ہے تو اس لیے نہیں کہ نیند آ رہی ہے بلکہ اسلئے کہ نیند آنے پر سونے کا حکم ہے اس لئے سو رہا ہوں، نیند آنے پر اگر سونے کا حکم نہ ہو گا تو نہ سوئے گا۔ مثلاً عین نماز کے وقت نیند کا شدید تقاضا ہے لیکن جماعت کھڑی ہونے والی ہے تو ایسے وقت مؤمن سوئے گا نہیں بلکہ اپنی نیند کو قربان کر دے گا کیونکہ اس وقت اللہ نے سونے کی اجازت نہیں دی۔ اگر اس وقت بھی کوئی چادر تانے سو رہا ہے تو اس کا ایمان ناقص ہے، البتہ نماز پڑھ لینے کے بعد عشاء کے بعد سونے کا حکم ہے، اس وقت سو جانا چاہئے، اس وقت باتیں کرنے کی ممانعت حدیث پاک میں آئی ہے۔

الغرض مؤمن کا ہر کام بولنا، کھانا، پینا، اوڑھنا، بچھونا سب اللہ کی مرضی کے

مطابق ہونا چاہئے، جس کے اندر یہ خوبی پائی جائے گی اسی کا ایمان کامل ہوگا ورنہ ایمان ناقص ہوگا۔

نمازوں میں خیالات اور وساوس کا علاج

فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے لَایُحَدِّثُ نَفْسَهٗ (یعنی نماز پڑھتے ہوئے اپنے دل سے باتیں نہ کرے کیونکہ یہ خشوع کے منافی ہے) حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ بالقصد دل میں کوئی بات نہ لائے۔ قصداً کسی بات کا خیال نہ کرے۔ لیکن ازخود اگر کوئی بات دل میں آجائے تو یہ خشوع کے منافی نہیں وہ تو غیر اختیاری چیز ہے انسان کی استطاعت سے خارج ہے، بعض لوگ بلاوجہ اس میں بہت پریشان ہوتے ہیں۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے وساوس کی بابت فرمایا کہ اس کی مثال راستہ اور سڑک کی سی ہے۔ ہر قسم کے لوگ اس سے گذرتے ہیں، کیا تم کسی کو منع کردو گے کہ وہ نہ گذرے، گذرنے والے تو گذریں گے۔ اور کیا ہر گذرنے والے کو تم تاکتے رہو گے کہ کون آرہا ہے کون جارہا ہے، گدھا آیا، کتا آیا بلی گئی، کیا تم ہر ایک کی فکر لے کر بیٹھو گے؟ تم کو اس سے کیا مطلب؟ تم اپنے کام سے کام رکھو، کوئی کہیں جارہا ہے کچھ کررہا ہے تم کو اس سے کیا غرض؟ تم کو تو اپنے کام سے مطلب، قلب کی مثال سڑک ہی کی سی ہے، جس طرح سڑک میں ہر طرح کے لوگ گذرتے ہیں، کسی کو روکا نہیں جاسکتا، اسی طرح قلب کے اندر بھی طرح طرح کے خیالات اور وساوس آئیں گے تم کِس کِس خیال کو روکو گے؟ تم تو اپنے کام کی طرف متوجہ رہو تم کو اس سے کیا مطلب کہ کون آیا کون گیا۔ البتہ ازخود اپنے ذہن کو کسی اور طرف نہ لے جاؤ، اور اگر ذہن کسی طرف بہک جائے فوراً اس طرف سے توجہ ہٹالو، بعض لوگ قصداً دوسری باتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، دکان مکان کا حساب بھی اسی میں کرنے لگتے ہیں یہ بیشک خشوع کے منافی ہے۔

مسجد میں بایاں پیر داخل کرنے پر حضرت سفیان ثوریؒ کو تنبیہ

حضرت سفیان ثوریؒ کتنے بڑے عالم اور کتنے پایۂ کے بزرگ ہیں، ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لے گئے، اور داخل ہوتے وقت خلاف سنت پہلے بایاں پیر مسجد میں داخل کردیا تو اندر سے آواز آئی یاثور، (اے بیل) آپ کو تنبیہ کی گئی اور خلاف سنت عمل کرنے کی وجہ سے بیل کہہ دیا گیا چنانچہ اس کے بعد سے وہ اپنے آپ کو ثوری کہنے لگے تھے، یہ اللہ کے بندے اپنے نفس کا ملاج کرتے تھے، اگر کوئی تنبیہ کی جاتی تو اس کو ہمیشہ یاد رکھتے، اسی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ ثوری لکھتے تھے تاکہ یاد رہے کہ تم وہی سفیان ہو جس نے بیلوں جیسی حرکت کی تھی، اور جس کی وجہ سے ثور کا لقب دیا گیا تھا، جو لوگ عامل بالسنہ ہوتے ہیں وہ اللہ کے محبوب بندے ہوتے ہیں۔ اگر وہ خلاف سنت کوئی کام کرتے ہیں تو ان کو تنبیہ کردی جاتی ہے، اور جن لوگوں کی پوری زندگی ہی خلاف سنت ہو ان کو کیا تنبیہ کی جائے سفیان ثوریؒ کا بہت اونچا مقام تھا اس لئے معمولی سی غلطی پر ان کو تنبیہ کی گئی۔

گنہگار بندے کی مغفرت فرمادینے پر حکایت

دوران درس ایک پرنسپل صاحب جنکے ڈاڑھی نہ تھی وہ بھی شریک درس ہوگئے حضرت نے دوران سبق بیان فرمایا بخاری شریف میں ایک قصہ آیا ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہونے لگا اس نے اپنے بیٹوں کو بلا کر وصیت کی کہ انتقال کے بعد میری ڈاڑھی پر سفید آٹا چھڑک دینا تاکہ بال سفید معلوم ہوں شاید اللہ تعالیٰ کو مجھ پر رحم آجائے، انتقال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ تونے ایسی حرکت کیوں کی؟ بندہ نے جواب دیا کہ اے اللہ میں تیرا نافرمان گنہگار بندہ، میرے پاس نیک اعمال تو ہیں نہیں میں نے سنا ہے کہ اللہ رب العالمین بوڑھے آدمی کو عذاب دینے سے شرماتا ہے اور میں بوڑھا بھی نہیں میں نے سوچا کہ کم از کم بوڑھوں کی سی شکل ہو جائے، بوڑھوں کی مشابہت ہی ہو جائے شاید اللہ

تعالیٰ کو رحم آجائے اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی۔

کوئی آدمی کسی کو کیا حقیر سمجھے کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرے گا۔ کس کا خاتمہ کس حال پر ہوگا۔

حضرت اقدس نے اس قصہ کو اس انداز سے بیان فرمایا اور پرنسپل صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی ڈاڑھی پر حضرت ہاتھ پھیرتے جاتے تھے گویا عملاً پرنسپل صاحب کو ڈاڑھی رکھنے کی ترغیب دے رہے تھے۔

ہر انسان کے دو قدرتی ساتھی

فرمایا ہر انسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایک شیطان مقرر کیا ہے اور ایک فرشتہ شیطان اس کو بری باتوں کی تلقین کرتا ہے، اور فرشتہ اسکو اچھی باتوں کی تلقین کرتا ہے، اب انسان کو اختیار ہے جسکی چاہے مان لے، اگر کوئی شخص از خود شیطان کی گود میں بیٹھنا چاہے تو اس کا کیا علاج ہے۔

تنبیہ الغافلین اور مثنوی شریف اچھی کتابیں ہیں

فرمایا تنبیہ الغافلین بڑی اچھی کتاب ہے، اس میں بزرگوں کے عجیب عجیب حالات لکھے ہیں، جس کو پڑھنے سے بڑی عبرت ہوتی ہے۔

اور فرمایا کہ مثنوی شریف بھی بڑی اچھی کتاب ہے اس کتاب میں مولانا نے کمال یہ کیا ہے کہ کوئی قصہ نقل کرتے ہیں اور اس قصہ سے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں وہ بہت عجیب

ے راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اسی واقعہ کو حضرت تھانوی نے بھی نقل فرمایا ہے اور اس پر حاشیہ لکھا ہے کہ مغفرت کی اصل وجہ خوف خدا، خشیت خداوندی تھی چونکہ اس کا یہ عمل خوف خدا سے ناشی تھا اس لئے اللہ نے اسکی مغفرت فرمادی یہ مطلب نہیں کہ دوسرے لوگ بھی اس عمل کی تقلید کرنے لگیں زید

اور نصیحت آمیز ہوتا ہے۔ بڑی سبق آموز کتاب ہے، (اصل کتاب تو فارسی میں ہے حضرت حکیم اختر صاحب مدظلہ العالی نے اسکی اردو میں شرح فرمائی ہے جو بہت مفید اور مقبول ہے)۔

اچانک موت سے بچنے کی دعاء

فرمایا موت کا کچھ بھروسہ نہیں، پتہ نہیں کب اور کس حال میں آجائے، آدمی کسی بات کی وصیت کرنا چاہے یا کچھ کہنا چاہے تو وصیت بھی نہ کر سکے، اسی لئے حدیث شریف میں اچانک موت سے پناہ مانگی گئی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ مَّوْتِ الْفُجَائَۃِ (یعنی اے اللہ ناگہانی موت سے ہم پناہ چاہتے ہیں) کے الفاظ آئے ہیں، اس کی وجہ یہی ہے کہ اچانک موت میں مرنے والا اگر کچھ کہنا بھی چاہے یا وصیت کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا ہے۔ دوسرے لوگ اس کو کلمہ کی تلقین بھی نہیں کر سکتے

نزع کی حالت میں لوگوں کو کیا کرنا چاہئے

فرمایا انتقال کے وقت لوگوں کو میت کے ساتھ نزع کی حالت میں جو کام کرنا چاہئے وہ تو کرتے نہیں ادھر ادھر کی خرافات اور بکواس کرتے رہتے ہیں، نزع کی حالت میں اس کے قریب سورہ یٰس پڑھنا چاہئے، اس سے روح قبض ہونے میں آسانی ہوتی ہے، نیز اس وقت پیاس کی شدت ہوتی ہے اس لئے۔ چمچی وغیرہ سے بار بار پانی اس کے منہ میں ڈالنا چاہئے، نیز اس وقت کلمہ طیبہ کی تلقین بھی کرنا چاہئے۔

تلقین کا مطلب و مقصد

فرمایا تلقین کا مطلب یہ نہیں کہ اس کو کلمہ طیبہ کی تسبیح رٹائی جائے، تلقین کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس بیٹھ کر ہلکی آواز سے کلمہ پڑھو جس کو وہ بھی پڑھ لے، لیکن

اس سے پڑھنے کو نہ کہو، کیونکہ پتہ نہیں وہ کس حال میں ہو، اور تلقین کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اسکی زبان سے نکلنے والا سب سے آخری جملہ جو ہو وہ کلمہ طیبہ ہی ہو، اگر ایک بار کلمہ طیبہ زبان سے کہہ لے تو بس کافی ہے، پھر اگر کوئی دنیا کی بات کرلے تو دوبارہ تلقین کی جائے، اور جب ایک بار کہہ لے تو بار بار اس سے نہ کہلوائے، وہ وقت بڑا سخت ہوتا ہے، کبھی کبھی نزع کی کیفیت (اور جانکنی کا عالم) کئی کئی گھنٹے بلکہ کئی کئی روز تک رہتا ہے، اس وقت آدمی بڑی کشمکش میں ہوتا ہے، ایسی حالت میں اگر کسی آدمی کی زبان سے کوئی غلط جملہ نکل جائے یا مثلاً نزع کی حالت میں وہ کلمہ پڑھنے سے انکار کردے تو اس سے بدگمان نہ ہونا چاہئے۔ اس کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

ایک بزرگ کا واقعہ

ایک بزرگ کے انتقال کا وقت قریب تھا، نزع کی حالت میں لوگ ان کو کلمہ کی تلقین کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ حضرت کلمہ پڑھئے۔ اور وہ بزرگ انکار کر رہے تھے، دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا، تھوڑی دیر بعد ان کو افاقہ ہوا تو لوگوں نے ان بزرگ سے عرض کیا کہ حضرت ہم لوگ آپ کو کلمہ کی تلقین کر رہے تھے اور آپ انکار فرما رہے تھے۔ ان بزرگ نے جواب دیا کہ جو کلمہ زندگی بھر پڑھا کیا اسکو مرتے وقت بھول جاؤں گا۔؟ لوگوں نے عرض کیا کہ پھر انکار کس چیز کا تھا؟ فرمایا کہ مجھے پیاس کی شدت تھی اس وقت شیطان میرے پاس پانی لے کر آیا اور بار بار مجھ سے کہہ رہا تھا کہ ایک بار مجھے خدا کہہ دو، یہ پانی پی لو۔ میں اس کا انکار کر رہا تھا۔ کہ میں تم کو خدا نہیں کہتا۔ یہ حقیقت تھی ان کے انکار کرنے کی۔ لوگ سمجھ رہے تھے کلمہ طیبہ پڑھنے سے انکار کر رہے ہیں حالانکہ حقیقت کچھ اور تھی۔ اس لئے اس وقت کی حالت کو دیکھ کر کسی سے بدگمان ہونا صحیح نہیں۔

دو بزرگوں کے عبرت آمیز قصے پہلے زمانے کے مشائخ ایسے ہوتے تھے

بزرگوں کا آپس میں ایک دوسرے کا احترام

رائے بریلی میں دو تکیہ ہیں ایک شہر کے متصل ہے جو دائرۂ شاہ علم اللہ کے نام سے مشہور ہے اس کو تکیہ بھی کہتے ہیں۔ دوسرا تکیہ محبت علی شاہ کے نام سے مشہور ہے۔ علم اللہ شاہ حضرت مولانا علی میاں دامت برکاتہم کے جد امجد ہیں ان کے یہاں فاقہ بہت ہوتا تھا شاہ عالمگیرؒ کو اس کا علم ہوا، اپنے ایلچی سے اچھی خاصی رقم ان کی خدمت میں بھیجی شاہ علم اللہؒ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہمارا کام چل جاتا ہے اب ضرورت نہیں وہ ایلچی رقم واپس لے کر عالمگیرؒ کی خدمت میں پہنچا۔ حضرت شاہ علم اللہ کی بات ان سے بیان کر دی عالمگیرؒ نے دوبارہ یہ کہہ کر بھیجا کہ ان کی اہلیہ کی خدمت میں پیش کر دے ایلچی پھر آیا اور حضرت کی اہلیہ کی خدمت میں وہ رقم پیش کی۔ اہلیہ محترمہ نے فرمایا میرے شوہر تو شاہ علم اللہؒ ہیں۔ میرا نان نفقہ ان کے اوپر ہے عالمگیرؒ کو اس کی فکر کیوں ہے یہ کہہ کر رقم واپس کر دی، ایلچی پھر عالمگیرؒ کی خدمت میں پہنچا عالمگیرؒ نے فرمایا میں نے طے کیا ہے کہ اس رقم کو بزرگوں کی خدمت میں پیش کرنا ہے۔ اس لئے اس رقم کو محبت علی شاہ کی خدمت میں جا کر پیش کرو۔ ایلچی ان کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے اس رقم کو قبول کر لیا۔

بزرگوں کی خدمت میں ہر شخص اخلاص کے ساتھ نہیں رہتا کچھ خود غرض لوگ بھی گھس جاتے ہیں ایک صاحب شاہ علم اللہؒ کی خدمت میں پہنچے اور فرمایا جس رقم کو آپ نے واپس کیا تھا اس کو محبت علی شاہ صاحبؒ نے قبول کر لیا شاہ علم اللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ وہ دریا ہیں اس رقم کا ان کے اوپر کوئی اثر نہیں۔ ہمارے اندر اس کی سہار نہ تھی معلوم نہیں کیا حال

ہو تا اس کے بعد وہ شخص محبت علی شاہ کی خدمت میں پہنچا اور کہا کہ شاہ علم اللہ کے یہاں آئے دن فاقہ رہتا ہے اللہ نے ایک رقم پہنچائی تھی اس کو ٹھکرادیا محبت علی شاہ نے جواب دیا کہ وہ زاہد ہیں بڑے درجہ کے لوگ ہیں دنیا کو منہ نہیں لگاتے ہم تو کتے کی طرح ہیں جس طرح وہ روٹی کی طرف لپکتا ہے ہم دنیا کی طرف لپکتے ہیں۔

اس واقعہ کو سنانے کا مطلب یہ ہے کہ اُس زمانے میں بزرگوں میں آپس میں کتنا تعلق تھا اور کتنا ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے اور اب یہ حال ہو گیا ہے کہ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے۔ حیرت کی بات ہے کہ ان بزرگوں کی مجلسوں میں ایک دوسرے کی غیبت ہوتی ہے۔

بزرگی کا معیار اور اس کی علامتیں

فرمایا بزرگی کا معیار اتباع سنت ہے، جو شخص جتنا زیادہ متبع سنت ہوگا اتنا ہی بڑا بزرگ ہوگا، کشف و کرامات کو اس میں کچھ دخل نہیں، کشف تو غیر مسلموں بلکہ جانوروں تک کو ہو جاتا ہے۔ خلاف شرع جو کام کرے گا وہ بزرگ ہو ہی نہیں سکتا، وہ ڈھونگ ہے اور اللہ کی طرف سے اس کے لئے ڈھیل ہے۔

اور فرمایا بزرگوں نے لکھا ہے کہ ولایت اور بزرگی کی تین علامتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ رزق حلال کا اس کا کوئی انتظام ہو، دوسرے یہ کہ اس کو سب لوگ اچھا ہی کہنے والے نہ ہوں، کچھ لوگ اس کو برا کہنے والے بھی ہوں، تیسرے یہ کہ اسے کوئی نہ کوئی بیماری پریشانی لگی رہتی ہو، عام طور پر بزرگوں میں یہ علامتیں پائی جاتی ہیں۔

شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

شیخ نظام الدینؒ کا واقعہ ہے کہ کچھ لوگ حضرت کو بدنام کیا کرتے تھے، اس کی وجہ صرف حسد تھی، کسی صاحب نے کہا کہ یہ کیسے بزرگ ہیں، بزرگی کی تین علامتیں ہیں اس

کے اندر وہ نہیں پائی جاتیں، پہلی علامت یہ ہے کہ حلال روزی ہو یہ تو خانقاہ میں پڑے پڑے کھارہے ہیں، دوسرے یہ کہ کوئی نہ کوئی بیماری رہتی ہو یہ تو تندرست اور ہٹاکٹا ہے، تیسرے یہ کہ اس کو لوگ برا بھی کہتے ہوں ان کی تو لوگ تعریف کرتے ہیں، یہ بات حضرت نظام الدینؒ کو پہنچ گئی، حضرت نے اس خیال سے کہ یہ شخص بدگمانی کے مرض میں مبتلا ہے یہ دور کرنا چاہئے، ان کو ایک مرتبہ بلایا اور تنہائی میں گفتگو کی اور فرمایا کہ جہاں تک بیماری کا تعلق ہے مجھے برسہا برس سے ایک ناسور ہے جب اس میں ٹیس اٹھتی ہے اس وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جان نکل جائے گی، باقی دو باتوں کا جواب کل دوں گا، حضرت نے ایک صاحب سے مضاربت کا معاملہ کر رکھا تھا وہ صاحب جنگل کے رہنے والوں سے لکڑیاں خرید کر لاتے اور بازار میں فروخت کرتے، اس کی آمدنی حضرت شیخ اور وہ دونوں تقسیم کر لیتے، اس شریک سے حضرت نے فرمایا کہ کل میں جاکر لکڑیاں لاؤں گا، ایک باندی بھی ساتھ لے لی، اور جنگل سے لکڑیاں لے کر بازار سے نکلے، بازار والے کہہ رہتے تھے کہ دیکھو مکار جارہا ہے سر پر لکڑی کا بوجھ لیے جارہا ہے تاکہ لوگ بزرگ سمجھیں اور ایک چھوکری ساتھ ہے معلوم نہیں کہاں لے جاکر منھ کالا کرے گا۔ دوسرے دن جب معترض صاحب کو بلایا تو فرمایا کہ آپ کی دونوں باتوں کا جواب ہو گیا، یہ میری روزی ہے مضاربت پر معاملہ کر رکھا ہے جو ملتا ہے قناعت کرتا ہوں، بسا اوقات پوری فصل خربوزہ کی گزر جاتی ہے ایک قاش کھانے کو نہیں ملتی، خانقاہ میں جو پکتا ہے وہ یہاں کے ذاکرین کے لئے ہے میرے لئے نہیں۔ اور یہاں جو لوگ آتے ہیں ان کو مجھ سے حسن ظن ہے کچھ حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں وہ تو تعریف ہی کریں گے، جو نہیں آتے ان کا حال دیکھ لیا کہ مجھ کو کیا کہہ رہے تھے، اس شخص کی آنکھ کھل گئی اور بدگمانی سے توبہ کیا۔[۱]

---

[۱] یہ پورا واقعہ حضرتؒ نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا۔

میں پھول بن کر آیا ہوں کانٹا بن کر نہیں

شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت

شیخ بہاء الدین زکریاؒ اپنے شیخ کے حکم سے ملتان پہنچے تو وہاں پہلے سے ایک بزرگ موجود تھے، جو لوگوں میں رشد و ہدایت کا کام کرتے تھے اور لوگوں کو ان سے فیض پہنچتا تھا، شیخ بہاء الدین جب اس گاؤں میں تشریف لے گئے تو ان بزرگ نے خادم کے ذریعہ ایک پیالہ میں پانی بھر کر بھیجا، شیخ بہاء الدین نے پانی بھرے پیالے میں گلاب کا پھول رکھ کر واپس کر دیا، کوئی نہ سمجھا اس کا کیا مطلب ہے، خادم بھی نہ سمجھا، خادم نے پوچھا حضرت اس کا کیا مطلب ہے، فرمایا میں نے پیالہ میں پانی بھر کر بھیجا جس کا مطلب یہ تھا کہ پورا پیالہ بھرا ہے اب مزید پانی کی گنجائش نہیں۔ میں اس علاقہ میں موجود ہوں، دین کی خدمت کر رہا ہوں، یہاں ضرورت نہیں دوسری جگہ کام کریں، ان بزرگ نے اس کا جواب دیا کہ میں پھول بن کر آیا ہوں، بھرے پیالہ میں جس طرح پھول آسکتا ہے اس طرح بن کر رہنا چاہتا ہوں آپ اپنا کام کیجئے میں آپ کے کام میں دخیل نہیں ہونا چاہتا۔

مغرب وعشاء کے مابین کتنا فاصلہ ہوتا ہے

حضرت اقدس کا بعد مغرب دیر تک اوّابین پڑھنے کا معمول ہے اس کے بعد تھوڑی دیر آرام فرماتے ہیں، آرام کرتے ہوئے عشاء کے وقت کے متعلق دریافت فرمایا کہ اس کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے، جنتری میں آٹھ بجکر پینتیس منٹ لکھا ہوا تھا۔ حضرت نے فرمایا نہ معلوم جنتری میں کس حساب سے وقت لکھا ہے، مفتیان کرام کو اس میں غور کرنا چاہئے، مغرب وعشاء کے مابین اتنا فصل کہاں ہوتا ہے، میرا تو بارہا کا تجربہ و مشاہدہ ہے کہ پون گھنٹہ سے زائد فصل نہیں ہوتا، نو میل سے یہاں تک آنے میں آدھ گھنٹہ

لگتا ہے۔ ہم لوگ مغرب کی نماز نو میل میں پڑھا کرتے تھے، اور وہاں سے پیدل چل کر یہاں آتے تو دیکھتے دیکھتے شفق احمر غائب ہو جاتا تھا۔ (اور وہی عشاء کا ابتدائی وقت ہے) ایک مفتی صاحب نے عرض کیا کہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے مفتیان کرام کی تحقیقی رائے یہ ہے کہ مغرب و عشاء کے درمیان زائد سے زائد فصل ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ کا ہوتا ہے۔ غروب آفتاب اور عشاء کے ابتداء وقت میں اتنا فصل ہوتا ہے جتنا طلوع صبح صادق اور طلوع آفتاب میں ہوتا ہے۔ (اور عموماً) غروب سے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد عشاء کا وقت آجاتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۴۹، ص ۱۵۴) اس سے زائد فصل نہیں ہو سکتا، حضرت نے فرمایا کہ اس کی اور تحقیق کر لی جائے، اور فرمایا کہ اذان تو جنتری کے وقت کے اعتبار ہی سے دی جائے، اور دس منٹ بعد جماعت کھڑی کی جائے گی۔ اس وقت حضرت تراویح میں یومیہ پانچ پارے سناتے تھے۔

گھڑی باندھنے کا مقصد اور اس کا فائدہ

فرمایا گھڑی اس نیت سے باندھنا چاہئے کہ اس کے ذریعہ سے نماز کا وقت معلوم ہوگا، جماعت ملنے میں آسانی ہوگی، رات کو تہجد میں آنکھ کھلے گی، وقت کا اندازہ اس سے ہو سکے گا، پھر فرمایا کہ میں نے تو آج تک گھڑی باندھی نہیں، آج کل تو گھڑیوں کا بہت رواج ہو گیا ہے، جہیز میں تو گھڑی ضروری سمجھ لی گئی پہلے اس کا اتنا رواج نہ تھا۔ خیر جو بھی گھڑی باندھے اس کو چاہئے کہ اسی نیت سے باندھے کہ اس کے ذریعہ نماز کا وقت معلوم ہوگا۔

عصر کی سنتوں کی اہمیت

فرمایا عصر سے پہلے کی چار سنتوں کا اہتمام کرنا چاہئے، حجاج بادشاہ جس کا ظلم مشہور ہے وہ ان سنتوں کی بہت پابندی کرتا تھا، میں نے ایک بزرگ کی تحریر دیکھی ہے کہ ان سنتوں پر پابندی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی۔ واللہ اعلم

اصل بزرگی یہ ہے کہ ہماری ذات سے کسی کو تکلیف نہ ہو

بداخلاقی پر صبر درجات کی ترقی کا ذریعہ ہے

حضرت کی خدمت میں ایک صاحب تشریف لایا کرتے ہیں اور اپنا اصلاحی تعلق بھی ظاہر کرتے ہیں ایک مرتبہ ایک مدرسہ کی سفارت کے سلسلہ میں اپنے ایک چھوٹے بچے کو بھی ساتھ لے کر آئے اور چندہ کیلئے کچھ سفارشی خطوط لکھوا کر تشریف لے گئے اور چھوٹے بچے کو حضرت کے حوالے کر گئے کہ آپ ان کی دیکھ بھال فرماتے رہیں۔ حضرت کو ان کے طرز عمل سے سخت ناگواری ہوئی اور فرمایا کہ ان کا عجیب حال ہے جب آتے ہیں میرے لیئے مستقل پریشانی اور زحمت کا باعث بنتے ہیں۔ آتے ہیں اصلاح کی غرض سے اور خود میری اصلاح کرتے ہیں۔ ان کی باتیں دیکھو کیسی بزرگی کی کرتے ہیں۔ پتہ نہیں لوگوں نے کیا سمجھ رکھا ہے۔ لمبا کرتہ پہن لیا ہاتھ میں تسبیح لے لی آسمان سے اوپر کی باتیں کرنے لگے بڑے اونچے احوال بیان کر دیئے کچھ خوابات بیان کر دیئے، واہ واہی ہوگئی۔ الحمد اللہ، ماشاءاللہ، جزاک اللہ۔ بس اسی کا نام بزرگی رہ گیا ہے۔ یہ تو کوئی سوچتا ہی نہیں کہ میری ذات سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔ بتاؤ یہ اپنے لڑکے کو یہاں چھوڑ کر گئے ہیں۔ تین چار دن کی بات ہوتی تو بات دوسری تھی تین ماہ تک کے لئے کیسے کوئی نگرانی کر سکتا ہے۔ سردی، گرمی، بیماری، پریشانی لگی رہتی ہیں کون ہر وقت خیال رکھے۔ میں ان سے نہ کہوں تو کیا ہے لیکن لوگوں کو تو خود سوچنا چاہیئے کہ میرے عمل سے کسی کو تکلیف تو نہیں ہو رہی۔

بزرگی نام ہے حسن اخلاق کا یعنی جس کے اخلاق درست ہوں اور اس کی ذات سے کسی کو تکلیف نہ ہو وہ بزرگ ہے۔

وہ صاحب تو سفارشی خطوط لکھوا کر چندہ کرنے چلے گئے اتنے چھوٹے بچہ کو یہاں

چھوڑ گئے اس کی ماں کے پاس چھوڑ کر آنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے پیچھے کسی نہ کسی کو لگار کھا ہے کسی کے پیچھے اس کی بیوی کو مسلط کر دیا وہ اس کو تنگ کرتی ہے۔ کسی کے پیچھے اس کی اولاد کو لگار کھا ہے وہ اس کو پریشان کرتی ہے۔ اور کسی کے شاگرد اور مرید اس کو پریشان کرتے ہیں یہ سب خدائی نظام ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلط کرتا رہتا ہے۔

بڑوں کے سامنے اپنی بڑائی اور بزرگی نہیں دکھانا چاہیے

فرمایا بڑوں کے سامنے اپنی ہر چیز گھٹیا رکھنا چاہئے۔ ان کے سامنے اپنا تفوق برتری، اور علمی قابلیت نہیں ظاہر کرنا چاہئے۔ میں کبھی سفر میں اپنے بڑوں کے ساتھ ہوتا ہوں تو تہجد بھی چھوڑ دیتا ہوں چپ چاپ لیٹا رہتا ہوں، اپنے بڑوں کے سامنے ان کی نیند خراب کروں اور اپنی بزرگی دکھلاؤں مجھے یہ پسند نہیں۔ جیسا اپنے بڑے کرتے ہیں ویسا میں بھی کرتا ہوں تفرد اور امتیازی حیثیت سے بچتا ہوں۔

ایک طالب علم نے تعجب سے عرض کیا کہ اگر وہ بزرگ تہجد نہ پڑھیں تو ہم بھی نہ پڑھیں؟ حضرت نے فرمایا کہ کیا صرف تہجد پڑھنا ہی ثواب ہے؟ مؤمن کا سونا بھی تو ثواب ہے۔

سفر کے تکان کی وجہ سے اگر تہجد نہ پڑھے تو کوئی گناہ نہیں ہوتا ایسے موقع پر لیٹے لیٹے استغفار درود شریف پڑھتا رہے۔ اور اگر اٹھنے کے بعد عجب اور کبر پیدا ہو گیا تو کتنا بڑا نقصان ہوگا۔ اپنے بڑوں کے سامنے اپنی بڑائی اور بزرگی نہیں دکھلانا چاہئے۔

بہت سے لوگ اپنے بڑوں کے سامنے ہاتھ میں تسبیح لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اسی میں اپنی بزرگی سمجھتے ہیں۔ میں تو اپنے بڑوں کے ساتھ ان کی رعایت میں نوافل تک چھوڑ دیتا ہوں۔

ے خط کشیدہ عبارت حضرت نے اپنے قلم سے اضافہ فرمائی

اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے اس کے فیصلہ پر راضی رہنا چاہئے۔

عشاء کے بعد کی مجلس میں طلبہ کے سامنے ارشاد فرمایا عَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌلَّکُمْ۔ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّھُوَ شَرٌّلَّکُمْ۔ یعنی ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو برا سمجھتے ہو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور جس چیز کو تم بہتر سمجھتے ہو وہ تمہارے حق میں بدتر ہو۔ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ آدمی ان کو ناگوار سمجھتا ہے اچھا نہیں سمجھتا حالانکہ انجام کے اعتبار سے وہ بہتر ہوتی ہیں اور بعض چیزوں کو بہتر سمجھتا ہے حالانکہ انجام کے اعتبار سے وہ بری ہوتی ہیں اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ انجام کے اعتبار سے کیا بہتر ہے اور کیا بدتر ہے۔

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ آدمی ان چیزوں کو برداشت کرتا ہے جن کو علمی طور پر اچھا سمجھتا ہے مثلاً مریض ڈاکٹر کی تجویز پر عمل کرتا ہے اگرچہ اس میں اس کو ناگواری ہو اور اس کی تجویز کے مطابق عمل کرنے میں اپنی کامیابی سمجھتا ہے۔ انجکشن لگواتا ہے حالانکہ اس کی طبیعت کے خلاف ہوتا ہے۔ اپریشن بھی کراتا ہے حالانکہ اس کو ناگوار ہوتا ہے۔

الغرض ڈاکٹر کی تجویز پر عمل کرنے سے اس کو کامیابی کی امید ہوتی ہے اس لئے برداشت کرتا ہے۔ جب ڈاکٹر کی تجویز پر عمل کرنے سے کامیابی ہوسکتی ہے تو اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ نے جو تجویز فرمائی ہے اس پر عمل کرنے سے کیا کامیابی نہ ہوگی؟ اور اس پر عمل کرنے سے کیا اس کا انجام بہتر نہ ہوگا؟ دل مانے یا نہ مانے اور اندر سے طبیعت کچھ بھی کہے ہم کو عقلی طور پر اللہ تعالیٰ کی تجویز پر راضی رہنا چاہئے۔ اور طبعی طور پر جو ناگواری ہو اس کو برداشت کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ وَیَخْشَی اللّٰہَ وَیَتَّقْہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ جو اللہ و رسول کی اطاعت کرتے ہیں اللہ سے ڈرتے ہیں تقویٰ اختیار کرتے ہیں یہی لوگ کامیاب ہوں گے۔ اور ایک جگہ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ طبعی طور پر جو ناگواری ہو

اس کو برداشت کرنا چاہئے اور عقلی طور پر اللہ کی تجویز اور اس کے فیصلہ پر راضی رہنا چاہئے اسی کا نام بندگی ہے۔

صحابہ کرامؓ نے اس کو کر کے دکھلا دیا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کی طرف سے کس قدر دب کر صلح ہوئی۔ بظاہر ساری باتیں انھیں کی مانی گئیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو فتح مبین فرمایا۔ صحابہ کرام کو کتنا اضطراب تھا کیسی بے چینی تھی کہ اب دب کر کیوں صلح ہو رہی ہے حضرت عمرؓ نے حضور سے عرض کیا کہ کیا یہی فتح مبین ہے؟ لیکن کچھ بھی ہو تمام صحابہ نے طبعی ناگواری کے باوجود اللہ کے رسول کے حکم پر عمل کیا اور ساری ناگوار باتیں برداشت کیں۔ پھر دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس کا انجام بہتر فرمایا یا نہیں اور واقعی فتح مبین ہوئی یا نہیں؟

طبیعت کو محکوم اور شریعت کو حاکم بنانا چاہئے

اللہ کی تجویز پر عمل کرنے سے خیر ہی خیر ہے۔ تم نے اپنی طبیعت کو حاکم کیسے بنالیا۔ طبیعت کا کیا اعتبار بسا اوقات طبیعت کوئی فیصلہ کرتی ہے حالانکہ اللہ کا فیصلہ اس کے خلاف ہوتا ہے۔ اور اسی میں کامیابی ہوتی ہے اگرچہ اس کا اثر ایک مدت کے بعد ہو۔

مریض ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے ڈاکٹر اس کے پیر کا اپریشن کرتا ہے پلاسٹر چڑھا دیتا ہے اور ایک مدت کے بعد جب پلاسٹر کٹتا ہے تب ڈاکٹر کی تجویز کا اثر ظاہر ہوتا ہے اور وہ شخص چلنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

مصیبت اور پریشانی کا علاج

مصیبت اور پریشانی میں بھی اللہ تعالیٰ خیر کے دروازے کھول دیتا ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بخاری شریف میں آیا ہے جب ہجرت کر کے

تشریف لئے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک بادشاہ کا محل پڑتا تھا اُس بادشاہ کی عادت تھی کہ ہر مسافر اور گزرنے والے کے ساتھ جو عورت ہوتی اس کو اپنے پاس پکڑ والیتا برا سلوک کرتا۔ اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ یہ میری بہن ہے اس کو چھوڑ دیتا لوگوں نے خبر دی کہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھ ان کی خوبصورت عورت ہے بادشاہ نے بلوایا اور ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں فرمایا میری بہن ہیں مراد یہ تھی کہ اسلامی اخوت کے رشتہ سے میری بہن ہیں لیکن اس کے باوجود بادشاہ نے ان کو چھوڑا نہیں غلط کام کا ارادہ کیا، ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی ادھر حضرت سارہ علیھا السلام نے نماز کی نیت باندھی اور دعاء کی فرعون دھسنے لگا اس نے عزت سے آزاد چھوڑ دینے کا وعدہ کیا اور نجات کی دعاء کی درخواست کی۔ سارہ علیہا السلام نے دعاء کی، نکل آیا، پھر دوبارہ اس نے ارادہ کیا دوسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا۔ تین مرتبہ ایسا قصہ پیش آیا، فرعون نے کہا کس کو تم لوگ پکڑ لائے یہ انسان ہے یا کوئی اور لے جاؤ اس کو یہاں سے لیکن فرعون اتنا سمجھ گیا کہ یہ معمولی لوگ نہیں بہت اہم لوگ ہیں اس لئے ان کی خدمت میں ایک باندی پیش کی جن کا نام حضرت ھاجرہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی حضرت سارۃ اور باندی حضرت ھاجرہ کو لے کر وہاں سے چل دیئے۔

اس طرح کے تکلیف دہ پریشان کن حالات انبیا علیہم السلام پر بھی آئے ہیں کوئی بھی ایسا نہیں آیا جس کو لوگوں نے ستایا نہ ہو۔ یہ کوئی معتوب ہونے کی دلیل نہیں بلکہ اس میں درجات کی ترقی ہوتی ہے۔ برسہابرس کے مجاہدہ سے وہ ترقی حاصل نہیں ہوتی جو مصیبتوں اور رنج و غم کے ذریعہ ہوتی ہے۔ حالات آتے ہیں اس سے گھبرانا نہیں چاہئے صبر سے کام لینا چاہئے۔ کیا یہ معمولی تکلیف وہ بات ہے کہ راستہ میں بادشاہ روک لے پریشان کرے؟ ابراھیم علیہ السلام کی تو پوری زندگی ھی ایسی گذری ہے۔ گھر کے لوگوں نے پریشان کیا، خاندان کے لوگوں نے تنگ کیا، باپ نے مارنے کی دھمکی دی گھر چھوڑ کر

ہجرت کر گئے شام جا رہے تھے تو راستہ میں یہ قصہ پیش آ گیا اس کے بعد حکم ہوا کہ بیوی بچوں کو جنگل میں چھوڑ آؤ حضرت ہاجرہ اور اکلوتے بیٹے اسماعیل علیہما السلام کو وہاں چھوڑ آئے۔ اسماعیل علیہ السلام کچھ بڑے ہوئے حکم ہوا ذبح کر دو۔۔۔پوری زندگی مجاھدے کی ملتی ہے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتے گئے اسکے بعد اللہ نے امام بنایا۔ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا فرمایا ہے یعنی لوگوں کا امام بنایا ہے کوئی قوم ایسی نہیں جو ابراھیم علیہ السلام کو نہ مانتی ہو، یہودی، عیسائی، مسلم سب مانتے ہیں ھندو بھی مانتے ہیں، اس لئے حالات سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ کرنا وہ چاہئے جو حضرت سارہ علیہا السلام نے کیا تھا کہ نماز کی نیت باندھ کر کھڑی ہو گئیں۔ دعاء کی کہ اللہ تعالی اس کے ظلم سے نجات نصیب فرمائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی بھی ناگوار بات پیش آئے تو اللہ تعالیٰ ہی سے دعا کرے، صبر سے کام لے اور یقین رکھے کہ اس میں ہمارے لئے خیر ہے نہ بادشاہ بلاتا نہ حضرت سارہ جاتیں نہ ہاجرہ ھدیہ میں ملتیں حضرت ہاجرہ ہی سے تو اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں اور آپ ہی کی نسل سے حضور ﷺ پیدا ہوئے یہ کتنی بڑی خیر ہے جتنے زیادہ پریشان کن حالات ہوں گے اتنی ہی بڑی اس میں تکوینی مصلحت ہو گی اس لئے حالات سے گھبرائے نہیں، صبر کرے اللہ سے دعاء کرے خیر کی امید رکھے انشاء اللہ اس میں خیر ظاہر ہو گی۔

گالی کا جواب رحمت سے

فرمایا لوگوں کا عجیب حال ہے کہ اگر کسی نے کسی کو کچھ برا بھلا کہہ دیا، یا کسی کو گالی دے دی تو وہ شخص فوراً آپے سے باہر ہو جاتا ہے، آستین سمیٹ لیتا ہے، لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ ارے بھائی ایک بات ہی تو تھی اس نے کہہ دی۔ گالی اس نے دے دی تو کیا گالی تمہارے چپک گئی، تمہارا اس سے نقصان کیا ہوا؟ کیا تم کو کینسر ہو گیا؟ بخار چڑھ آیا یا کیا ہو گیا؟ پھر آخر کیوں اتنا برہم ہو جاتے ہو؟ پھر جب کچھ ہوا نہیں تو کیا ہم کو بھی اس کے بدلہ میں اس کو گالی دینا چاہئے؟، پھر ہم میں اور اس میں فرق ہی کیا رہا، ہم کو تو چاہئے کہ اگر

وہ برا سلوک کر رہا ہے تو ہم اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں، وہ ہم کو گالی دے رہا ہے تو ہم اس کے واسطے دعاء کریں، یہ ہیں اخلاق محمدی اور اسی کا حضور نے ہم کو حکم دیا ہے۔

برا سلوک کرنے والے کے ساتھ حسن سلوک

جس کی برائی یا غیبت کی جاتی ہے اس کا کوئی نقصان نہیں ہوتا

فرمایا بخاری شریف کی حدیث ہے ایک مرتبہ حضور ﷺ مقروض ہو گئے دائن یعنی قرض خواہ نے حضور ﷺ کی شان میں بڑی گستاخی کی یہاں تک کہا کہ تم نادہندہ ہو تمہارا خاندان ایسا ہے (نعوذ باللہ من ذلک) صحابہؓ کو سخت ناگواری ہوئی بدلہ لینے کا ارادہ کیا حضور ﷺ نے منع فرمایا اور فرمایا کہ حق والے کو کہنے کا حق ہے اور صحابہؓ کو حکم دیا، کہ جو قرض آتا ہے وہ ادا کردو، صحابہؓ نے عرض کیا جو واجب الاداء ہے اتنی عمر اور اتنی قیمت کا اونٹ نہیں ہے، اس سے بڑا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ زائد عمر والا ہی دیدو اور فرمایا کہ ایسے لوگ بہتر ہوتے ہیں جو ادائیگی قرض میں بہتر ہوں۔

یہ ہیں حضور ﷺ کے اخلاق کریمانہ کہ جس نے آپ کی شان میں گستاخی کی آپ نے اس کے ساتھ حسن سلوک کیا ادائیگی قرض میں اس کے ساتھ احسان کا معاملہ فرمایا۔

نیکی بدی برابر نہیں۔ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَن برائی کو اچھائی سے دفع کرنے کا حکم ہے۔

اور جس کی برائی کی جاتی ہے اس کا کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ فائدہ ہی ہوتا ہے کوئی کسی کی غیبت چغلی کرتا ہے تو جسکی غیبت چغلی کی جاتی ہے اس کا نفع ہی نفع ہوتا ہے، غیبت کرنے والے کی مقبول اور کھری نیکیاں اس کو دیدی جاتی ہیں۔ اچھا ہے خوب کمائے خود بھی نیکی کرے دوسروں کی بھی سمیٹے۔

ایک بزرگ کی حکایت

ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ایک شخص ان کو بہت برا بھلا کہتا تھا، ان کو گالیاں دیا کرتا تھا اور یہ بزرگ ہمیشہ اس کی خدمت میں ھدیہ بھیجا کرتے تھے ایک مدت کے بعد وہ شرمندہ ہوا اور برا بھلا کہنا بند کر دیا، ان بزرگ نے ھدیہ بھیجنا بھی بند کر دیا وہ شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جب تک میں آپ کو گالیاں دیتا تھا آپ مجھے ھدیہ بھیجتے تھے میں نے گالیاں دینا بند کر دیں آپ نے ھدیہ دینا بند کر دیا ان بزرگ نے جواب دیا کہ معاملہ برابر سرابر تھا تم مجھکو دیتے تھے میں تم کو دیتا تھا تم مجھے برا کہتے تھے تمہاری مقبول نیکیاں مجھے ملتی تھیں اس کے بدلے کھوریں میں تم کو بھیجتا تھا تم نے دینا بند کر دیا میں نے بھی دینا بند کر دیا۔

کیسے کیسے اللہ کے بندے گزرے ہیں۔ جس کی برائی کی جاتی ہے یا غیبت چغلی کی جاتی ہے اس میں اس کا کوئی نقصان نہیں فائدہ ہی فائدہ ہے صبر کرے دوسروں کی نیکیاں سمیٹے آخرت میں کام آئیں گی۔

بیمار کی عیادت کی فضیلت

فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے کہ صبح کے وقت جو کسی مریض کی عیادت کرتا ہے ستر ھزار فرشتے شام تک اس کے لیے دعاء کرتے ہیں اور اگر شام کو عیادت کرتا ہے تو صبح تک اس پر ستر ھزار فرشتے دعاء کرتے ہیں۔ لیکن آج ہم نے اس عمل کو چھوڑ دیا ہے پڑوس میں بیمار پڑا ہے ہم کو اس کی خبر نہیں، کبھی پوچھتے ہی نہیں۔ جب وہ مر جاتا ہے تو تعجب سے پوچھتے ہیں کہ اچھا انتقال ہو گیا کیسے؟ کیا بیمار تھا؟ ہم کو تو معلوم ہی نہیں۔ جب معلوم کیا نہیں پوچھا نہیں تو معلوم کیسے ہو۔ اور اب تو آدمی اپنوں کی بھی عیادت نہیں کرتا۔

ضلع فتح پور کا ایک قصہ

فرمایا فتح پور کے قریب ایک گاؤں میں میرے ایک دوست بیمار تھے وہاں میں ان کی عیادت کو گیا ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا کہ مولانا آپ تو مجھے اتنی دور سے دیکھنے آئے ہیں اور یہ میرا چھوٹا بھائی ہے میرے سامنے ہی رہتا ہے دونوں ایک ہی گھر میں آمنے سامنے ہیں چھ ماہ بستر میں پڑے ہو گئے، لیکن آج تک اس نے ایک مرتبہ بھی نہیں پوچھا کہ کیسی طبیعت ہے باپ کا انتقال ہو چکا تھا اس کی تعلیم وتربیت بھی میں نے کی ہے۔ میں نے اس کو پڑھایا اچھی جگہ شادی کی۔ شادی میں انسان شریف گھرانہ ہی دیکھتا ہے اندر کا حال کس کو معلوم۔ اس کی عورت ایسی ہے کہ جب سے وہ آئی ہے سارے کرشمے اسی نے دکھائے ہیں۔

آخرت میں کام آنے والی چیزیں، بیمار کی تیمار داری اور عیادت کی اہمیت

الٰہ آباد شہر میں ایک بڑے عالم صاحب کافی عرصہ سے مختلف امراض میں مبتلا تھے۔ اور کوئی ان کا پرسان حال نہ تھا۔ اہل مدرسہ اور اعزا و اقرباء بھی بے اعتنائی کا برتاؤ کر رہے تھے۔ حضرت کو جب اس کا علم ہوا تو سخت ناراضگی کے ساتھ فرمایا مجھے تعجب ہے پڑھے لکھے لوگوں سے کہ ان کو بھی اس کا احساس نہیں۔ حضرت کو بڑا صدمہ پہنچا اور فرمایا کہ جلد ہی انشاء اللہ کوئی انتظام کروں گا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ میرے پاس وقت ہوتا تو میں فوراً ان کو بمبئی لے جا کر علاج کراتا اور خود ساتھ جاتا مگر کیا کروں مجبوری ہے، مشغولی اتنی ہے کہ ایک منٹ کی بھی فرصت نہیں۔

اس کے بعد حضرت نے ان کے بمبئی پہنچانے کا انتظام فرمایا۔ اور شہر بمبئی کے

مقامی حضرات کے نام مختلف پرچے تحریر فرمائے کہ ہر طرح ان کا خیال فرمائیں۔ جناب ڈاکٹر ڈھاکم صاحب کے نام بھی پرچہ تحریر فرمایا کہ ان کا اچھی طرح علاج کردیں۔ یہ سارے خطوط مکتوبات میں جمع کردیے گئے ہیں جس میں مریض کی تیمارداری اور اس کی خدمت کی اہمیت کو بھی بیان فرمایا ہے۔

حضرت نے فرمایا ارے یہی سب چیزیں تو آخرت میں کام آنے والی ہیں اور دنیا میں رکھا ہی کیا ہے۔ یہی اعمال تو ہیں جن سے ترقی ہوتی ہے۔ اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ جنت میں جانے کا سامان ہوتا ہے۔ لیکن ان اعمال کو آدمی معمولی سمجھتا ہے۔

بینائی تیز ہونے کا عمل اور اس کے چلے جانے پر اجر و ثواب

ایک صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت میری نگاہ کمزور ہوگئی ہے، بالکل نہیں دکھائی دیتا۔ چلنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ نماز بھی گھر پر پڑھتا ہوں۔ حضرت نے پوچھا کہ پھر کام کیسے کرتے ہو۔ عرض کیا کہ کسی بچہ کے سہارے چلتا پھرتا اور کام کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا نماز کے بعد درود شریف پڑھ کر آنکھوں میں دم کرلیا کیجئے۔ کہنے لگے کہ حضرت یہ سب کچھ کرچکا ہوں اور کرتا رہتا ہوں۔ فرمایا ارے روشنی نہیں ہے تو نہ سہی بینائی چلی گئی تو چلی جانے دو۔ اس کے بدلہ میں جنت ملے گی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو آنکھوں کی نعمت سے محروم کردیتا ہے اس کا بدلہ جنت دیتا ہے۔ صبر کیجئے انشاء اللہ جنت ملے گی۔

مالی نقصان ہونے پر اجر و ثواب کا وعدہ

حضرت کے مریدین میں سے ایک ڈاکٹر صاحب نے خط تحریر فرمایا کہ میں دھلی سفر میں گیا تھا نہ معلوم کس طرح میری جیب کٹ گئی اور چار ہزار روپے نکل گئے۔ اس کا مجھے

بہت صدمہ ہے اور یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ میں بہت پابندی سے زکوٰۃ نکالتا ہوں۔ غریبوں کی مدد بھی کرتا ہوں اپنی دانست میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا، حدیث پاک میں جان ومال کے حفاظت کی دعاء آئی ہے اور لکھا ہے کہ جو شخص اس دعاء کو پڑھ لے اسکا کوئی نقصان نہ ہوگا وہ دعاء بھی پڑھتا ہوں نیز صلوٰۃ سفر کا بھی اہتمام کرتا ہوں اسکے باوجود میری جیب کیسے کٹ گئی اور میرا نقصان کیوں ہوا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی حضرت والا اس کے متعلق ارشاد فرمائیں۔

حضرت نے زبانی ارشاد فرمایا کہ زکوٰۃ تو ادا کرتے ہیں لیکن اسکے علاوہ اور بھی تو حقوق ہیں جن میں غلطیاں ہوتی ہیں اس کی وجہ سے بھی ایسا ہو جاتا ہے، اور کبھی رفع درجات اور مزید ثواب کے لئے ایسا ہوتا ہے لوگ یہ چاہتے ہیں کہ سب کچھ یہیں مل جائے آخرت میں نہ ملے، یہاں کے نقصان کے عوض آخرت میں بڑا اجر و ثواب ملے گا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مصیبت اور نقصان کی وجہ سے جب آخرت میں ثواب ملے گا تو بندہ تمنا کرے گا کہ ہائے کاش میری پوری زندگی مصیبتوں میں گزری ہوتی میری کھال قینچیوں سے کاٹی گئی ہوتی اور کبھی آزمائش کے لیے بھی ایسا ہوتا ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ صحابہ کرامؓ زکوٰۃ وغیرہ سب نکالتے تھے ان سے خطاب ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ الخ کہ مال کی کمی اور نقصان سے ہم تمہاری آزمائش کریں گے حضرت نے اس کی تائید فرمائی۔

مالی نقصان یا گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے یا رفع درجات کا ذریعہ

دوسرے وقت حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مومن کا مالی نقصان جب بھی ہوتا ہے یا تو اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے یا اس کے درجات کی ترقی کا سبب ہوتا ہے۔

موٹی سی بات ہے اگر کسی پر کوئی قرض ہو مثلاً دو لاکھ کا قرض ہے اور وہ قرض ادا ہو جائے تو کیا اس کو نقصان کہا جائیگا یا یہ کہا جائے گا کہ اس کا بوجھ ہلکا ہو گیا بس اسی طرح

یہاں سمجھو کہ مالی نقصان سے اس کے گناہوں کا بوجھ ہلکا ہو گیا تو کیا اسکو نقصان کہا جائے گا یا بوجھ ہلکا ہونا کہا جائے گا۔ اور کبھی مالی نقصان رفع درجات کا سبب ہوتا ہے مثلاً ایک شخص نے اپنے پاس سے کسی کارخانہ میں دو تین لاکھ روپے لگا دیئے آئندہ اس کو اس کا نفع ملے گا۔ کیا اس کو نقصان کہا جائے گا؟ اس کا نفع تو بعد میں ملے گا اسی طرح اگر کسی کا مالی نقصان ہوا تو وہ آخرت میں اس کے لیے ذخیرہ ہو رہا ہے آخرت میں اس کا اجر و ثواب ملے گا اس وقت اس کی آنکھیں کھلیں گی اور تمنا کرے گا کہ کاش میرا اور نقصان ہو گیا ہوتا۔

ایک مصیبت زدہ پریشان شخص کا حال اور حضرت کی تسلی آمیز نصیحت

حضرت کے شاگردوں میں سے ایک صاحب تشریف لائے جو بہت زیادہ پریشان تھے ان کی لڑکی عرصہ سے بیمار تھی، بیس پچیس ہزار روپیہ خرچ ہو چکا تھا جسم سے برابر خون آرہا تھا، دوا بھی ریکشن کر گئی جس سے آنتیں متاثر ہو گئیں اور مایوسی کی حالت ہو گئی عین اسی موقع پر ان کی گاڑی پکڑ گئی جس میں تقریباً ۱۲ ہزار خرچ ہوئے پہلے ہی سے مقروض تھے اب اور زیادہ پریشان ہو گئے انتہائی مایوسی و پریشانی کے حال میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی پریشانی کا حضرت سے اظہار کیا یہاں تک کہا کہ میں اکیلے بیٹھے روتا رہتا ہوں بہت تنگ آچکا ہوں۔ خودکشی کرنے تک کا خیال ہوتا ہے۔ حضرت نے ان کو تسلی دی اور فرمایا اس قسم کے حالات پیش آتے ہیں سب کا یہی حال ہوتا ہے کوئی غم کو ظاہر کرتا ہے کوئی ظاہر نہیں کرتا۔ گھبرانے پریشان ہونے کی بات نہیں وقتی حالات ہوتے ہیں کچھ دن میں ختم ہو جائیں گے ان صاحب نے عرض کیا حضرت کوئی دعاء بتلا دیجئے اس کو پڑھا کروں حضرت نے یہ دعا لکھ کر عنایت فرمائی۔

بسم الله الرحمن الرحيم اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِيْ عَنْ غَيْرِكَ
وَنَوِّرْ قَلْبِيْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ اَبَدًا اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْنِيْ شَانِيْ كُلَّهٗ

مایوس کن بیماری میں بھی مایوس نہ ہونا چاہیئے

حضرت اقدس کے ایک صاحبزادے عرصہ دراز سے بیماری میں مبتلا ہیں جس کی وجہ سے حضرت بھی بہت متفکر اور کافی پریشان ہیں ایک مرتبہ صاحبزادے تنہائی میں رورو کر حضرت سے اپنی تکلیف کا اظہار کرتے ہوئے دعاء کی درخواست کررہے تھے۔ حضرت نے فرمایا۔

بیٹا میں تمہارا باپ ہوں مجھ سے زیادہ تمہارا کون شفیق ہوگا۔ علاج میں کسر نہ اٹھا رکھوں گا۔ اتنا پریشان نہ ہونا چاہیئے جب طبیعت گھبرائے کسی کام میں لگ جاؤ، کتابیں دیکھو، قرآن شریف کی تلاوت کرو، درود شریف پڑھو، اللہ تعالیٰ سے دعا کرو یہی بندہ کے بس میں ہے، میں نے کچھ کسر نہیں اٹھار کھی برابر دعاء کرتا ہوں دو رکعت پڑھ کر اسی مجلس میں ۵۰۰ مرتبہ درود شریف پڑھ کر دعا کرچکا ہوں۔ اللہ کے فیصلے پر راضی رہو گناہوں کا کفارہ ہو رہا ہوگا۔ درجات بلند ہو رہے ہوں گے اللہ تعالیٰ اس راہ سے تم کو ترقی دے رہا ہے۔ تم نے تو یہ سمجھ لیا ہے کہ اب صحت تو ہونا ہی نہیں موت آجائے گی اور میں مر جاؤں گا۔ ایسی باتیں سوچنے سے اور کمزوری آتی ہے تم سوچنا ختم کردو، یہ تو خود ایک مستقل بیماری ہے اس طرح سوچنے سے اور دوسری بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ پھر حضرت والا لکھنؤ علاج کے لئے اپنے ساتھ لے کر گئے۔

بیمار بیٹے کی وجہ سے حضرت کی پریشانی

حضرت اقدس کے ایک صاحبزادے، بہت عرصے سے مختلف بیماریوں پریشانیوں اور ذہنی الجھنوں میں مبتلا ہیں۔ اور نہایت افسردہ پژمردہ ہر وقت رنجیدہ رہتے ہیں، مایوس کن جملے استعمال کرتے ہیں جس کی وجہ سے حضرت بھی پریشان ہیں حالانکہ ان کو ایسی کوئی مہلک بیماری بھی نہیں —— حضرت نے علاج و تدبیر میں کسر نہیں اٹھار کھی۔ دوران

گفتگو اپنے صاحبزادے سے فرمایا بیٹا سب صحیح ہو جائے گا اتنا پریشان نہ ہو۔ اپنے کو ہر وقت کسی کام میں لگائے رکھو۔ زیادہ سوچو نہیں سوچنے سے اور پریشانی بڑھ جاتی ہے۔

قرآن شریف کی تلاوت کرو اس میں شفاء کا وعدہ ہے فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ آیا ہے اس میں ہر چیز سے شفا ہے۔ درود شریف پڑھا کرو اللہ سے دعاء کرو وہ سب ٹھیک کر دے گا۔ تم اتنی بیماری سے گھبرا رہے ہو یہ دیکھو اللہ کے بندوں نے پوری پوری زندگی بیماری اور پریشانی میں گزار دی ہے، بہت سے اللہ کے بندے زندگی بھر اسی حال میں رہے صبر کرتے رہے تم بھی صبر سے کام لو اور تم کو تو کوئی ایسی بیماری بھی نہیں محض سوچنے کی بیماری ہے۔ کام میں لگو۔ فکر نہ کرو انشاء اللہ ٹھیک ہو جاؤ گے، تم خود سوچو بیٹے کی پریشانی سے باپ کا کیا حال ہوگا تم بھی باپ ہو تم پر کیا گزرتی ہے تمہاری پریشانی سے میرا جو حال ہے میں ہی جانتا ہوں اللہ جانتا ہے۔ میں کام سب کر رہا ہوں پڑھاتا ہوں لیکن دل کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے دل کسی کو دکھایا نہیں جا سکتا اور حضرت نے لوگوں سے فرمایا کہ بیماری کے سلسلے میں ان سے زیادہ گفتگو نہ کرو اس سے فکر اور بڑھتی ہے۔ بیٹے سے فرمایا کہ اب سب علاج چھوڑ دو اللہ سے دعاء کرو۔ دل و دماغ کی طاقت کی جو دوائیں حکیم نے دی ہیں ان کو استعمال کرو۔ ٹھنڈا تیل سر میں لگاؤ۔ مفرحاتِ قلب استعمال کرو۔ کام میں لگو دعاء کرو۔ اور حضرت نے انجیر کھانے کو دے کر فرمایا کہ اس کو کھاؤ قرآن شریف میں اس کا ذکر ہے انشاء اللہ اس سے شفاء ہو گی۔

دنیا میں ہر ایک کو پریشانی لگی ہی رہتی ہے

صبر کرو اور اللہ سے خیر کی امید رکھو

ایک صاحب نے مختلف پریشانیاں ظاہر کر کے کچھ تعویذوں کی فرمائش کی حضرت نے فرمایا یہ تو دنیا ہے یہاں تو کچھ نہ کچھ لگا ہی رہتا ہے تم چاہتے ہو کچھ نہ ہو، کبھی

کوئی پریشانی نہ آئے، ایک کانٹا نہ لگے تو پھر اجر و ثواب کیسے ملے گا، درجات کیسے ملیں گے، یوں ہی جنت مل جائے گی؟ اعمال تو ایسے ہیں نہیں ، ارے کچھ کرو، کچھ سہو، جو حالات آئیں ان پر صبر کرو، سب مل ملا کر جنت تک پہونچا دیں گے۔ تم لوگ تو چاہتے ہو کہ اللہ کو تم پر کچھ اختیار نہ رہے تم جو چاہو وہ ہو جائے اور وہ جو چاہے نہ کرے تم اپنے نوکر، بیوی، سے جو چاہو کام لو جو چاہو کرو اور اللہ اپنے بندے کے ساتھ جو چاہے تم نہ کرنے دو۔ ارے جو حالات آئیں ان پر صبر کرو کچھ تو گناہوں کا کفارہ ہو، تم چاہتے ہو کہ دنیا ہی میں جنت مل جائے۔ اللہ جو چاہے وہ تو تم کرو نہیں۔ اور تم جو چاہو وہ ہو جائے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

پریشانی اور مصیبت کا علاج

فرمایا ہر آفت و پریشانی وقایہ ہوتی ہے کسی بڑی پریشانی اور مصیبت کا، مصیبت اور پریشانی کے وقت بھی اللہ کی رحمت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس سے بڑی پریشانی میں مبتلا کر دیتا، چھوٹی مصیبت کو بڑی مصیبت کا وقایہ بنا دیا یہ اللہ کی رحمت ہی تو ہے۔ گھر میں کسی ایک کی جان جانی تھی بیوی بھی مر سکتی تھی بیٹا بھی مر سکتا تھا لیکن بھینس مر گئی تو اللہ کی نعمت ہے کہ بھینس ہی تو مری ہے لڑکا نہیں مرا۔ اور سب کچھ صحیح ایمان تو ہمارا محفوظ ہے یہ بھی تو اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔

شیخ سعدی ایک مرتبہ سفر میں چلے جا رہے تھے ان کے پیر میں جوتے نہ تھے احساس ہوا کہ میرے پاس جوتے نہیں اور پیسے بھی نہ تھے آگے چل کر دیکھا بیچارہ ایک معذور شخص ہے اسکے پیر ہی نہیں شیخ سعدی کی آنکھیں کھل گئیں اللہ کا شکر ادا کیا کہ ہم تو اسی کا رونا رو رہے تھے کہ میرے پاس جوتے نہیں اس بیچارے کے تو پیر ہی نہیں اللہ کا شکر ہے کہ میرے پیر تو ہیں جوتے آج تو نہیں کل ہو جائیں گے۔

ہر پریشانی کا یہی علاج ہے کہ مصیبت پریشانی کے وقت دوسروں کی بڑی پریشانیوں کو دیکھے اس سے تسلی ہو جاتی ہے۔ ابھی جلدی کا قصہ ہے پرتاب گڑھ کے ایک صاحب تھے

ایک شخص پر انہوں نے اعتماد کیا سارا کاروبار اس کے بھروسے چھوڑ دیا پیسے بھی اسی کے نام سے جمع کر دیئے اور وہ شخص ۹۰ لاکھ روپے لے کر فرار ہو گیا ان بیچاروں کے پاس کچھ بھی نہ بچا کھانے تک کے محتاج ہو گئے۔ مصیبتیں آتی ہیں لیکن مصیبت میں آدمی کو گھبرانا نہیں چاہئے اور فراخی خوشحالی میں اترانا نہیں چاہئے ہمارا معاملہ الٹا ہے ہم پریشانی میں گھبرا جاتے ہیں خوشی میں اترا جاتے ہیں اور ہونا یہ چاہئے کہ خوشحالی میں اترائے نہیں اور بدحالی سے گھبرائے نہیں۔

مصیبتوں پر صبر کے ذریعہ وہ ترقی ہوتی ہے جو دوسرے مجاہدوں سے نہیں ہوتی

فرمایا بیماریوں اور طرح طرح کی مصیبتوں کی وجہ سے جو بھی پریشانیاں ہوتی ہیں اس میں آدمی اگر صبر سے کام لے تو ایسی ترقی ہوتی ہے جو برسہا برس کے مجاھدوں سے بھی نہیں ہوتی۔ بس ایسے موقع پر صبر کرے، اللہ کی طرف انابت کرے، بعض گناہ تو ایسے ہوتے ہیں جو آدمی کے اپنے گھر والوں، اہل و عیال کی فکر میں پریشان ہونے ہی سے معاف ہوتے ہیں، یہی پریشانی ان کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔ اس لیے کبھی کسی شخص کو پریشانیوں سے اکتانا نہیں چاہیے، اور مصیبتوں سے تنگدل اور گھبرانا نہیں چاہیے

دنیا خواہش پوری ہونے کی جگہ نہیں

فرمایا دنیا میں اگر کسی نے اچھا کھا بھی لیا تو اس سے کیا فائدہ، دنیا تو ایسی چیز ہے کہ یہاں رہ کر کسی کی سب خواہشات پوری نہیں ہو سکتیں، خواہشات پوری ہونے کی جگہ تو جنت ہے، وَلَکُمْ فِیْهَا مَاتَشْتَهِیْ اَنْفُسُکُمْ ، اور تمہارے لئے وہاں ہر وہ چیز میسّر ہو گی جس کو تمہارا نفس چاہے گا،

لکم جمع کا صیغہ ہے، یعنی تم میں سے ہر ایک کی ہر خواہش پوری ہو گی ،اور جمع کا مقابلہ جمع سے ہو رہا ہے کیونکہ آگے بھی جمع کا صیغہ ہے اور جب جمع کا مقابلہ جمع سے ہو تو تقسیم آحاد علی الآحاد مراد ہوتی ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ تم میں سے ہر ہر شخص کی ہر ہر خواہش پوری ہو گی اور ہر شخص کی خواہش علحدہ علحدہ ہوا کرتی ہے، کسی کو کچھ پسند ہے کسی کو کچھ پسند ہے، تو اصل خواہشات پوری ہونے کی اور من چاہی زندگی گزارنے کی جگہ تو جنت ہے، دنیا میں اتنا ساز و سامان کہاں جو انسان کی ہر خواہش کو پورا کر سکے، یہاں تو بس زندگی کے ایام گذارنا ہے کسی طرح گزر جائیں۔

کام کا زمانہ تو چالیس، پچاس کی عمر تک کا ہوتا ہے

حضرت اقدس مدظلہ ایک کتاب تصنیف فرما رہے تھے۔ تھوڑی دیر لکھنے کے بعد حضرت کے سر میں شدید درد ہونے لگا۔ حضرت نے فرمایا ایک زمانہ تھا کہ رات رات بھر لکھتا پڑھتا تھا اور کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ اور اب تو تھوڑی دیر میں سر میں درد ہونے لگتا ہے۔ کام کا زمانہ چلا گیا۔ کام کی عمر تو چالیس پچاس سال تک ہی ہے۔ یہ عمر تو تسبیح پڑھنے کی ہے۔ اس وقت تو ہاتھ میں تسبیح ہونا چاہئے۔ جس کو جو کچھ کرنا ہو اس عمر سے پہلے پہلے کر لے۔ مجھے پہلے توجہ نہ ہوئی ورنہ بہت سی چیزیں لکھنے کی تھیں اب افسوس ہوتا ہے۔

اسی درمیان میں حضرت کے نواسے پوتے اچھلتے کودتے شور مچاتے آگئے حضرت نے ان کو بلایا کام چھوڑ کر گود میں لیا کھلایا پلایا ،اور فرمایا کہ اس عمر میں عائلی زندگی کی ضرورت ہوتی ہے چھوٹے بچوں نواسوں پوتوں سے جی بہلتا ہے۔ ان سے تسلی ہوتی ہے یہ عمر تو گھر والوں کے ساتھ رہنے کی ہوتی ہے۔

زندگی ہو تو ایسی

حضرت نے مفتی صاحب نوراللہ مرقدہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ زندگی ہو

خط کشیدہ عبارت حضرت نے بوقت تصحیح تحریر فرمائی۔

تو ایسی کہ جانے کا سب کو غم ہو، آنسو بہیں، لوگ یاد کریں، یہ زندگی بھی کوئی زندگی ہے جس کے جانے کا کسی کو غم نہ ہو۔کسی کے دو آنسو نہ بہیں۔ ارے آدمی کچھ تو ایسے کام کر کے جائے کہ لوگ اس کو یاد کریں۔ یہی زندگی ہے جس کو کچھ کرنا ہو کرلے، اسی زندگی میں کرنے والے بہت کچھ کر کے چلے گئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ صحت کو غنیمت جانو بیماری سے پہلے، حیات کو غنیمت جانو موت سے پہلے۔ جس کو جو کچھ کرنا ہو حالت صحت میں کرلے۔ بعد میں کچھ نہیں ہو پاتا۔ مجھ میں اب وہ قوت نہیں رہی جو پہلے تھی۔ اب بہت جلدی تھک جاتا ہوں، جیسے جیسے کمزوری بڑھتی جارہی ویسے ہی کام بھی بڑھتا جارہا ہے۔ حضرت نے بعض اشعار پڑھے۔ ع۔

ذرا سی دور چلتے ہیں تو تھک جاتے ہیں پیر اپنے
پڑے رویا کریں گے آپ کا ہم نام لے لے کر

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر

حضرت اقدس مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ جو حضرت کے مشفق استاد بھی تھے، حضرت نے نور الانوار حضرت مفتی صاحب ہی سے پڑھی ہے نیز مدرسہ ہتورا کے سرپرست اور حضرت کے بڑے ہمدرد و خیر خواہ تھے۔ ۱۷ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ رات ۱۲ بجے افریقہ میں انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

انتقال کی خبر فون کے ذریعہ حضرت کو اسی وقت کر دی گئی، حضرت کو شدید بے چینی لاحق ہوئی، اضطرابی کیفیت پیدا ہوئی، قلب پر اثر پڑا، درد کی وجہ سے دل پر ہاتھ رکھ لیا، دل کی دوا کھائی قدرے افاقہ ہوا، لوگ پریشان ہو گئے فرمایا طبیعت آہستہ آہستہ قابو میں آجائے گی اچانک صدمہ پہنچتا ہے تو ایسی حالت ہو جاتی ہے۔ تھوڑی دیر بعد حالت بہتر ہونے لگی۔ لیکن صدمہ برابر رہا، پوری رات رنج و غم و کرب اور ذکر و نماز میں گزری، فجر بعد دعاء

ع۔ یہ شعر حضرت نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا

مغفرت وایصال وثواب کرایا گیا۔ اور مختلف مجالس میں بار بار حضرت مفتی صاحب کا ذکر خیر فرمایا۔

اللہ والوں کے اٹھ جانے کا نقصان

فرمایا حضرت اقدس مفتی صاحب کے انتقال کے بعد دنیا سونی معلوم ہوتی ہے۔ دل بجھ سا گیا ہے طبیعت میں امنگ نہ رہی، دنیا تاریک معلوم ہوتی ہے۔ اللہ والوں کے دنیا سے چلے جانے سے معمولی نقصان نہیں ہوتا، ان کے جانے سے بہت بڑا خلا ہوتا ہے، ان کے وجود سے بہت سے فتنے رکے رہتے ہیں، ان کے اٹھ جانے سے خیر و برکت اٹھ جاتی ہے اور فتنوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

چند اور بزرگوں کا مختصر تذکرہ

فرمایا اکابرین میں چند بزرگوں نے مسافرانہ زندگی گزاری ہے ان میں ایک تو حضرت مفتی صاحب تھے۔ دوسرے بزرگ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڑھی تھے ان کا بھی ایسا ہی حال تھا نہ ان کے پاس ساز و سامان تھا نہ کھانے پینے کا اہتمام ہوتا تھا، مہمانوں کی وجہ سے کچھ تھوڑا بہت کبھی ہو بھی جاتا تھا۔

ہمارے حضرت ناظم صاحب کا بھی یہی حال تھا بالکل سادہ زندگی تھی، کھانا بہت سادہ مختصر سا کھاتے تھے چھوٹی سی پیالی میں دال وغیرہ اور دو چپاتی، میں ہی کھانا لانے والا تھا، ایک مرتبہ حضرت مقروض ہو گئے تھے تو پورے ایک سال بغیر سالن کے روٹی کھائی ہے۔

حضرت مولانا علی میاں صاحب کے یہاں بھی جیسی سادگی دیکھی کم ہی جگہ دیکھی، یہ وہ حضرات ہیں کہ چاہیں تو عیش و عشرت کی زندگی بسر کریں، کسی چیز کی کمی نہ تھی سب کچھ ہوتے ہوئے بالکل سادہ زندگی پسند کرنا یہ ہے کمال کی بات، ورنہ ہم جیسا پھکڑ کہ

جب پچھ ہے ہی نہیں سادگی تو آہی جائے گی، کمال توان حضرات کا تھا کہ ان کی سادگی اختیاری تھی۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ ہمارے حضرت کی غایت درجہ کی تواضع ہے جو ہم سب کے لئے قابل عبرت و سبق آموز بھی ہے ورنہ جاننے والے جانتے ہیں کہ ہمارے حضرت کیا ہیں۔ کیسے ہیں، کیا کھاتے ہیں، کیسے سوتے ہیں، نہ ناشتہ کا معمول نہ کھانے کا اہتمام۔ باسی کھانا کھانے کا بکثرت معمول۔ اور اپنا کھانا مہمانوں کو کھلانے کا روز کا معمول حضرت مفتی صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں آمدورفت میں بڑی دقت ہوتی تھی لیکن حضرت مفتی صاحب بڑی بشاشت سے سفر کرتے تھے میں نے کئی مرتبہ عرض کیا کہ حضرت دعاء فرمادیجئے سڑک بن جائے حضرت مفتی صاحب نے فرمایا اللہ تم کو سکون سے رکھنا چاہتا ہے تم نہیں چاہتے بار بار درخواست کی ایک مرتبہ فرمایا بن جائے گی۔ سڑک بن جانے کے بعد اندازہ ہوا مفتی صاحب کیا فرماتے تھے جب سے سڑک بن گئی آمد ورفت کی آسانی ہوگئی۔ لوگ اس قدر آنے لگے کہ اب کچھ کام نہیں ہو پاتا، مہمانوں اور تعویذ والوں سے چھٹی نہیں ملتی۔ وہ گمنامی کی زندگی بڑی اچھی تھی۔ اس وقت جو کام کرلیا اب نہیں کرپاتا ہوں۔

ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب تشریف لائے دیکھا کہ یہاں بازار لگا ہوا ہے پوچھا یہ کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت سامان خریدنے کی بڑی دقت ہوتی تھی لوگوں کو باندا جانا پڑتا تھا ھفتہ میں ایک دن یہاں بازار لگنے لگا۔ ہم لوگ تو بڑے خوش تھے لیکن مفتی صاحب نے ناپسند فرمایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ تم کو سکون وعافیت سے رکھنا چاہتا ہے وہ تم کو پسند نہیں۔

بازار میں طرح طرح کے لوگ آتے ہیں لڑائی جھگڑے کی کوئی بات ہوئی تو طلبہ اور مدرسہ پر بات آئے گی مدرسہ بدنام ہوگا

حضرت مفتی صاحب کانپور میں اٹھارہ سال رہے ہیں اور حضرت تھانوی ۱۶؍ سال رہے ہیں۔

مسافرانہ زندگی

ایک مرتبہ فرمایا کہ ہمارے بڑوں میں ایسے بزرگ گزرے ہیں جنہوں نے بالکل مسافرانہ زندگی گزاری ہے ان میں ایک حضرت مفتی صاحب بھی تھے نہ مال و متاع نہ دنیاوی سازو سامان بس مختصر سا سامان اور جو تھا وہ بھی تقسیم کر دیا تھا۔ کتابیں تھیں وہ بھی مدرسوں میں تقسیم فرمادیں۔

چند جوڑے کپڑے اور ہر وقت جیب میں کفن کے لئے پیسے ڈالے رہتے تھے، نہ کسی سے لینا نہ د[illegible] الکل صاف سادہ زندگی گزار دی ہے۔ مہمانوں کی وجہ سے بسا اوقات کچھ انتظام واھتمام [illegible]رنا پڑتا تھا خود اپنے لئے کچھ بھی نہ کرتے تھے جو مل گیا کھالیا اللہ کا شکر ادا کیا۔

کانپور کے قیام کے زمانے میں ستر روپے آپ کی تنخواہ تھی تقریباً اٹھارہ سال کانپور میں رہے ہیں اسی تنخواہ میں کھانے کی خوراک جمع کرتے، گھر بھی کچھ خرچ بھیجتے، کھانا بہت سادہ کھاتے، کوئی مہمان آگیا تو اپنے کھانے میں اس کو بھی شریک کر لیتے، کانپور کے قیام کے زمانے میں حضرت مفتی صاحب نے بہت محنت کی ہے ہر ہفتہ تبلیغی اجتماع میں شریک ہوتے اس میں بیان فرماتے، اس کے علاوہ بھی اطراف میں تبلیغی دورہ ہوتا تھا، لیکن کانپور والوں کو جیسی قدر کرنی چاہیئے تھی وہ کی نہیں میں ہی جاجا کر اطراف کا نظام سفر بناتا تھا اور ھتورا بھی لاتا تھا، باندا اور اس کے مضافات کا بھی اکثر نظام بنتا رہتا تھا اس وقت حضرت مفتی صاحب کی ڈاڑھی کالی تھی۔ مفتی صاحب اسی وقت سے یہاں آتے تھے جبکہ یہاں سفر کی آسانی بھی نہ تھی پیدل سفر فرماتے تھے۔ چھنیرا کا سفر بھی پیدل فرمایا ہے۔ اس مدرسہ پر مفتی صاحب کے بہت زیادہ احسانات ہیں۔

حضرت مولانا محمد ثانیؒ کے انتقال پر

حضرت مولانا محمد ثانیؒ اور ہمارے حضرت کا زمانہ طالب علمی ایک ہی ہے اس لحاظ

سے دونوں ایک دوسرے کے ساتھی بھی ہوتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہمارے حضرت کا مولانا سے والہانہ تعلق عقیدت و محبت اور عظمت کا بھی تھا اچانک حادثہ کا حضرت والا کی طبیعت پر بہت اثر ہوا اور آپ کے انتقال پر مندرجہ ذیل مضمون تحریر فرمایا جو بعض رسالوں میں شائع بھی ہوا ہے۔

مخلص رفیق مشفق رہنما

مولانا محمد ثانی ؒ مرحوم سے تعارف دورہ حدیث کے سال مظاہر العلوم سہارنپور میں ہوا۔ اس وقت سہارنپور اور اس کے گردونواح میں ایسے اساطین امت مسند نشین تھے جن کے ایمان واحتساب، اخلاص و کیمیا اثر صحبت نے امت کے اندر ایمانی حرارت، اتباع شریعت کے ساتھ تزکیہ نفس اور تہذیب اخلاق کا جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ ان مشائخ کی محنت نے مردہ دلوں کو زندہ کیا، روح کے روگیوں کو شفاء دی۔ اور ایسے مخلص علمائے ربانیین تیار کیے جن کی محنت سے ملک و بیرون ملک میں دین کی اشاعت ہوئی، اور تبلیغ دین کا وسیع اور مستحکم نظام وجود میں آیا۔

انہیں مشائخ عظام اور اساتذہ کرام کا طفیل تھا کہ اس وقت کے طلباء میں کثیر تعداد ایسی تھی جن کے اندر استعداد علمی اور ہر فن میں مہارت کے ساتھ عبادت کا شوق، تکبیر اولیٰ کے ساتھ نمازوں کا اہتمام تھا، شب خیزی، فروتنی، قناعت انابت جیسی صفات ان کے اندر آئیں۔

یہی وہ دور تھا جس میں ایک مصری عالم جنہوں نے ہندوستان کے مختلف مدارس کا جائزہ لیا تھا۔ وہ جب مظاہر العلوم تشریف لائے تو اساتذہ و طلبہ کو دیکھ کر فرمایا کہ اگر میں قسم کھاؤں کہ مظاہر میں انسانوں کی شکل میں فرشتے چلتے پھرتے دیکھے ہیں تو حانث نہ ہوں گا۔

میرے جانے پہچانے رفقاء میں جوان صفات کے حامل تھے مولانا ثانی ؒ لاثانی تھے۔ طالب علمی کا زمانہ بہت مشغولی کا ہوتا ہے، اس وقت ایسا انہماک و مصروفیت تھی کہ

جس کی وجہ سے کسی سے زیادہ ملنے جلنے کے علاوہ درس و تکرار کے وقت نہ ملتا تھا البتہ مولانا محمد ثانی صاحب سے روزانہ بعد عصر ایک مجلس میں ملاقات ہوتی تھی ۔بات بھی ہو جاتی تھی ۔اکثر مولانا ثانی حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے وہاں کچھ دیر تک صحبت رہتی تھی۔

اس وقت مولانا کی کشش کا سبب زیادہ تر ان کی وہ نسبت تھی جو ان کو ملک کی مشہور و دلآویز شخصیت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی دامت برکاتہم سے حاصل تھی۔جن کی پر مغز تحریر اور پر اثر تقریر نے امت کو نئی زندگی بخشی جن کے انقلاب آفریں بیانات نے الحاد و دہریت کو پاش پاش کیا۔جن کی پیہم اور مسلسل دعوت نے منتشر شیرازہ کو متحد کیا، تقریباً تمام ساتھیوں کے دل میں مولانا مرحوم کی قدر اسی نسبت کی وجہ سے تھی اس وقت کوئی نہیں سمجھتا تھا کہ یہ آئندہ کیا ہونے والے ہیں۔اور اللہ پاک ان سے کیا کام ـــ گا۔ لیکن فراغت کے کچھ ہی دن بعد دنیا نے دیکھا کہ ایک سادی وضع قطع میں رہنے والا خاموش طبع و کم سخن طالب علم بلند پایہ مصنفین کی صف اول میں ہے۔وہ بہترین مقرر بھی تھے اور نامور شاعر بھی، دینی دعوت اور جدو جہد میں اپنے معاصرین سے فائق۔

طالب علمی کے بعد ساتھیوں میں اس ناکارہ کو جتنا قرب مولانا سے نصیب ہوا غالباً کسی اور کو نہ ہوا ہو۔ لکھنؤ اور تکیہ میں دیر تک ساتھ رہتا اور اپنے اپنے دل کی باتیں کہنے اور سننے کو خوب موقع ملتا۔ جیسے جیسے قرب بڑھتا گیا احقر کے دل میں مولانا کی عظمت اور محبت اور مولانا کی طرف سے شفقت اور عنایت زیادہ ہوتی گئی۔یہی وجہ ہے کہ مولانا کی جدائی بہت شاق ہوئی اور یہ غم کبھی نہ بھولے گا۔اس تحریر کے وقت جو دل کا حال ہے اس کی ترجمانی قلم اور زبان نہیں کر سکتی۔ ثانی صاحب میرے مخلص رفیق بھی تھے اور مشفق رہنما بھی۔زندگی میں بہت سی ایسی گھاٹیاں آئیں جن میں ان کی رہنمائی حاصل رہی۔

مولانا کی موروثی صفات زہد و قناعت ،صبر و تحمل ،ایثار و قربانی خلوص وللّٰہیت،

شیریں کلامی، سخاوت اور مہمان نوازی ہم سب کے لئے دعوت عمل ہیں۔ یہ حسرت تازندگی رہے گی کہ دنیا ان سے جو کچھ حاصل کر سکتی تھی نہ کر سکی مولانا نے اتنی جلدی سفر طے کیا جس کا تصور نہ تھا۔ خداوند کریم ان کی بال بال مغفرت فرمائے اور ہم سب کو جنت الفردوس میں ان کی رفاقت نصیب فرمائے۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

تعزیت و تسلی کا اہم مضمون

حضرت اقدس کی اھلیہ کا اچانک انتقال ہو گیا تھا (رحمھا اللہ تعالیٰ) ایک صاحب نے حضرت کی خدمت میں تعزیتی خط لکھا۔ حضرت نے جواب تحریر فرمادیا۔ پھر تعزیت کے سلسلے میں گفتگو چل پڑی احقر نے عرض کیا کہ حضرت تھانویؒ نے ایک وعظ میں فرمایا ہے کہ تعزیت کے لیے ایسے لوگوں کو آنا چاہئے جن سے واقعی تسلی ہو۔ باقی دوسرے لوگوں کو صرف خط سے تعزیت کرنا چاہیے ایسا نہیں کہ گاڑی بھر کر سب اسکے دروازے پر جا پہنچے۔ ایک تو بیچارہ پر غم سوار ہی تھا دوسری فکر ان کی لاحق ہو گئی کہ ان کے کھانے پینے کا انتظام کرے۔

ہمارے حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا بات تو واقعی صحیح ہے۔ دوسرے لوگوں کو آنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان آنے والوں کی وجہ سے سارا کام چھوڑ کر انھیں کے انتظام میں لگنا پڑتا ہے۔

اور مجھے تو اللہ کا شکر ہے کسی کی بھی تعزیت کی ضرورت نہیں، مجھے جتنی تسلی ہونا تھی پہلے ہی دن ہو گئی تھی۔ اگر پہلے دن تسلی نہ ہوتی تو حال ہی کچھ اور ہوتا۔ تسلی کے لیے اللہ کے احکام کچھ کم ہیں کیا؟ ان میں غور کرے پھر دیکھو تسلی ہوتی ہے یا نہیں۔ شریعت پر عمل کر کے دیکھے خود بخود تسلی ہو جائے گی۔ آدمی کو بندہ بن کر رہنا چاہیے۔ اور بندگی اسی کو کہتے ہیں کہ اللہ کے ہر فیصلے پر راضی رہے۔ آخر اللہ کو بھی کچھ اختیار ہے

یا نہیں۔ ہم چاہتے ہیں جو ہم چاہیں وہی ہو جائے۔ ہماری مرضی کے خلاف کوئی کام نہ ہو۔ یہ تو بندگی نہیں ایسا تو آدمی اپنے چھوٹوں نوکروں چپراسیوں لڑکوں اور خادموں سے کراتا ہے۔ جو چاہتا ہے ان سے کرواتا ہے اور اس کی مرضی کے مطابق ملازم چپراسی کام کرتے ہیں۔ کیا نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم یہی چاہتے ہیں کہ جیسا ہم چاہیں اللہ تعالیٰ ویسا ہی کرے۔ اس کے خلاف نہ کرے۔ پھر یہ بندہ بندہ کہاں رہا۔ بندگی تو یہی ہے کہ اللہ جو کرے اس کے فیصلے پر راضی رہے۔ جس طرح اللہ نے دیا ہے اسی طرح اللہ کو لینے کا بھی تو اختیار ہے۔ ایسے ہی موقعوں پر تو بندگی کا اظہار ہوتا ہے۔ ہماری کسی حرکت کسی عمل سے یہ ظاہر نہ ہونا چاہیئے کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ غلط کیا ہم پر ظلم کیا۔ طبعی طور پر افسوس ضرور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رنج و غم کے ذریعہ ہم کو ثواب دینا چاہتا ہے لیکن ہم ثواب لینا نہیں چاہتے۔ آدمی کو رنج ہو تنہائی میں رو لے لیکن زبان سے اللہ کی شان میں کوئی بے ادبی کا جملہ نہ نکالے۔

مرنے کے بعد کی فکر خود کیجئے بعد میں کوئی ایصال ثواب نہیں کرتا

فرمایا آخرت اور قبر کی تیاری خود اپنے اعمال سے کرنا چاہیئے، دوسروں کے بھروسے نہیں رہنا چاہئے کہ ہمارے مرنے کے بعد لوگ ایصال ثواب کر دیں گے۔ کوئی کچھ کرتا ورتا نہیں، ایک دو بار کر کے سب بھول جاتے ہیں، جس سے جو کچھ بن پڑے اپنی زندگی ہی میں آدمی کو کر لینا چاہیئے۔

اپنے گھر والوں کی اصلاح و تربیت کی فکر

ہمارے حضرت کا معمول ہے کہ طالبین مستفیدین کے ہجوم اور مہمانوں کی کثرت کے باوجود اپنے گھر والوں اور خاندان کے لوگوں کی طرف سے غفلت نہیں فرماتے بلکہ ان کی نگرانی فرما کر برابر انکی اصلاح کی کوشش فرماتے رہتے ہیں۔ وعظ میں بستی کے

لوگوں کو بھی خاص طور پر شریک ہونے کی تاکید فرماتے ہیں۔ کوشش کر کے تھوڑا وقت فارغ فرما کر گھر کی بچیوں کو خود پڑھاتے، قرآن شریف اور اردو وغیرہ سنتے ہیں، وقت کی قلت ہوتی تو کسی اپنے معتمد شاگرد کو سننے اور پڑھانے کا حکم فرماتے ہیں۔ بڑی اولاد کی بھی فکر رکھتے ہیں کہ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں یا نہیں، نوافل اور تسبیحات وغیرہ کی بھی پابندی ہوتی ہے یا نہیں، اور وقتاً فوقتاً حسب موقع نصیحت بھی فرماتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں بعض نصیحتیں جو اپنی اولاد کی اصلاح و تربیت کے لئے فرمائیں درج ذیل ہیں۔

گھر کے کسی حصہ کو عبادت خانہ بنانے کی ترغیب

حضرت اقدس نے اپنی اولاد کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ گھر کے کسی بھی حصہ کو عبادت کے لیے خاص کر لو اور اس کا نام مسجد رکھ دو، نام رکھنے سے وہ مسجد کے حکم میں نہیں ہو جائے گی لیکن عبادت کے لیے اس جگہ کو خاص کر لو ہر وقت مصلیٰ (جاء نماز) بچھی رہے، قرآن پاک رکھا ہو، تسبیح لٹکی ہو، موقع ملا عبادت کے لیے آگئے۔ بچوں پر بھی اس کا اچھا اثر پڑتا ہے جب وہ دیکھیں گے کہ یہ عبادت خانہ ہے، قرآن پاک رکھا ہے۔ جاء نماز بچھی ہے ان میں بھی شوق پیدا ہو گا۔ وقت ضرورت اس جگہ دوسرے کاموں میں بھی لا سکتے ہیں وہاں سونے میں بھی کوئی حرج نہیں وہ شرعی مسجد نہ ہو جائے گی لیکن ایسا کرنے میں بہت فائدہ ہے، حضرت تھانویؒ نے بھی لکھا ہے اور آپ کے گھر میں بھی یہ معمول تھا۔

مزید توجہ سے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ خاندان میں کوئی نہ کوئی دیندار سمجھدار رہا ہے جو نوافل تسبیحات کی پابندی کرتا تھا۔ میرے دادا کی کبھی تکبیر اولیٰ نہیں فوت ہوئی۔ کبھی کھیت میں ہل چلانے جاتے تو نماز کے وقت ہل چھوڑ کر اتنی دور سے پیدل چل کر جماعت سے نماز پڑھنے آتے اور نماز پڑھ کر پھر چلے جاتے، اکثر اوقات مسجد ہی میں رہتے والد صاحب کا بھی یہی حال تھا انھوں نے بھی کبھی کبھی ہل چلایا ہے۔ نماز کے بہت پابند تھے۔ دادا نے ہمیشہ اعتکاف کیا ہے اور ۱۶ ار برس کی عمر سے میں نے بھی اعتکاف شروع

کر دیا اور ابتک سلسلہ جاری ہے شروع میں مجھے تو تنہا مسجد میں ڈر لگتا تھا کچھ لڑکوں کو ساتھ سلانے کی کوشش کرتا تھا میری والدہ مجھے کھانا دینے آتی تھیں۔ خاندان کی اس روایت کو باقی رکھنا چاہیے۔ اب یہ سب چیزیں ختم ہوتی جا رہی ہیں۔ میں اتنا تم لوگوں کو سمجھاتا ہوں لیکن تمہارے سمجھ میں نہیں آتا اتنا کہتا ہوں مجھ کو تو کوئی کہنے والا نہ تھا نہ والد صاحب تھے نہ دادا دونوں جا چکے تھے اپنے شوق سے سب کرتا تھا۔ میدان میں چلا جاتا تھا لوگ کھیلتے تھے میں کتاب دیکھتا تھا۔ گیارہ مہینے جس طرح مصیبت کے گذرے ہیں میں ہی جانتا ہوں اِدھر اُ... مارا مارا پھرتا تھا کوئی پرسان حال نہ تھا یہ سب کہنے کی باتیں نہیں ہیں لیکن تم لوگوں ... عبرت کے لیے کہہ رہا ہوں تاکہ اس سے عبرت لو۔ سب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے ...وشش کرتا ہے اللہ اسے مزید توفیق دیتا ہے۔

اپنے بیٹوں کو چند اہم نصیحتیں اور وصیتیں

حضرت اقدس وقتاً فوقتاً اپنی اولاد کو نصیحتیں فرماتے رہتے ہیں۔ نہ صرف اولاد بلکہ اولاد کی اولاد کی تعلیم و تربیت کی طرف بھی توجہ فرماتے ہیں اور اپنے بیٹوں کو تنبیہ فرماتے ہیں کہ تم کو اپنے گھر کے لوگوں (یعنی لڑکوں لڑکیوں) کی تعلیم و تربیت کی طرف کچھ توجہ نہیں، دنیا بھر کی پنچایت کرتے ہو، اِدھر اُدھر کے بہت سے کام کرتے رہتے ہو اور ان بچوں کا کچھ خیال نہیں، تھوڑی دیر وقت نکال کر ان کا قرآن شریف اور کوئی اردو کی کتاب سن لیا کرو، ان کی بھی تو ذمہ داری ہے، خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے۔

اب کھانے میں دو طرح کے سالن ہونے لگے روزانہ چائے بننے لگی۔ خیر چائے تو ایسی چیز ہے کہ اب اسکو روکنا مشکل ہے لیکن کھانے میں تو سادگی ہونا چاہیے۔ وہ زمانہ تم بھول گئے جب چٹنی روٹی بھی نصیب نہ ہوتی تھی ساگ کھا کر بسر کر لیتے تھے اپنی حالت بھولنا نہیں چاہیے۔ حضرت کے گھرانہ میں کھانوں میں سادگی اب بھی باقی ہے، حضرت کے لئے کئی گھروں سے کھانا آجاتا تو کئی قسم کے سالن دیکھ کر حضرت نے اس طرح فرمایا تھا ورنہ

حضرت کے گھرانے میں ہمیشہ کھانے پینے میں سادگی رہی ہے اور ابتک ہے البتہ مہمانوں کے لئے اہتمام ہوتا ہے۔

حضرت مولانا علی میاں صاحب کو دیکھو ان میں کس قدر سادگی ہے اور دنیا حاصل ہونے کی جتنی سہولتیں ان کو حاصل ہیں اتنی کسی کو حاصل نہیں عرب ممالک میں جاکر دیکھو۔ یہ خانہ کعبہ کی چابی ان کے حوالہ کرکے ان سے دروازہ کھلوانا یہ کوئی معمولی اعزاز نہیں ساری دنیا ان کو جانتی ہے۔ ان سب کے باوجود مولانا میں ایسی سادگی ہے کہ کھانا بالکل سادہ باسی روٹی ناشتہ میں کھائی جاتی ہے کوئی کرفروالی زندگی نہیں۔ میں تو بہت پہلے سے دیکھتا چلا آرہا ہوں اور بہت عرصے سے حضرت کے پاس جاتا ہوں ایک ہی کمرہ تھا اور اس میں بھی ٹاٹ بچھا رہتا تھا۔ حضرت مولانا قضاء حاجت کے لئے خود جنگل تشریف لے جاتے تھے یہ تھوڑا بہت اہتمام تو اب باہر سے آنے والے مہمانوں کی وجہ سے ہونے لگا۔ ایک مرتبہ میں رائے بریلی گیا کشمیر کے کچھ مہمان آئے ہوئے تھے حضرت مولانا کا حال دیکھ کر روکر کہہ رہے تھے کہ اس شخص کا یہاں یہ حال اور اتنی سادگی ہے اور ہمارے یہاں اس شخص کی اتنی قدر ہے کہ جس راستہ پر نکل جائیں اس راستہ میں ہم لوگ قالین بچھانا اپنی سعادت سمجھیں۔ جو قناعت اور سادگی مجھے حضرت مولانا میں نظر آئی ہندوستان کے کسی عالم کے یہاں نہیں ملتی، جو حال پہلے تھا وہی حال اب بھی حضرت مولانا کا ہے۔ ورنہ عموماً لوگوں میں کچھ نہ کچھ تبدیلی آہی جاتی ہے۔

یہی میں تم لوگوں سے کہتا ہوں کہ اپنی پرانی حالت نہ بھولو، کھانے پینے رہن سہن ہر چیز میں سادگی اختیار کرو، فقر و فاقہ سادگی سادات کی شان ہے، اصلی سید وہ ہے جس میں سادات کے اوصاف پائے جائیں۔ اپنے تعلقات تم لوگ کم کرو، ہر وقت کتاب ہاتھ میں رہے، لکھنے پڑھنے کا کام ہو، مدرسہ گھر سے تعلق رکھو، تسبیح ہاتھ میں ہو، نوافل کی پابندی ہو، قرآن پاک کی تلاوت ہو، میں اسی حال میں تم لوگوں کو دیکھنا چاہتا ہوں اور اس وقت

مجھے سب سے زیادہ کڑھن اور فکر اسی بات کی ہے۔ کم از کم اتنا تو کر ہی لو کہ اشراق اور اوابین کا ناغہ نہ ہو تھوڑی دیر تسبیح پڑھ لیا کرو۔ آخر میں بھی تو بہت کام کرتا ہوں، میری مشغولیاں تم سے زائد ہیں پھر بھی کچھ نہ کچھ معمولات کی پابندی کر ہی لیتا ہوں۔ تہجد کی پابندی بھی کیا کرو اس کے بغیر تو کسی کو کچھ حاصل ہی نہیں ہوا جتنے بھی بزرگانِ دین گزرے ہیں ہر ایک نے اس کو اختیار کیا۔

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

اللہ نے اتنی آسانی کر رکھی ہے کہ دیر ہو جائے آنکھ کھلنے کی امید نہ ہو تو سوتے وقت دو چار رکعت پڑھ لو وہی تہجد کے قائم مقام ہو جائے گی۔ میں اسی حال میں تم لوگوں کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ آدمی اگر اپنا معمول مقرر کرلے تو آسان ہو جاتا ہے۔

مدرسہ و مسجد کے تعمیری کام میں حصہ لینے کی فضیلت

مسجد کے برآمدہ کی تعمیر ہوئی تھی جس کی سلیپ ڈالنے کا انتظام ہو رہا تھا حضرت نے طلباء کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ بھی تو دین کا کام ہے۔ اور یہ بھی تو حضور ﷺ کی سنت ہے۔ اس سنت کو لوگوں نے چھوڑ رکھا ہے۔ اپنے ہاتھ سے تعمیر کا کام کرنا اینٹیں ڈھونا نہیں جانتے۔ حالانکہ حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے مسجد کی تعمیر خود فرمائی تھی۔

حضور ﷺ اور صحابہ کرام اپنے ہاتھوں سے پتھر ڈھوتے تھے۔ ہمارے سامنے جو کام بھی آئے وہ کرنا چاہیے۔ آدمی کو دین کا حریص ہونا چاہیے۔

حدیث شریف میں آیا ہے مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ۔ جس نے اللہ کے واسطے مسجد تعمیر کی اللہ اس کے واسطے جنت میں گھر بنائے گا۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ جو پوری مسجد بنائے صرف اسی کو یہ فضیلت حاصل ہوگی بلکہ مسجد کی تعمیر میں جو جس درجہ کا بھی حصہ لے گا اسکو بھی یہ فضیلت حاصل ہو گی۔ چندہ دینے والوں کو بھی اور بالو اینٹ ڈھونے والوں کو بھی۔ پتہ نہیں اس مسجد میں کیسے کیسے اللہ کے بندے آئیں گے

عبادت کریں گے کوئی اللہ کا نیک بندہ سجدہ کرے شاید اس کی وجہ سے ہماری مغفرت ہو جائے۔

مسجد کی صفائی کی فضیلت

ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو مسجد سے گندگی دور کردے اللہ پاک اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا گندگی دور کرنے کا صرف یہ مطلب نہیں کہ پیشاب پاخانہ دھوئے بلکہ مسجد میں جھاڑو لگانے والے تنکہ اٹھانے والے کو بھی یہ فضیلت حاصل ہوگی۔ اتنا کام تو ہر ایک کرسکتا ہے۔ کیا تم لوگ مسجد کی صفائی کرتے ہو؟ اگر نہیں کرتے تو کرنا چاہیے۔

یہ شعر حضرت نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا۔

باب ۴

اصلاح معاشرہ

لڑکیوں کی پرورش کرنے اور ان پر خرچ کرنے کی فضیلت

فرمایا آج کل لڑکیوں کے پیدا ہو جانے کو عیب سمجھا جاتا ہے۔ لڑکا پیدا ہونے سے تو خوشی ہوتی ہے لڑکی پیدا ہونے سے خوشی نہیں ہوتی۔ کفار مکہ کا بھی یہی حال تھا کہ لڑکی کی پیدائش کو بہت برا سمجھتے تھے۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ یہی حال آج امت کا ہو رہا ہے کہ لڑکی کی پیدائش کو منحوس سمجھتے ہیں۔ حالانکہ لڑکیوں پر خرچ کرنے میں جتنا ثواب ملتا ہے لڑکوں پر خرچ کرنے میں اتنا ثواب نہیں ملتا۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ میرے مال کا سب سے اچھا مصرف کیا ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تیری وہ لڑکی جو تیری طرف لوٹا دی جائے۔ لڑکی کے باپ کے پاس لوٹنے کی یہی شکل ہوتی ہے کہ یا تو وہ بیوہ ہو جائے یا مطلقہ ہو جائے۔ یا اسکا شوہر اس کو اچھی طرح رکھتا نہ ہو ایسی حالت میں بیچاری کہاں جائے۔ اپنے میکہ ھی تو جائے گی۔ اپنے ماں باپ، بھائی کے پاس ہی تو رہے گی یہاں نہ جائے گی تو پھر کہاں جائے گی۔ پھر اگر ماں باپ اور بھائی بھی اس کے نہ ہوں گے تو کون ہو گا۔

بعض لوگوں کو دیکھا کہ لڑکی کی شادی ہو جانے کے بعد پھر اس کے ساتھ لڑکی جیسا سلوک نہیں کرتے۔ اس کے ساتھ اجنبیوں جیسا برتاؤ کرتے ہیں۔ اچھے خاصے پڑھے لکھے دیندار لوگوں تک کو اس میں مبتلا دیکھا ہے۔ ارے اس بیچارے کی اگر بھائی کی بیوی سے نہیں بنتی تو ماں باپ اور بھائی تو ہیں ان کو تو خیال کرنا چاہیے۔ تعجب ہے کہ و

بھی نہیں خیال کرتے۔

لڑکی کی اہمیت

فرمایا آج کل لڑکی پیدا ہونے کو بہت معیوب سمجھتے ہیں۔ لڑکا پیدا ہونے کی تو خوشی ہوتی ہے لڑکی پیدا ہونے کی خوشی نہیں ہوتی۔ لڑکا پیدا ہو تو عقیقہ میں دو بکرے ذبح کر دیں گے دعوت کریں گے خوشیاں منائیں گے لڑکی پیدا ہو تو عقیقہ ہی نہ کریں گے۔

حالانکہ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس کے لڑکی پیدا ہوئی اس نے اسکو اچھی طرح پالا، تربیت کی، شادی کی اس کے لئے جنت ہے۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ عورت بڑی برکت والی ہے جس کے پہلے لڑکی پیدا ہو۔ راقم الحروف نے عرض کیا کہ حضرت معمولات نبوی میں یہ حدیث منقول ہے حضرت نے فرمایا کہ اور بھی جگہ ہے مفسرین نے بھی نقل کی ہے۔

اور ایک حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ سے ایک صحابیؓ نے پوچھا کہ میرے مال کا سب سے اچھا مصرف کیا ہے؟ (یعنی مال کہاں خرچ کروں) حضور ﷺ نے فرمایا تمہاری بیٹی جو تم پر لوٹا دی جائے خواہ اس وجہ سے کہ بیوہ ہو گئی اس کا شوہر مر گیا یا اس وجہ سے کہ اس کے شوہر نے اس کو چھوڑ دیا طلاق دے دی۔

اب وہ بیچاری کہاں جائے۔ ماں باپ بھائی کے پاس نہ جائے تو جائے کہاں۔ اور ہے کون اس کا۔ ماں باپ بھی اس کے نہ ہوں گے تو کون ہو گا۔

لیکن ایسے حالات میں ماں باپ کی بھی نگاہیں پھر جاتی ہیں۔ باپ اپنی بیٹی کو بھول جاتا ہے۔

جھانسی میں ایک مرتبہ میرا جانا ہوا ایک صاحب کے یہاں صبح کے وقت ٹھہرنا ہوا تھا۔ ایک لڑکا صاف ستھرے اچھے کپڑے پہنے ہوئے آیا اس کو گود میں بٹھالیا مٹھائی وغیرہ کوئی چیز کھانے کو دی۔ تھوڑی دیر میں ایک اور بچہ پھٹے پرانے گندے کپڑے پہنے

ہوئے خستہ حالت میں آیا اس کو دیکھ کر کہا بس آگئے۔ لگ گئی خوشبو کتوں کی طرح بھاگے چلے آئے۔ دھتکار بھگایا۔ اور مجھ سے فرماتے ہیں کہ مولانا یہ میرا نواسا ہے۔ مجھ سے تو اپنا خرچ پورا نہیں ہوتا ان کا کہاں سے پورا کروں۔ لڑکی ہے میرے سر پڑ گئی۔ مجبور ہوں۔ مجھے بہت ناگوار ہوا میں ناراض ہو کر وہاں سے چلا آیا کہ ایسے شخص کے یہاں نہیں ٹھہرنا چاہیے۔ باپ بھی بیچاری لڑکی کا نہ ہوگا تو دنیا میں کون اس کا ہوگا۔

چند مفید مشورے

شادی میں تاخیر نہ کریئے

ایک صاحب نے آکر اپنے لڑکے کے متعلق حضرت سے کچھ مشورے لئے اور ان کا لڑکا چند سال قبل مدرسہ میں زیر تعلیم بھی تھا اب کسی مدرسہ میں پڑھانے کی بات چل رہی تھی ان صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کہیں سلسلہ لگا دیجئے۔ حضرت نے فرمایا وہ پہلے اپنی شکل تو درست کریں ڈاڑھی تو وہ کٹاتے ہیں لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے بھی اعتراض کرتے ہیں۔ (کیونکہ ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے تمام مقتدیوں کی نماز خراب کرتا ہے) ان صاحب نے رشتہ کے متعلق بھی مشورہ کیا حضرت نے فرمایا رشتہ جلدی کر دیجئے۔ اس میں تاخیر نہ کیجئے انہوں نے عرض کیا کہیں سلسلہ سے لگ جائیں کچھ انتظام ہو جائے اس کے بعد رشتہ مناسب رہے گا۔ حضرت نے فرمایا اس کا انتظار نہ کیجئے اللہ تعالیٰ سب انتظام فرمادے گا آپ پہلے سے اتنی فکر کر رہے ہیں ایک صحابیؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فقر کی شکایت کی آپ نے فرمایا شادی کر لو۔ خود قرآن میں ہے اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ الآیہ اگر فقر ہے تو شادی کی برکت سے اللہ غِنا نصیب فرمادے گا اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ مال اور جہیز خوب ملے گا بلکہ ذمہ داری کا احساس ہو جاتا ہے

٭خط کشیدہ عبارت حضرت نے اپنے قلم سے تحریر فرمائی

آدمی کچھ کرنے لگتا ہے اور اللہ برکت دیتا ہے۔ رزق کے سلسلہ میں زیادہ پریشان نہ ہونا چاہیے جو آتا ہے مقدر کا کھاتا ہے۔ پھر ایک بہو کو دو روٹی آپ نہیں کھلا سکتے؟

ان صاحب نے پھر پڑھانے کی بابت مشورہ کیا حضرت نے فرمایا سوچ کر بتلاؤں گا مقامی طور پر تو مناسب نہیں ہے۔ اعتراضات کی بھرمار ہوتی ہے۔ کام کرنا مشکل ہوتا ہے۔ آئے دن نئی نئی باتیں لوگ پیش کرتے ہیں طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں اس سے بہتر ہے کہ آدمی باہر رہ کر سکون سے کام کرے۔

رشتہ اپنی برادری و خاندان میں کرنا چاہیے

ایک صاحب نے خط کے ذریعہ حضرت سے مشورہ کیا کہ دوسری برادری میں ایک اچھا لڑکا دیندار ہے اس سے رشتہ کرنا مناسب ہے یا نہیں۔ حضرت نے فرمایا دوسرے خاندان میں رشتہ کرنے سے ہو تو جاتا ہے، نکاح تو جائز ہے لیکن مناسب نہیں حد میں رشتہ کرنے میں بہت دشواری پیش آتی ہے۔ وہ کسی برادری میں شمار نہیں ہوتا، اس کو کوئی نہیں پوچھتا۔ ایک عالم صاحب نے عرض کیا کہ غیر کفو (دوسری برادری) میں اولیاء کی مرضی کے بغیر لڑکی اگر خود نکاح کر لے تو نکاح صحیح بھی نہیں ہوتا ہے حضرت نے اس کی تائید فرمائی۔ (درمختار وغیرہ میں ایسا ہی لکھا ہے)

اسی ضمن میں فرمایا پہلے زمانے میں ان باتوں کا بہت لحاظ کیا جاتا تھا خاندان سے باہر اگر کوئی رشتہ کرے گو برادری کے اندر ہو اس کو معیوب سمجھتے تھے۔ خاندان میں نہیں تو برادری میں تو لڑکے بہت مل جاتے ہیں اتنی بڑی برادری۔ پھر کیوں بلاوجہ دوسری جگہ شادی کرے اس لیے میں کبھی اس کی رائے نہیں دیتا۔ اس میں بعد میں بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں۔

سادگی کے ساتھ بلا بارات کے شادی کی ترغیب

ایک طالب علم جن کی شادی ہونے والی تھی وہ اور چند احباب حضرت کی خدمت میں لمبا سفر طے کر کے چھوٹی سی گاڑی پر سوار ہو کر آئے تھے۔ اور کام ہو جانے کے بعد جلد ہی واپس ہونے لگے، حضرت اقدس نے طالب علم کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ (جس طرح تم لوگ یہاں آئے ہو) کیا اس طرح سادگی کے ساتھ شادی اور رخصتی نہیں ہو سکتی؟ کہ تین چار آدمی آئیں اور رخصتی کرالیں۔ نہ بارات نہ دھوم دھام، اگر تم لوگ عمل نہ کرو گے تو کون کریگا۔

منگنی اور تاریخ میں دعوت کی ضرورت نہیں

حضرت کے متعلقین اور رشتہ داروں میں سے بعض لوگ ایک رشتہ کے سلسلہ میں مشورہ کرنے کے لیے آئے درمیان گفتگو حضرت نے فرمایا منگنی اور تاریخ متعین کرتے وقت لوگوں کو جمع کرنے اور دعوت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ دو چار لوگ آکر مشورہ کر کے تاریخ طے کرلیں۔

مسجد میں نکاح ہونے کی تحریک چلاؤ

باندا کے مشہور آدمی بابا فرید حضرت سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے حضرت نے ان سے فرمایا باندا میں تم نوجوانوں کی ایک جماعت بناؤ[1]۔ صدر اور رکن بنانے کی ضرورت نہیں بس ایک جماعت ہو جو جگہ جگہ جا کر کام کرنے والی ہو۔ اور اس کی تحریک چلاؤ کہ جتنے بھی نکاح ہوں سب مسجد میں ہوں۔ اس کے علاوہ کسی اور چیز کو ابھی نہ چھیڑو، ابھی تو بس یہی تحریک چلاؤ کہ نکاح مسجد میں ہونے لگے۔ یہ سنت مردہ ہوتی جا رہی ہے۔

---

[1] احقر نے لکھا تھا کہ پارٹی بناؤ حضرت نے کاٹ کر لکھ دیا جماعت بناؤ۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ اعلنوا النکاح واجعلوہ فی المساجد ۔ نکاح اعلان کے ساتھ کیا کرو اور مسجد میں کیا کرو۔ کھانے پینے ٹھہرنے کا انتظام جہاں مناسب ہو کریں لیکن اس پر زور دو کہ جب نکاح کا وقت ہو تو تھوڑی دیر کے لیے مسجد میں آجائیں اور اعلان کردیا جائے کہ نکاح ہونے جارہا ہے جس کو شریک ہونا ہو گا مسجد میں آجائے گا۔

کانپور میں میں نے اس کی تحریک چلائی الحمدللہ اب صورتحال یہ ہے کہ بڑے بڑے لوگوں کے یہاں بھی قیام تو کہیں اور ہوتا ہے لیکن نکاح مسجد ہی میں ہوتا ہے۔ یہ سنت مردہ ہورہی ہے۔ اس کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ (ہر جگہ کے لوگوں کو چاہیے کہ) اس کی کوشش کریں۔

بندہ کو بندہ سمجھو اللہ نہ بناؤ

بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی جلدی کرنا غم کا علاج ہے

حضرت کی خدمت میں ایک صاحب اپنے کسی عزیز کو صحت کا تعویذ دلانے کے لیے اپنے ساتھ لائے تھے، ان صاحب کی اھلیہ کا انتقال ہو چکا تھا جس کی وجہ سے وہ بیمار اور صدمہ سے کافی متأثر تھے۔ حضرت نے تعویذ دے دیا اور مشورہ یہ دیا کہ جلد ان کی شادی کردی جائے، ان صاحب نے تعویذ لے لیا اور عرض کیا کہ دعاء فرمادیجئے صحت ہو جائے حضرت نے تسلی دی گھبراؤ نہیں انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ وہ کہنے لگے بس اب تو حضرت نے کہہ دیا اب ضرور صحت ہو جائے گی، حضرت کو ان کے اس جملہ سے ناگواری ہوئی اور فرمایا کہ آدمی کو آدمی سمجھو اللہ، اللہ ہے، بندہ بندہ ہے۔ بندہ کو خدا نہ بناؤ۔ بندہ کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا جو اللہ چاہے وہ ہوتا ہے۔

ان کے ساتھی سے حضرت نے پھر فرمایا کہ ان کی شادی جلد کرادیں اسی سے ان کا غم ہلکا ہوگا۔ لوگ جلدی دوسری شادی کرنے کو عیب سمجھتے ہیں کہ ابھی بیوی کو دفنا

کر آئے اور دوسری شادی کے لیے تیار۔ حالانکہ اس میں کوئی عیب کی بات نہیں۔ یہ بھی ایک ضرورت ہے، بیوی کے مرجانے کے بعد کھانا کھانا کیوں نہیں چھوڑتے جس طرح کھانا ایک ضرورت ہے یہ بھی ضرورت ہے۔ صحابہ کرامؓ شادی میں تاخیر نہ کرتے تھے۔ بعض لوگ تو بیوی کے مرجانے کے بعد دوسری شادی کرتے ہی نہیں یہ بھی غلط ہے۔ ضرورت ہو تو ضرور کرنا چاہیئے۔ البتہ جس کے دل میں کبھی خیال تک نہ آئے ہر وقت کسی نہ کسی کام میں لگا رہے۔ شادی کی ضرورت ہی اس کو نہ ہو ایسا شخص شادی نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔

نکاح میں عمامہ باندھنا

متعدد نکاحوں میں دیکھا کہ حضرت والا نے دولہا کو نکاح کے وقت عمامہ باندھا ایک مرتبہ احقر نے حضرت اقدس سے دریافت کیا کہ عمامہ کیا نکاح کی سنت ہے، صرف نکاح ہی کے وقت عمامہ باندھا جاتا ہے۔ فرمایا یہ نکاح کی سنت تو نہیں ہے، نکاح سے اس کا تعلق نہیں البتہ مسنون لباس ہے۔ اس لئے باندھ دیا جاتا ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ کیا اپنے اکابر کے یہاں اس کا معمول تھا کہ نکاح کے وقت عمامہ باندھتے ہوں؟ فرمایا مجھے اس کا علم نہیں۔ دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ سہارنپور میں مفتی یحییٰ صاحبؒ کا جب نکاح ہوا تھا جس میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اکابر بھی موجود تھے اس وقت مفتی یحییٰ صاحب کو دیکھا تھا عمامہ باندھے ہوئے ہیں۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت تھانویؒ نے عمامہ باندھنے کو سنن عادیہ میں سے تحریر فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ سنت عادت پر عمل کرنے کی فضیلت میں شک نہیں البتہ سنن عادیہ پر سختی سے امر بالمعروف کرنا جائز نہیں۔ (التبلیغ)

اس لیے اس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں البتہ اس کو نکاح کا جزء یا نکاح کی سنت سمجھ کر عمل کرنا یا اس کو ضروری سمجھنا اور اس کا اس قدر اہتمام واصرار کرنا کہ تارک

پرہیز کی جائے۔ یا نہ کرنے کی صورت میں غلط سمجھا جائے غلو ہے۔ ایسا سمجھنا درست نہیں۔

حقوق العباد کی اہمیت

فرمایا حقوق العباد کی بڑی اہمیت ہے، اور اس کا معاملہ بھی بہت سنگین ہے جب تک بندہ معاف نہ کرے یا حق والے کو حق نہ پہنچ جائے اللہ تعالیٰ بھی اس کو معاف نہیں کرتا۔ آدمی کتنا ہی لکھ پڑھ لے خوب عبادت ریاضت کرلے لیکن دوسرے کے حقوق اس کے ذمہ باقی ہوں تو سب اس کے لیے بیکار ہے۔ اس کے حافظ عالم ہونے اور عبادت و ریاضت کرنے سے اسے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اس کی عبادت ان لوگوں کو دلادی جائے گی جن کے حقوق اس پر آتے ہوں گے اور جب عبادتیں ختم ہو جائیں گی تو دوسروں کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے۔ حقوق العباد کا بہت اہم معاملہ ہے اس کا بہت لحاظ رکھنا چاہیے، معاملہ ہر ایک سے بالکل صاف رکھے۔

حقوق زوجیت

بسم الله الرحمن الرحيم۔الحمد للّٰہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِىْ
(مشکوۃ شریف)

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں بہتر شخص وہ ہے جو اپنے اہل کے لیے بہتر ہو۔ اور میں تم سب میں سب سے زیادہ اپنے اہل کے لیے بہتر ہوں)

حقوق العباد کی اہمیت

رمضان شریف کے سلسلہ کے فضائل اور اس کے آداب آپ حضرات کو معلوم

ہی ہیں اور ہمیشہ سنتے چلے آرہے ہیں اور ماشاء اللہ اس کا اہتمام بھی ہے چنانچہ آپ حضرات کا رمضان میں یہاں سفر کر کے آنا اہتمام کی دلیل ہے۔ لیکن اس سے اہم بات جس کی طرف توجہ نہ ہونے سے گھر کے گھر تباہ اور برباد ہو رہے ہیں وہ ہے حقوق کی ادائیگی اس میں آج کل بڑی کوتاہی ہو رہی ہے اور اس کی طرف توجہ کم ہوتی ہے۔ ہمارے ذہن میں عبادت کی صرف چند چیزیں ہیں نماز روزہ تسبیحات کی پابندی، ہر سال عمرہ و حج کر لینا اس سے آگے ہمارے نزدیک عبادت کا تصور نہیں۔ باقی چیزوں کو ہم نے عبادت کی فہرست سے خارج کر دیا ہے بعض کو شوق ہوتا ہے وہ ہر سال حج یا عمرہ کرنے جاتے ہیں اور اس کو بہت بڑی عبادت سمجھتے ہیں، مجھے اس سے انکار نہیں لیکن حقوق العباد کا مسئلہ اس سے بھی زیادہ اہم ہے، سب سے بڑی دینداری تو یہ ہے کہ حقوق کی ادائیگی کا اہتمام ہو، ہم پر کسی کا کوئی حق نہ ہو۔ رہا ہر سال حج یا عمرہ کرنا یہ نفل ہی تو ہے اور عبادات میں نوافل میں کوتاہی ہونے سے نہ ہم سے مطالبہ ہوگا، نہ اس کی وجہ سے گرفت ہوگی البتہ فرائض میں کوتاہی ہو جانے سے ضرور گرفت ہوگی۔ اور حق العبد کا مسئلہ اتنا نازک ہے کہ جس جس کے ہم پر حقوق عائد ہوتے ہیں سب کا ہم سے مطالبہ ہوگا۔ اور اس میں کسی قسم کی رعایت نہ ہوگی۔

حقوق زوجیت کی اہمیت

اور حقوق العباد میں زیادہ اہم زوجیت کے حقوق ہیں اس میں اگر کوتاہی ہوتی ہے تو آخرت میں بھی اس کا مطالبہ ہوگا اور دنیا کا بھی سکون برباد۔ میاں بیوی کے باہمی تعلقات کی بڑی اہمیت ہے۔ ماں باپ، بھائی، بہن کے بھی حقوق ہیں ان میں کوتاہی کرنے سے نقصان ہوتا ہے لیکن بیوی کے حقوق میں کوتاہی سے جو نقصان ہوتا ہے وہ سب سے بڑھ کر ہے کیونکہ باپ سے بھائی سے جو اختلاف ہوگا وہ صرف اس کی ذات تک ہوگا اور بیوی سے جو اختلاف ہوگا اس کا اثر دوسرے خاندان تک ہوتا ہے۔ اس تعلق کے خراب ہونے سے جو نقصان ہوتا ہے وہ نقصان کسی اور اختلاف سے نہیں ہوتا، خاندان کے خاندان اس

میں تباہ ہو جاتے ہیں۔

شیطان کی حکایت

اسی لئے شیطان کے متعلق حدیث شریف میں قصہ آیا ہے کہ ابلیس پانی میں اپنا تخت بچھاتا ہے اس کا تو ہر کام عجیب ہوتا ہے پانی پر تخت بچھانا بھی عجیب ہے۔ اور اپنے ماتحتوں کو جمع کر کے سب کی کارگزاری سنتا ہے۔ پوچھتا ہے کہ تم نے کون سا کام کیا، تم نے کیا کارنامہ انجام دیا، ہر ایک بڑھ چڑھ کر بتلاتا ہے، اپنی اپنی کارگزاری سناتا ہے شیطان خوش ہوتا ہے۔ ایک شیطان دبے الفاظ میں کہتا ہے کہ میں کچھ نہ کر سکا البتہ آخری وقت میں میں نے شوہر بیوی کے درمیان نااتفاقی کرا دی۔ شیطان ابلیس اس کو سن کر اچھل پڑتا ہے اس کو شاباشی دیتا ہے۔ پیٹھ ٹھوکتا ہے کہ تم نے واقعی کام کیا دوسرے شیطانوں کو خیال ہوتا ہے کہ آخر اس نے کون سا اتنا بڑا کام کر دیا کہ اس کی پیٹھ ٹھوکی جارہی ہے۔ شیطان اسی وجہ سے خوش ہوتا ہے کہ میاں بیوی کا اختلاف ایسا ہے کہ ہزاروں اختلاف کی جڑ ہے۔ ایسا کام جس میں محنت کم ہو اور فائدہ زیادہ ہو، کام تھوڑا ہو سلسلہ دور تک چلا جائے ایسے کام کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ ماں باپ سے اختلاف ہوگا صرف اسی کی ذات تک محدود رہے گا اور بیوی سے جو اختلاف ہوگا صرف اس کی ذات تک نہیں بلکہ پورے خاندان میں اس کا اثر ہوگا۔ اسی وجہ سے شیطان جتنا میاں بیوی کے اختلاف سے خوش ہوتا ہے دوسرے اختلاف سے اتنا خوش نہیں ہوتا۔ اور پوری کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح میاں بیوی میں اختلاف ہو جائے۔

بیوی کے حقوق

ایک عالم صاحب نے حضرت سے مشورہ لیا کہ میں مدرسہ میں پڑھاتا ہوں میری اہلیہ مکان میں میرے ماں باپ کے پاس ہے۔ میں اہلیہ کو مدرسہ لانا چاہتا ہوں۔ مدرسہ کی

طرف سے مجھے مکان ملا ہے۔ لیکن میری والدہ اور والد صاحب اس بات پر راضی نہیں وہ کہتے ہیں کہ بیوی کو نہ لے جاؤ، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کے چلے آنے سے میں گھر میں خرچ کم بھیج سکوں گا بیوی رہے گی تو زیادہ بھیجوں گا۔ اور گھر میں مالی اعتبار سے تنگی پریشانی بھی ہے۔ ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیۓ۔

حضرت نے فرمایا کہ بیوی کے بہت سے حقوق ہیں ان میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ جہاں خود رہے اپنے پاس بیوی کو رکھے۔ شریعت کا یہی حکم ہے شریعت کے حکم کے آگے سب کو جھک جانا چاہیۓ۔ یہاں تک حکم ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر دوسری جگہ لیٹے نہیں اس کے پاس ہی لیٹے۔ حضور ﷺ ان باتوں کا کس قدر خیال فرماتے تھے۔ ایک کی باری میں دوسری بیوی کے پاس ہرگز نہ جاتے اور جس کی باری ہوتی اس کے پاس ضرور جاتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رات میں بیوی کے پاس رہنا یہ اس کا حق ہے۔

ان باتوں کو آدمی معمولی سمجھتا ہے حالانکہ اس کی بہت اہمیت ہے۔ ان باتوں کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ معلوم نہیں کس طرح لوگ بیویوں کو چھوڑ کر مہینوں بلکہ کئی کئی سال باہر رہتے ہیں نہ بچوں کی فکر نہ بیوی کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو قانون مقرر کر دیا تھا کہ ۴ مہینے سے زائد کسی شخص کو بیوی سے علٰحدہ رہنے کی اجازت نہیں۔ اور اب تو لوگ سال سال بھر تک باہر رہتے ہیں۔ باہر ملک جاکر پیسہ کمارہے ہیں ایسا پیسہ کس کام کا نہ بیوی کی شکل دیکھ سکے نہ بچوں کی۔ نہ رشتہ داروں سے ملاقات نہ ماں باپ کی خدمت۔

ایسی عورتیں بھی سخت خطرہ میں ہوتی ہیں جنکے شوہر باہر رہتے ہیں۔ جن کے اندر بہت تقویٰ اور عفت ہو وہ تو بچی رہتی ہیں ورنہ ان کا بچنا مشکل ہوتا ہے اس لیے کہ جیسے مردوں میں شہوت ہوتی ہے عورتوں میں بھی تو شہوت ہوتی ہے۔ اور شیطان عورتوں کو جلدی بہکالیتا ہے۔ اللہ حفاظت فرمائے۔

ایک صاحب تھے جو ہر وقت جماعت ہی میں رہتے تھے۔ ہر وقت ان کا چلہ ہی

ہوا کرتا تھا۔ جب دیکھو باہر سفر میں ہیں۔ بیوی کے حقوق کی کچھ پرواہ نہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی بیوی کے دوسرے سے ناجائز تعلقات ہو گئے اور وہ ہوا جو نہ ہونا چاہیے۔ ہر چیز میں اعتدال ہوا کابر سے مشورہ نہیں کرتے اس قسم کے لوگ جو کرتے ہیں اپنی طرف سے کرتے ہیں ورنہ مرکز کی طرف سے اس کی ممانعت ہے۔ خود مرکز تبلیغ میں جو لوگ رہتے ہیں بیوی بچوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ ورنہ سال میں کئی چھٹیاں دی جاتی ہیں جس میں جاکر وہ گھر والوں کے ساتھ رہتے ہیں۔

ساس بہو کے ساتھ رہنے کا مسئلہ

اسی ضمن میں حضرت نے فرمایا کہ شادی شوہر سے ہوئی ہے یا شوہر کے ماں باپ سے۔ عورت شوہر کی خدمت کے لیے آئی ہے نہ کہ ساس سسر کی خدمت کے لیے۔ بعض لوگ زبردستی عورت سے ماں باپ کی خدمت کراتے ہیں یہ ظلم اور ناجائز ہے۔ اسی واسطے حکم ہے کہ شادی کے بعد علیحدہ رہنا چاہیے۔ ساتھ رہنے میں بڑے فتنے ہوتے ہیں۔

احقر نے عرض کیا حضرت تھانویؒ نے بھی یہی فرمایا ہے ملفوظ میں بھی وعظ میں بھی فتویٰ میں بھی۔ فقہاء نے بھی لکھا ہے صاحب بدائع وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ عورت اگر شوہر کے ماں باپ کے ساتھ رہنے پر راضی نہیں تو شوہر کو علیحدہ رہنے کا انتظام کرنا ضروری ہے۔ لیکن بہت سے لوگوں کے حلق کے نیچے یہ مسئلہ نہیں اترتا حضرت نے فرمایا حلق سے نیچے اترے یا نہ اترے مسئلہ یہی ہے شریعت کے حکم کے سامنے سب کو جھک جانا چاہیے۔

---

(۱) فی البدائع لو اراد الزوج ان یسکنھا مع ضرتھا أو مع احمائھا کام الزوج واختہ وبنتہ من غیرھا واقاربہ فابت ذلک علیہ ان یسکنھا فی منزل مفرد لانھن ربما یوذینھا ویضررن بھا فی المساکنۃ وابائوھا دلیل الاذی والضرر۔ (بدائع ج ۴۔ ص ۲۳)

(۲) فتاویٰ قاضی خاں میں ہے "فان کان للرجل والدۃ أو اخت أو ولد من غیرھا فی منزلھا فقالت صیّرنی فی منزل علحدہ کان لھا ذلک (اص ۴۲۸) (اس کا بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

احقر نے عرض کیا کہ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اس مسئلہ کو ظاہر کرنے میں فتنہ ہوگا۔ اگر لوگوں کو اسکی ترغیب دی جائے تو اختلاف ہوگا حضرت نے فرمایا اس میں کیا فتنہ ہوگا۔ اور کیا اس میں فتنہ نہیں ہوتا کہ ساتھ رہ رہے ہیں آئے دن جھگڑے ہوتے ہیں بیوی نے ساس کی خدمت نہیں کی۔ گھر کا کام نہیں کیا تو ظلم ہونے لگا اور طلاق ہوگئی یہ فتنہ نہیں ہے؟ اس فتنہ کی فکر نہیں کہ پوری زندگی ہی برباد ہو جائے گی۔ زیادہ تر لڑائیاں اسی کام کی وجہ سے ہوتی ہیں کہ بہو کام نہیں کرتی۔ ارے بہو پر کام کرنا ضروری کب ہے مسئلہ کے

---

٦٦ صفحہ کا بقیہ

(۱) (ترجمہ) اگر شوہر اپنی بیوی کو اس کی سوکن یعنی دوسری بیویوں کے ساتھ یا اس کے سسرالی رشتہ دار مثلاً شوہر کی ماں و بہن (یعنی ساس اور نند) اور شوہر کی بیٹی جو دوسری بیوی سے ہو ان کے ساتھ یا اور اپنے دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ رکھنا چاہے اور بیوی ان کے ساتھ رہنے سے انکار کرے تو شوہر پر لازم ہے کہ اسکو علحدہ مکان میں رکھے کیونکہ بسا اوقات یہ سب ساتھ رہ کر اس کو تکلیف دیتی اور نقصان پہنچاتی ہیں، اور بیوی کا ساتھ رہنے پر تیار نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے ساتھ رہنے سے اس کو تکلیف اور نقصان ہے۔

(۲) (ترجمہ) اگر کسی شخص کی والدہ یا بہن ہو یا وہ اولاد جو اسکے علاوہ دوسری بیوی سے ہو، اور یہ بیوی مطالبہ کرتی ہے کہ مجھ کو علحدہ مکان میں رکھیئے۔ تو اس کا یہ مطالبہ بجا اور اس کا حق ہے" (فتاویٰ خانیہ ا ص ۴۲۸)

محقق تھانویؒ امداد الفتاویٰ اور اصلاح انقلاب میں فرماتے ہیں۔

"عورت کو حق حاصل ہے کہ شوہر کے ماں باپ سے علحدہ رہے، اور اگر وہ اپنے جائز حق کا مطالبہ کرے گی تو شوہر پر اس کے حق کا ادا کرنا واجب ہوگا"۔

(امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۲۵۔ اصلاح انقلاب ج ۲ ص ۱۸۸)

اعتبار سے دیکھو تو اس پر تو روٹی پکانا بھی فرض نہیں۔

احقر نے عرض کیا بسا اوقات حالات ایسے ہوتے ہیں کہ ایک ہی لڑکا ہے اس کی بوڑھی ماں ہے خود کام کرنا اس کے لیے مشکل ہے اب اگر بہو لڑکا علیحدہ رہیں تو بوڑھی ماں کو کس قدر پریشانی ہوگی۔ حضرت نے فرمایا پھر بھی ساس کو بہو سے خدمت لینے کا حق نہیں ہے لڑکے کو چاہیے کہ اپنی ماں کی خدمت کرے۔ اس کا انتظام رکھے۔ نوکرانی لائے۔ لہ لیکن بیوی سے زبردستی خدمت لینے کا کوئی حق نہیں۔ البتہ اخلاقی طور پر اس کو چاہیے" کہ جب وہ محتاج ہے معذور ہے تو اسکی خدمت کرے اس میں بہو کی تخصیص نہیں کوئی بھی محتاج معذور ہو جو شخص پاس میں ہے اخلاقی فرض یہ ہے کہ اس کی خدمت کرے اس کی مدد کرے۔ میری اہلیہ نے میری ماں کی تین سال تک برابر اس طرح خدمت کی ہے کہ پاخانہ دھلاتیں، گود میں اٹھاتیں، کھلاتیں، پلاتیں، خوب خوشی سے خدمت کرتی تھیں اور خوشی سے کرنا بھی چاہیے' اخلاقی فریضہ بھی یہی ہے لیکن زبردستی اس کی منشاء کے خلاف اس سے خدمت لینے کا حق نہیں۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ ہمارے گھر میں سب لوگ علیحدہ رہتے ہیں صرف کھانا ساتھ پکتا ہے حضرت نے فرمایا ارے اصل تو یہی ہے اسی سے تو سارے جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں۔ کھانا پکانا ضرور الگ ہونا چاہیے۔

اہلیہ کو لے کر علیحدہ رہیے اور والدین کی خدمت کیجئے

رمضان میں ایک صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ شکایت کی کہ میری بیوی اور ماں میں باہم نباہ نہیں ہوتا۔ آئے دن اختلاف اور کشیدگی ہوتی رہتی ہے۔ یہ کہہ کر ان صاحب نے تعویذ چاہا حضرت نے فرمایا تعویذ تو میں دیتا ہوں لیکن آپ اہلیہ کو علیحدہ لے کر رہیے 'کھانا پینا بھی علیحدہ رکھیے اور علیحدہ رہ کر والدین کی خدمت کریئے

لہ احقر نے "ماما" لکھا تھا حضرت نے اس کو کاٹ دیا۔

والدین اگر علحدہ رہنے پر راضی نہ ہوں تب بھی علحدہ رہیے ناراض ہوں تو ہوا کریں ان کی خدمت کرتے رہیے۔ انشاء اللہ کچھ دن میں سب ٹھیک ہو جائیگا۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت اقدس نے جو کچھ فرمایا بعینہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے بھی ارشاد فرمایا ہے، ملفوظات میں بھی مواعظ میں بھی اور فتاویٰ میں بھی، احقر نے سارے مضامین حقوق معاشرت (تحفۃ زوجین) نامی کتاب میں جمع کردیئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا لوگ کتابیں نہیں دیکھتے ورنہ ساری باتوں کا علاج موجود ہے۔ اور فرمایا کہ یہ کتاب لوگوں کو ضرور پڑھنا چاہیے۔

شادی کے بعد بیٹے کو علیحدہ کردینا چاہیے

ایک صاحب کے گھر میں ساس بہو۔ اور باپ بیٹے میں کشیدگی اور اختلاف تھا لڑکے کے والدین کو شبہ تھا کہ بہو نے کچھ عمل جادو کر کے اپنے شوہر کو مسخر کرلیا ہے۔ اور میرا لڑکا میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ باپ بیٹے دونوں ہی حضرت سے متعلق تھے۔ حضرت اقدس مدظلہ العالی نے باپ کے نام مندرجہ ذیل مضمون تحریر فرمایا۔

مکرمی زید کرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

...... سلمہ سے بہت دیر تک باتیں ہوئی میں نے ان سے کہا کہ والدین کو ہمیشہ خوش رکھیں ان کی خدمت کریں۔ انشاء اللہ حالات درست ہو جائیں گے۔ اس قسم کے حالات ہر گھر میں پیش آتے رہتے ہیں بدگمانیوں کی بنا پر بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسی واسطے شریعت کا قانون ہے کہ شادی کے بعد سب کو علحدہ کردینا چاہیے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس سے تعلقات خوشگوار رہتے ہیں۔ مزاج میں تفاوت (فرق) ہوتا ہے ہر ایک کی فطرت ہوتی ہے کہ مرضی کے مطابق آزادی کے ساتھ اپنا کھانا پینا ہو۔ سب کے ساتھ رہ کر پابندی ہوتی ہے۔ بہر حال...... سلمہ انشاء اللہ آپ حضرات کا پورا لحاظ رکھیں گے۔ ان کے لئے میں نے مشورہ دیا ہے کہ اپنے اخراجات کا خود انتظام کریں۔ والدین پر بار نہ ہوں۔ کھانا پینا ہر ایک کا علحدہ ہو تاکہ کوئی کسی پر بار بن کر نہ رہے۔

صدیق احمد

ساس کو بہو سے اس کی مرضی کے بغیر خدمت لینے کا حق نہیں

ایک محترمہ نے بڑی لجاجت سے تحریر فرمایا کہ میں بوڑھی عورت ہوں لڑکے جن کو میں نے بڑی محنت سے پالا پوسا شادی کر دی اب بہوؤں کو اگر میں ڈانٹ دیتی ہوں تو لڑکے کہتے ہیں کہ بہو پر ساس کی خدمت کرنا فرض نہیں۔ میری سمجھ میں قرآن حدیث میں ایسا حکم نہیں ہوگا۔ بہو اگر میری خدمت نہیں کرے گی تو کون کرے گا۔ دوسری بات کہ میں نوکرانی کو نماز کے لئے ڈانٹ دیتی ہوں تو اس پر بھی لڑکے مجھ کو منع کرتے ہیں۔ حضرت نے جواب تحریر فرمایا۔

محترمہ زید مجدہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ

دعاء کر رہا ہوں

لڑکے کو آپ نے پالا ہے اس سے آپ خدمت جو چاہیں لیں۔ ان کی بیوی کو تو نہیں پالا۔ وہ لڑکے کی بیوی ہے باندی نہیں ہے۔ باندی سے جو چاہیں کام لے سکتی ہیں۔ بیٹے کی بیوی سے ان کی خوشی اور مرضی سے کام لے سکتی ہیں زبردستی نہیں کام لے سکتیں۔ کسی عالم سے مسئلہ دریافت کر لیجیے۔ صدیق احمد

بیوی کا حق ہے کہ شوہر ہی کی ساتھ رہے

ایک صاحب نے تحریر فرمایا کہ میری اھلیہ میرے ماں باپ کے پاس ہے میں گجرات کے ایک مدرسہ میں پڑھاتا ہوں۔ مکان بھی ملا ہے۔ میں اپنی بیوی کو لانا چاہتا ہوں لیکن میری ماں اور باپ منع کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیوی کو یہیں رہنے دو۔ اگر بیوی کو میں اپنے ساتھ رکھوں گا تو خرچ کم بھیجوں گا ورنہ زیادہ بھیجوں گا اس لئے والدین چاہتے ہیں کہ میں نہ لے جاؤں۔ گھر میں مالی اعتبار سے تنگی بھی ہے مجھے مشورہ دیجئے میں کیا کروں حضرت نے جواب تحریر فرمایا۔

مکرمی السلام علیکم

شریعت کے قانون کے سامنے سب کو جھک جانا چاہیے۔ بیوی کا حق ہے کہ جہاں شوہر رہے ساتھ رکھے۔ ماں باپ کا یہ اصرار صحیح نہیں ہے۔ شریعت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے طرح طرح کے فتنے پیدا ہو جاتے ہیں۔ آپ تو ماشاءاللہ عالم ہیں۔ بیوی کے کیا حقوق ہیں آپ جانتے ہیں۔

صدیق احمد

حضرت کی والدہ ماجدہ مرحومہ اور حضرت اقدس کی اہلیہ محترمہ کا حال

فرمایا میری والدہ نے بڑی سادگی اور جفاکشی سے پوری زندگی گزاری ہے۔ بڑھاپے میں ۲۵۔۲۵ لڑکوں کا کھانا پکاتی تھیں اس وقت مدرسہ میں مطبخ کا نظم نہیں تھا لڑکوں کا کھانا گھر سے پک کر آتا تھا اور پورا کھانا اہلیہ اور والدہ پکایا کرتی تھیں۔ اور والد صاحب کے انتقال کے بعد میری والدہ نے کبھی نیا کپڑا نہیں پہنا کپڑے ہمیشہ پیوند دار پہنتی تھیں۔ میں نئے کپڑے لاکر دیتا تو دوسروں کو تقسیم کر دیتیں۔ پرانا ہو جانے کے بعد خود پہنتیں۔ بہت سادہ زندگی بسر کی ہے۔ بستر میں تو اتنے پیوند لگے تھے کہ پتہ ہی نہ چلتا تھا کہ اصل کپڑا کون سا ہے۔ جب کبھی گھر میں مہمان آجاتے جلدی سے میں حبیب کو بھیج کر بستر اٹھوا دیتا۔

اسی ضمن میں حضرت کی بہوؤں کا بھی ذکر ہوا ——— حضرت نے فرمایا میں نے سب کا علحدہ علحدہ انتظام کر دیا ہے۔ شرعی حکم یہی ہے کہ شادی کے بعد لڑکا بہو الگ رہیں۔ علحدہ رہ کر خدمت کریں۔ ساتھ رہنے میں بہت سی خرابیاں ہوتی ہیں۔ لوگ علحدہ تو ہوتے ہیں لیکن بعد میں جب دل خراب ہو جاتے ہیں۔ دل پھٹ جاتے ہیں شروع ہی سے علحدہ ہونا چاہیے۔ شرعی حکم یہی ہے۔

بیوی کا حق ہے کہ اس کے پاس رات گزاری جائے

ایک صاحب بکثرت لمبے لمبے وقفہ کے لیے اپنی بیوی سے علحدہ رہتے تھے۔ایک مرتبہ حضرت کے پیر دبا رہے تھے حضرت نے ان سے فرمایا کہ تم اپنی بیوی کو اپنے ساتھ کیوں نہیں رکھتے۔رات میں بیوی کے پاس رہنا اس کا حق ہے اس کے خلاف کرنا جائز نہیں۔

حضرت مولانا مظفر حسینؒ کا واقعہ ہے کہ ان کی پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہیں تھی مولانا نے دوسری شادی کی تھی اس سے اولاد ہوئی تھی۔اس دوسری شادی کی وجہ سے انکی پہلی بیوی ان سے بہت خفا رہتی تھیں۔لیکن مولانا دونوں کے حقوق ادا کرتے تھے۔ دونوں کے ساتھ برابری کا برتاؤ کرتے تھے۔باری باری دونوں کے یہاں رات گزارتے۔ جب پہلی بیوی کی باری میں ان کے پاس جاتے تو وہ گھر کے اندر نہ آنے دیتیں اندر سے دروازہ بند کر لیتیں مولانا دروازہ ہی پر رات گزار دیتے وہیں بیٹھ کر کتاب دیکھتے اور سو بھی جاتے صبح فرماتے بیوی صاحبہ تم دروازہ کھولو یا نہ کھولو میں نے تو حق ادا کر دیا خدا کے یہاں میری پکڑ نہ ہوگی۔

ضرورت کے وقت اپنی اہلیہ کی خدمت کرنا

مدرسہ میں ایک ذی استعداد اور تجربہ کار عمر رسیدہ مفتی صاحب تشریف لائے، انہوں نے ایک مسئلہ چھیڑا کہ در مختار میں لکھا ہے کہ عورت کو اپنے شوہر سے خدمت لینا حرام ہے اسی طرح شوہر کا اپنی بیوی کی جسمانی خدمت کرنا بھی حرام ہے باب المھر میں یہ مسئلہ لکھا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیماری اور ضرورت کے وقت بھی شوہر اپنی اہلیہ کی خدمت مثلاً سر دبانا، نہیں کر سکتا، کیونکہ فقہاء نے کسی صورت کا استثناء نہیں کیا اور مطلقاً حرام لکھا ہے۔

حضرت کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا گیا سائل نے عرض کیا کہ حضرت ایک مرتبہ

آپ نے درس قرآن میں موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کے ضمن میں فرمایا تھا کہ مرد کو چاہیئے کہ اپنی بیوی سے خدمت ہی نہ لیتا رہے بلکہ ضرورت پڑنے پر اس کی خدمت کرے بھی۔ اور در مختار میں اس طرح لکھا ہے۔ حضرت نے فرمایا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بیماری اور مجبوری کے وقت بھی خدمت نہ کرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا خَیرُکُم خَیرُکُم لِاَھلِی وَ اَنَا خَیرُکُم لِاَھلِی۔ تم میں بہتر شخص وہ ہے جو اپنے اھل کے ساتھ بہتر ہو---اس کا مقتضی یہی ہے کہ ایسی مجبوری کے وقت میں اس کی خدمت کر دے۔ راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ در مختار کی عبارت مطلق ہے عام ہے لہذا عام حالات میں حکم یہی ہوگا جس کو حکم اصلی کہتے ہیں لیکن خاص حالات میں یعنی ضرورت کے وقت اس کا یہاں ذکر نہیں۔ بلکہ ممانعت و حرمت کی جو علت در مختار میں لکھی ہے لمافیه من الاذلال کہ چونکہ اس میں ذلت اور توہین ہے شوہر کی اس لئے حرام ہے اس علت کا مقتضی یہ ہے کہ ضرورت کے وقت چونکہ ذلت واھانت کا گمان بھی نہیں ہوتا اس لیے علت نہ پائے جانے کی وجہ سے حرمت نہ ہوگی، کیونکہ ضرورت کے وقت خدمت ذلت نہیں بلکہ ہمدردی اور رحمت و شفقت ہے واللہ اعلم۔

ضرورت کے وقت اہلیہ کی خدمت کرنا حضرت کا حال

دوسری مجلس میں پھر یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ ''درمختار'' میں تو اہلیہ کی خدمت کو قطعی حرام لکھا ہے۔ حضرت نے فرمایا یہ تو کسی طرح میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اسکی مزید تفصیل ضرور کہیں ہوگی۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے حالات ہوتے ہیں بسا اوقات کوئی دوسرا نہیں ہوتا، عورت بے چین ہے تڑپ رہی ہے کون اس کی خدمت کرے گا دوسرا اگر کوئی موجود بھی ہو تو شوہر کی طرح دوسرا کون قربانی دے گا۔

پھر حضرت نے اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ میرے گھر میں ایک عرصہ تک بہت بیمار رہتی تھیں باندہ میں علاج ہو رہا تھا۔ مدرسہ کی ذمہ داری اور اسباق کی وجہ سے دن کو تو میں اللہ پر بھروسہ کر کے چھوڑ کر چلا آتا تھا عصر بعد پیدل باندہ جاتا تھا رات بھر جاگتا تھا فجر کے

پہلے اسباق کی وجہ سے پھر مدرسہ آتا تھا، سخت بیماری میں کون ہر وقت ساتھ رہیگا میں ہی رات رات بھر بیٹھا رہتا تھا ایک ہفتہ ایسا گزرا ہے کہ نہ دن میں سویا نہ رات اور میں نہ ہوتا تو اکیلے تڑپتی رہتیں یہ مسئلہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ دوسرے حسن معاشرت خیر خواہی کا تقاضا کیا ہے؟ ضرورت کے وقت جب غیر کے ساتھ ہمدردی اور اس کی مصیبت دور کرنے کا حکم ہے اسکی فضیلت آئی ہے تو اپنوں کے ساتھ کیوں نہ ہوگی حضور ﷺ خود فرماتے ہیں خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ وَاَنَاخَیْرُکُمْ لِاَھْلِی تم میں بہتر انسان وہ ہے جو اپنے اھل کے ساتھ بہتر ہو، میں اپنے اھل کے ساتھ بہتر معاملہ کرتا ہوں احقر نے عرض کیا حضرت جس طرح فقہاء نے عورت کے لیے اپنے شوہر کو تابع کرنے کے لیے تعویذ کو مطلقاً حرام ناجائز لکھا ہے حالانکہ اس میں تفصیل ہے۔ چنانچہ حضرت تھانویؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ حقوق واجبہ کی ادائیگی کی حد تک مطیع فرمابردار کرنے کا تعویذ کرانا تو جائز ہے اس سے زائد کہ شوہر بیوی کی محبت میں دیوانہ ہو جائے ایسا تعویذ ناجائز ہے۔ جس طرح اس میں تفصیل ہے حالانکہ فقہاء نے مطلقاً ناجائز لکھا ہے اسی طرح اس میں بھی تفصیل ہوگی گو ایک موقع پر فقہاء نے بیوی کی خدمت کرنے اور اسکے مطالبہ کرنے کو حرام لکھ دیا ہے۔

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اہلیہ کی خدمت کرنے کی مختلف صورتیں۔ مختلف حالات اور مواقع ہوتے ہیں ہر ایک کا حکم یکساں نہیں ہے بلکہ حالات اور نوعیت کے لحاظ سے احکام جداگانہ ہوں گے جس کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے واللہ اعلم۔

(۱) اہلیہ کی خارجی خدمت مثلاً اس کے لیے کپڑے خرید کر لانا، کھانے پینے کا نظم کرنا یہ تو فرض ہے، نفقہ میں شامل ہے اس خدمت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) خارجی خدمت واجبی نفقہ کے علاوہ مثلاً موسمی پھل وغیرہ لا کر دینا یہ مستحسن ہے اور حسن معاشرت کا تقاضا ہے، حضرت تھانویؒ نے اس کی تاکید فرمائی ہے۔

(۳) داخلی خدمت یعنی گھر کے کام کاج میں عورت کا ہاتھ بٹانا اور اس طرح کے امور

میں اسکی خدمت کرنا مثلاً عورت آٹا گوندھ رہی ہے مشغول ہے پانی کی ضرورت ہے پانی لاکر دے دینا یہ خدمت بھی مستحسن اور حسن معاشرت میں داخل ہے۔-----البتہ فارغ اوقات میں عورت کو شوہر سے ایسی خدمت لینا جائز نہیں ہوگا کیونکہ اس میں شوہر کی تذلیل ہے۔

(۴) عام حالات میں عورت کی جسمانی خدمت کرنا مثلاً سر میں تیل لگانا اس کا بھی یہی حکم ہے جس کو فقہاء نے ناجائز لکھا ہے۔

(۵) البتہ ضرورت و مجبوری کے وقت شوہر کا از خود خدمت کرنا یا عورت کا درخواست کرنا دونوں ہی جائز ہیں۔لان الضرورات تبیح المحظورات واللہ اعلم۔ حضرت اقدس نے اس کی تائید فرمائی۔

دلجوئی کی اہمیت و دلشکنی کی قباحت

بخاری شریف کا درس دیتے ہوئے فرمایا حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مسجد میں اعتکاف فرمایا آپ کی اجازت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اعتکاف فرمایا اور اس وقت عورتوں کو مسجد میں جانے اور جماعت سے نماز پڑھنے کی اجازت تھی بعد میں منع ہو گیا۔ حضرت عائشہؓ خود فرماتی ہیں کہ حضور اگر اس زمانے کو دیکھ لیتے تو عورتوں کو مسجد آنے سے منع فرمادیتے چنانچہ ہمارے فقہاء اور اکابر کا فتویٰ یہی ہے کہ اب عورتوں کا مسجد میں اعتکاف کرنا یا مسجد میں باجماعت نماز پڑھنا فتنہ کی وجہ سے ممنوع اور ناجائز ہے۔

حضرت عائشہؓ کا خیمہ دیکھ کر حضرت حفصہؓ کو بھی شوق ہوا اور انہوں نے حضرت عائشہؓ سے اجازت چاہی کہ حضور کے ساتھ اعتکاف کے لیے میرا بھی خیمہ لگادیا جائے چنانچہ ان کا بھی خیمہ لگ گیا،اس کے بعد حضرت زینب بنت جحشؓ اور دوسری ازواج کو بھی شوق ہوا چنانچہ کئی خیمے لگ گئے حضور ﷺ نے دیکھا تو دریافت فرمایا یہ کیسے خیمے؟ آپ کو

بتلایا گیا کہ ازواج مطہرات کے خیمے ہیں آپ نے فرمایا کیا یہ سب مخلص ہیں ؟اور فرمایا کہ اب میں اعتکاف ہی نہ کروں گا آئندہ اس کی قضاء کرلوں گا چنانچہ آپ نے اعتکاف چھوڑدیا اور شوال میں اسکی قضاء فرمائی: (بخاری شریف ج۱، ص ۲۷۱)

حضرت نے فرمایا اس حدیث سے بہت سی باتیں معلوم ہوئیں عنوان تو امام بخاریؒ نے ایک ہی مقرر کیا ہے لیکن اسی حدیث سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

ایک بات اس سے یہ معلوم ہوئی کہ اچھے اعمال میں حرص بری چیز نہیں برے اعمال کی حرص تو بری ہے لیکن اچھے اعمال کی حرص اچھی چیز ہے ہونا چاہیے جیسے ازواج مطہرات نے اعتکاف کی حرص کی۔ حرص کا مطلب یہ کہ جس طرح فلاں نیک کام کررہا ہے مجھے بھی اس کی توفیق ہو جائے۔ یہ تو محمود ہے اور اگر یہ بات ہے کہ فلاں کیوں کررہا ہے خود کرے یا نہ کرے لیکن فلاں کیوں کررہا ہے یہ حسد ہے جو مذموم ہے۔ یہ تو ازواج مطہرات کی حالت تھی لیکن حضور ﷺ نے فرمایا کیا یہ سب مخلص ہیں؟ معلوم ہوا کہ سوکنوں میں ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی کبھی اس طرح کی باتیں ہو جاتی ہیں ہر عورت چاہتی ہے کہ میں شوہر کے قریب ہو جاؤں میرا ان سے قریبی تعلق ہو جائے۔ یہ انسانی فطرت ہے۔ لیکن حضور ﷺ نے اس کو خلوص کے خلاف سمجھ کر ناپسند فرمایا اب کس کو اجازت دیں کس کو منع کریں۔ جس کو منع کریں اس کی دلشکنی ہوگی اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں ہی اعتکاف چھوڑ دوں گا۔ یہ حضور کی ذات اور آپ کے پیغمبرانہ اخلاق ہیں کہ اعتکاف کو چھوڑ دیا لیکن دلشکنی گوارہ نہیں کی۔ دلشکنی ہزار گناہوں کا گناہ ہے۔ اعتکاف اور دلجوئی ھزار عبادت ہے۔ کسی سے مسکرا کر بات کرلیں کسی کی خیریت معلوم کرلیں جس سے اسکی دلجوئی ہو جائے اس میں کیا خرچ ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ازواج سے دلجوئی اور ہماری بدحالی

بیویوں پر کھانا پکانا واجب نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی کس درجہ دلجوئی فرمائی کسی کی دلشکنی نہیں فرمائی سب کا جی خوش کیا اور ہم کسی ایک کا جی خوش نہیں رکھ سکتے۔ایک کی دلجوئی نہیں کرپاتے۔ بیوی بیچاری جانتی نہیں کہ دلجوئی کیا چیز ہوتی ہے عورتوں کے ساتھ ہم کس طرح کا ظالمانہ سلوک کرتے ہیں کس طرح بے رخی سے پیش آتے ہیں، کیسی کیسی سختیاں ان پر کرتے ہیں بعض ایسے سخت مزاج شوہر ہوتے ہیں کہ گھر میں داخل ہوئے سناٹا چھاگیا بیوی الگ سہی ہی ہے۔ بیٹا الگ مارے ڈر کے کونے میں بیٹھا ہے ارے وہ شوہر شوہر کیا کہ بیوی اس کو دیکھ کر باغ باغ نہ ہو جائے، وہ باپ باپ کیا کہ بیٹا اپنے باپ کو دیکھ کر خوش نہ ہو جائے۔ شوہروں نے عورتوں پر ظلم کرر کھا ہے اور میں حقیقت بتلاتا ہوں جن وجوہات کی بنا پر عموماً شوہر عورتوں پر سختی کرتے ہیں عورتوں پر وہ لازم ہی نہیں۔ مسئلہ کی بات ہے صاف صاف بتلاتا ہوں بیوی کے ذمہ لازم نہیں کہ گھر کا کھانا پکائے یا کپڑے دھوئے، خود اپنا کھانا پکانا بھی ضروری نہیں بلکہ مرد کے ذمہ ضروری ہے کہ پکا پکایا کھلائے لیکن عورت سے زبردستی کھانا پکوانے کا حق نہیں بعض گھروں میں بھائیوں کے کپڑے تک بیوی سے دھلوائے جاتے ہیں، پورے گھر کا کام اسی سے کرایا جاتا ہے، شوہروں نے اسکو اپنا حق سمجھ رکھا ہے اسی وجہ سے ان پر سختی کی جاتی ہے میں نے بتلا دیا کہ جن جن باتوں کی وجہ سے اس پر سختی کی جاتی ہے ان میں سے کچھ بھی اس پر واجب نہیں کھانا پکانا، برتن مانجنا، کپڑے دھونا کچھ اس پر فرض نہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ عورت کو کرنا نہیں چاہیے عورت کرے یہ اس کے لیے سعادت ہے لیکن نہ کرے تو یہ کوئی جرم نہیں۔(ا) لیکن مرد کو حق نہیں پہنچتا کہ زبردستی عورت سے کام لے۔ سعودیہ وغیرہ میں اب بھی دستور ہے کہ عورتیں گھر میں کھانا نہیں پکاتیں مرد صاحب باہر سے کھانا لاتے ہیں۔ یہ تو بیچاری ہندوستان کی عورتیں ہیں کہ کام بھی کرتی ہیں

شوہروں کے ظلم بھی برداشت کرتی ہیں۔

لکھنؤ کا قصہ ہے ایک پرنسپل صاحب بڑے مہذب اور سنجیدہ سمجھے جاتے ہیں اب بھی وہ موجود ہیں ان کے نکاح میں ایک سید لڑکی آئی اس بیچاری کو پرنسپل صاحب نے تنگ کر رکھا ہے اس قدر ظلم کرتے ہیں کہ جوتوں سے اس کی پٹائی کرتے ہیں بیچاری اتنی شریف لڑکی ہے سید ہے۔ میرے پاس خط آتا رہتا ہے لکھتی ہیں کہ مولانا، گھر میں اپنے والدین سے تو اسکا اظہار نہیں کیا آپ سے کہتی ہوں میرے لیے دعاء کریئے کوئی دن نہیں جاتا کہ جوتوں سے نہ مار کھاتی ہوں۔ اور ایسی ویسی مار نہیں چہرہ سوج جاتا ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ پڑھے لکھے ایسے ہوں گے۔ کیا منہ دکھائیں گے خدا کو۔ اور کیا منہ دکھائیں گے اللہ کے رسول کو سید لڑکی کے ساتھ ان کا یہ برتاؤ۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مظلوم عورتوں کی طرف سے قیامت کے روز میں مدعی بن کر مقدمہ کروں گا۔

دیندار گھرانہ کی عورتیں فون پر دوسروں سے بات کریں یا نہیں

ایک حاجی صاحب شہر باندا سے تشریف لائے جن کے گھر میں پردہ اور دین کا اہتمام ہے انہوں نے حضرت سے پوچھا کہ بسااوقات فون آتا ہے گھنٹی بجتی ہے اور گھر میں صرف عورتیں ہی عورتیں ہوتی ہیں کوئی فون نہیں اٹھاتا، وہ کہتی ہیں کہ میں کیا دوسروں سے بات کروں۔ حضرت نے فرمایا اتنا تو کہہ دیا کریں کہ نماز پڑھنے گئے ہیں یا کسی کام سے گئے ہیں تھوڑی دیر بعد بات کریں۔

بے پردگی کا نتیجہ

فرمایا آج کل بے حیائی کا بازار گرم ہے۔ بے حیائی و بے پردگی اس قدر عام ہو چکی ہے۔ اور ایسے ایسے واقعات سننے میں آتے ہیں کہ اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ادھر کچھ دنوں سے زیادہ ہی ایسے واقعات ہو رہے ہیں۔ ابھی اسی سفر کی بات ہے بیچارے ایک کرم فرما جو واقعی بڑے دیندار ہیں۔ علماء کی بڑی خدمت کرتے رہتے ہیں خود میرے اوپر بھی ان

کے احسانات ہیں اور وہ خود بھی نیک ہیں صوم صلوٰۃ کے پابند ہیں لیکن ان کی ایک بہن ہے غیر مسلم سے اس کا تعلق ہو گیا ہے بس اسی سے شادی کرنے کے لیے رنجھی پڑی ہے کہ شادی کروں گی تو اسی سے۔ بیچارے بڑے پریشان ہیں۔ وہ کیا کر سکتے ہیں سب لوگ دعاء کرو۔ اصل میں بے پردگی جہاں بھی ہو گی اپنا اثر دکھائے گی۔ زہر کوئی بھی کھائے اس کا اثر ہو کر رہے گا۔ دیندار گھرانوں میں بھی اگر بے پردگی ہو گی تو فساد ہو گا۔ یہ سب بے پردگی کا نتیجہ ہے لیکن اس کے باوجود لوگوں کی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ خواہش کا بھوت ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اپنی اولاد تک کو چھوڑ دیتا ہے۔ کئی واقعات ایسے ہیں کہ عورت کا اجنبی مرد سے تعلق ہوا۔ وہ اپنے شوہر تک کو قتل کرنے کو تیار ہو گئی۔ یہ بھوت ایسا ہوتا ہے کہ جو بھی اس میں رکاوٹ بنے گا وہ اس کو دور کرے گا۔ بھائی ہو باپ ہو شوہر ہو کسی کی پرواہ نہ ہو گی۔ بڑے فتنہ کا زمانہ ہے اللہ حفاظت فرمائے۔ شریعت کے خلاف جب کام ہو گا اس کا یہی نتیجہ ہو گا۔

عورت چاہے تو شوہر اور پورے گھر کو دیندار بنادے

فرمایا عورت کے حالات کا پورے گھر پر اثر پڑتا ہے۔ اگر عورت دیندار ہے تو دوسری عورتوں کو بھی دیندار بنادے گی اگر عورت آزاد۔ بے پردہ ہے تو ایک کے آنے سے پورا ماحول گندہ ہو جائیگا۔

ایک جگہ کا قصہ ہے کہ ایک تحصیل دار صاحب تھے ان کی شادی ایک صاحب کی لڑکی سے جو حضرت تھانویؒ سے بیعت تھے بڑے دیندار تھے ان کی دینداری کی شہرت تھی رشتہ طے ہوا رخصتی ہو گئی۔ رخصتی کے بعد آتے ہی سب سے پہلے گھر میں دوسری عورتوں سے اس نے سلام کیا۔ نئی دلہن کے لیے سلام کرنا بڑے عار کی بات سمجھتے ہیں عورتوں کو بڑا تعجب ہوا کہ بڑی بے حیا معلوم ہوتی ہے۔ جب نماز کا وقت آیا تو اس نے خود ہی پانی مانگا وضو کیا اور دوسری عورتوں سے کہا کہ آپ لوگ بھی نماز پڑھیں سب کو وضو کرایا نماز پڑھائی۔ عورتوں میں چرچا ہوا یہ تو بڑی بے حیا ہے ابھی سے ٹک ٹک باتیں کرتی ہے۔ اس واسطے کہ

اس وقت عورتوں کے ماحول میں نئی دلہن کے لیے بولنا جرم تھا پانی بھی نہیں مانگ سکتی دوسری عورت ساتھ جاتی تھی اگر پانی کی ضرورت ہوتی تو پہلے اس سے کہتی وہ لاکر دیتی۔ اب کھانے کا وقت آیا ناشتہ کھانا سامنے لایا گیا تو کھانے سے انکار کردیا۔ بہت اصرار کیا گیا تب بھی نہ کھایا۔ اب بات پھیلی کہ بہو کچھ کھاتی نہیں۔ جب زیادہ اصرار کیا گیا تو کہا اچھا جس سے میرا رشتہ ہوا ہے ان کو بلادیجئے ان سے تھوڑی بات کرنا چاہتی ہوں۔ عورتوں میں ہائے ہائے مچ گئی کہ یہ کیسی بے حیا ہے ابھی سے شوہر سے سب کے سامنے بات کرتی ہے۔ بڑی بے شرم ہے۔ شوہر کو بلایا گیا اس نے پوچھا کیا بات ہے جواب دیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ رشوت لیتے ہیں اور رشوت کھانا حرام ہے اس کو تو میں نہیں کھاؤں گی میں آپ سے مطالبہ نہیں کرتی گھر قریب ہے میں اپنا خرچ چلالوں گی۔ گفتگو ہوتی رہی۔ شوہر نے کہا کہ اس میں میری بدنامی ہے بیوی نے جواب دیا کہ اس میں آپ کی بدنامی معلوم ہورہی ہے اور قیامت میں جو رسوائی ہوگی اس کا خیال نہیں شوہر نے توبہ کیا آئندہ کے لیے عہد کیا کہ کبھی رشوت نہ لوں گا اس کے بعد بیوی نے کھانے کی شرعی صورت بیان کی۔ جب عورت دیندار ہوتی ہے تو شوہر کو دیندار بنادیتی ہے اسکو دیکھ کر دوسری عورتیں دیندار ہوتی ہیں۔ وہ تحصیلدار صاحب بعد میں بہت دیندار ہوگئے تھے چہرہ پر ڈاڑھی بھی آگئی تھی میرے پاس کثرت سے آتے تھے باندا میں بھی رہے ہیں۔ بعد میں ڈپٹی کلکٹر ہوگئے تھے۔ جب میں قربانی کے لیے جانور خریدنے جاتا تو میرے ساتھ ساتھ پیچھے پیچھے چلتے جب تک رہتا میرے ساتھ ہی رہتے جانور خریدتے میں نے کہا کہ لوگ کیا کہیں گے اس طرح آپ میرے ساتھ چلتے ہیں آپ کی ذلت ہوتی ہے کہنے لگے یہ ذلت ہزار درجہ اس عزت سے اچھی ہے۔

اب بیچاروں کا انتقال ہوگیا ہے۔ بعد میں تو بہت دیندار ہوگئے تھے واقعی جب عورت دیندار ہوتی ہے تو مرد کو دیندار بناسکتی ہے۔

عورت بد دین ہو تو شوہر کو بد دین اور گھر کو برباد کر دے گی

اگر عورت بد دین اور آزاد بے پردہ ہے تو مرد کو بھی بد دین بنا دے گی۔ کتنی جگہ آزاد عورتیں گھروں میں آئیں خود بے پردہ تھیں دوسروں کو بے پردہ بنا دیا۔ لباس ایسا کہ ہاتھ کھلے ہوئے پیٹ کھلا ہوا۔ ایسی عورتیں دوسروں کو اور شوہر کو بھی بد دین بنا دیتی ہیں۔

اس میں بھی ایک تحصیلدار صاحب ہی کا قصہ ہے بڑے دیندار تھے رشوت بالکل نہ لیتے تھے نماز روزہ کے پابند۔ اتفاق سے ان کے چپراسی کے یہاں شادی تھی اس نے تحصیلدار صاحب سے اصرار کیا کہ صاحب اپنے گھر سے آپ بھیج دیں تو میری عزت رہ جائے گی اور وہ تحصیلدار صاحب کسی کے یہاں شادی وغیرہ میں بھیجتے نہ تھے ایک تو شادی میں بے پردگی بہت ہوتی ہے دوسری اور بہت سی خرابیاں ہوتی ہیں اس لیے اپنے گھر کی عورتوں کو شادی میں نہ بھیجتے تھے۔ لیکن چپراسی نے بہت اصرار کیا انہوں نے بھیج دیا۔ وہاں جا کر انہوں نے دیکھا کہ ساری عورتیں ایک سے ایک لباس پہنے زیور سے لدی پڑی ہیں اور ہر پانچ منٹ میں نیا جوڑا بدلا جا رہا ہے اور ان کو کاٹو تو خون نہیں عورتیں پوچھتیں کہ یہ کون ہیں تو بتلایا جاتا کہ تحصیلدار صاحب کی بیگم ہیں ان کی اور ذلت ہوتی بس وہاں سے آ کر جب گھر آئی ہیں تو تحصیلدار صاحب پر برس پڑیں کہ میری ناک کٹا کے رکھ دی مجھے ذلیل رسوا کیا چپراسی اور نوکر ان کی عورتیں تو زیور سے لدی رہتی ہیں۔ نئے نئے جوڑے منٹ منٹ پر بدلے جاتے ہیں اور میرے پاس صرف ایک سادہ جوڑا۔ زیور سے بالکل ننگی۔ تحصیلدار صاحب نے سمجھایا کہ ارے جتنی تنخواہ ہے اسی کے مطابق انتظام کرتا ہوں۔ وہ لوگ دوسری طرح آمدنی کرتے ہیں رشوت لیتے ہیں بیگم صاحبہ فرماتی ہیں تو آپ کے لیے کیا دروازہ بند ہے؟ آپ کو کس نے منع کیا؟ الغرض اتنا پیچھے پڑیں بالآخر شوہر کو مجبور کر دیا وہ رشوت لینے لگے اور ان کی ساری دینداری ختم ہو گئی۔ یہ تحصیلدار صاحب کی کمزوری اور ڈھیلے پن کی بات تھی ورنہ سخت ہو جاتے نہ لیتے رشوت کیا کر لیتی عورت۔ نکال دیتے

دماغ درست ہو جاتا۔

جب عورت بد دین ہوتی ہے تو شوہر کو بھی بد دین بنا دیتی ہے۔ اسی وجہ سے اہل کتاب یہودی یا عیسائی عورتوں سے کوئی نکاح کرے تو نکاح تو جائز ہو جائے گا لیکن اس کی ممانعت ہے کیونکہ اس سے گھر برباد ہوتا ہے۔

دوران گفتگو فرمایا کہ شوہر بیوی کا بے تکلف ہو کر ماں باپ اور اپنے بڑوں کے سامنے بولنا ہنسی مذاق کرنا جائز تو ہے لیکن اچھا نہیں معلوم ہوتا، کچھ چیزیں عرفی ہوتی ہیں۔ عرف میں اس کو بہت برا سمجھا جاتا ہے۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ فقہاء کی تصریح کے مطابق ادب کا مدار عرف پر ہے اور عرف میں بڑوں کے سامنے بے تکلف ہو کر بات کرنے کو بے ادبی سمجھا جاتا ہے لہذا یہ بہت بڑی بے ادبی اور بے حیائی ہے۔

غصہ میں عورتوں کو طلاق نہیں دینا چاہیے

ایک صاحب سفر کر کے مسئلہ پوچھنے آئے کہ میں نے غصہ میں اپنی بیوی کو تین بار طلاق دے دی اس کے بعد پتہ نہیں میں غصہ میں کیا بکتا رہا لوگ کہتے ہیں کہ طلاق دی ہے اور مجھے ہوش نہیں۔ حضرت نے ناگواری کے ساتھ فرمایا کہ عجیب حال ہے عورتوں پر جب غصہ آتا ہے تو طلاق سے نیچے بات ہی نہیں کرتے۔ ارے زیادہ غصہ آرہا تھا تو وہاں سے الگ ہو جاتے۔ ایک دو تھپڑ مار کر غصہ ٹھنڈا کر لیتے لیکن طلاق کے نیچے بات ہی نہیں کرتے اور بعد میں پھر پچھتاتے اور روتے پھرتے ہیں۔

طلاق تو اب ہو گئی ساتھ رہنے کی اب کوئی صورت نہیں۔ حلالہ کے بعد ہی ساتھ رہ سکتے ہیں یعنی عدت کے بعد یہ عورت دوسرے آدمی سے نکاح کرے نکاح کے بعد وہ اس کے قریب ہو اور پھر وہ طلاق دیدے تو عدت گزارنے کے بعد اب پہلے شوہر سے اس کا نکاح ہو سکتا ہے۔

طلاق بہت سوچ سمجھ کر دینا چاہیے

ایک صاحب نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ حضرت اقدس نے ان سے فرمایا کہ طلاق دینے میں جلدی نہیں کرنا چاہیے۔ اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا، بہت سوچ سمجھ کر طلاق دینا چاہیے، اور اگر طلاق دینا ہی ہو تو بہت غور فکر کے بعد بڑی حکمت و تدبیر سے کام لینا چاہیے۔ ایسے حالات پیدا کر دینا چاہیے کہ وہ لوگ خود اس بات پر راضی ہو جائیں کہ طلاق ہو جائے۔ لیکن ظلم نہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ تو حرام ہے، مثلاً یہ کہ پہلے خط لکھ دے کہ کسی طرح میرے دل کا رجحان اور میلان نہیں ہوتا، اور کسی طرح مجھ سے نباہ نہ ہو سکے گا، لڑکی کی زندگی خراب ہو گی، وغیرہ وغیرہ اس طرح کی باتیں لکھ کر خود ان کو آمادہ کر دے کہ وہ طلاق ہو جانے پر راضی ہو جائیں۔

بیوی کی سخت مزاجی پر صبر

ایک صاحب نے حضرت سے عرض کیا کہ بیوی بہت سخت مزاج ہے بہت پریشان ہوں کچھ ایسا کر دیجئے کہ مزاج درست ہو جائے۔ حضرت نے فرمایا اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے، کیا انبیاء کی بیویاں سخت نہیں گزریں صبر کرنا چاہیے، نرمی سے سمجھاتا رہے صبر کرے، بڑے بڑے اولیاء کی بیویاں سخت مزاج ہوئی ہیں اس سے ان کو کافی ترقی ہوئی۔ آدمی کے اوپر جو حق ہو ادا کرتا رہے حالات پیش آئیں صبر و تحمل سے کام لے۔

بیوی اور عزیز کے انتقال پر صبر

ایک صاحب کی بیوی اور قریبی عزیز کا انتقال ہو گیا تھا فون پر حضرت سے بہت رو دھو رہے تھے۔ بڑی بے قراری بے چینی کا اظہار کر رہے تھے حضرت نے فون پر ان کی تعزیت کرتے ہوئے فرمایا ارے اس میں پریشانی کی کیا بات سب کو ایک ہی جگہ جانا ہے،

سب کو اللہ تعالیٰ وہاں جمع کر دے گا کوئی پہلے جا رہا ہے کوئی بعد میں پہنچے گا، ان کے لیے ایصال ثواب کرو، اپنی موت کی تیاری کرو، سب سے وہاں ملاقات ہو گی۔

ایک صاحب سے بیوی کے انتقال پر فرمایا کہ یہ ایسا خلاء ہے جس کا پر ہونا مشکل ہوتا ہے۔

تعلق رکھنے والے اور رشتہ داروں سے کبھی کبھی ملاقات کے لیے جانا چاہیے

ہتورا لبستی کے کنارے ایک مکان میں ہینڈ پائپ لگنا تھا جسکی دعا کے لیے حضرت تشریف لے گئے تھے۔ بستی کے کنارے بہت سے نئے مکانات اور بڑھتی ہوئی آبادی نظر آئی۔ حضرت دیکھ کر خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہاں تو بالکل جنگل تھا واپسی میں بعض گھرانوں سے بڑی بوڑھی عورتوں نے حضرت کو بلایا جو حضرت کے رشتہ داروں میں سے تھیں اور بچوں کو پھونک ڈلوائی، ہر طرف سے لوگ سلام کر رہے تھے حضرت بچوں سے دریافت فرماتے تم کون ہو۔ کس کے لڑکے ہو۔ اور فرمایا کہ یہ سب میرے قریبی رشتہ دار ہیں میں ان کو پہچانتا نہیں۔ کبھی کبھی ملاقات کے لیے بھی آنا چاہیے۔

حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ ہفتہ میں ایک دو مرتبہ بستی کا گشت فرماتے تھے۔ لوگوں سے ملتے تھے ملاقات فرماتے۔ ہر ایک سے سلام کرتے۔ حضور ﷺ کا بھی یہی معمول تھا۔ اس لیے کبھی کبھی ملاقات کے لیے جانا چاہیے۔ راقم عرض کرتا ہے کہ مشغولی کی وجہ سے اگر کسی بڑے کو جانے کی فرصت نہ مل سکے تو دوسروں کو یعنی متعلقین اور رشتہ داروں کو تو خود ملاقات کے لیے حاضری دینا چاہیے۔ (ا) صدیق احمد

باب ۵

آداب مہمانی- مہمانوں کی ذمہ داری

بعض جانے پہچانے مہمان ناوقت آگئے اور ساتھ میں لائے ہوئے مہمانوں کے متعلق عرض کیا کہ حضرت انھوں نے کھانا نہیں کھایا ہے ---- حضرت نے ان سے تو کچھ نہیں فرمایا بعد میں خدام سے فرمایا کہ عجیب لوگ ہیں دین نام کی کوئی چیز نہیں ایسی بے عقلی کا کام کرتے ہیں۔ جب گھر سے دوپہر کو چلے ہیں تو کھانا کھا کر آنا چاہیے۔ ۴ر بجے یہ کھانے کا وقت ہے۔ لوگوں میں تہذیب بالکل نہیں۔ کسی کی خدمت میں تو رہے نہیں سلیقہ کیسے آئے۔ پھر فرمایا کہ میرے دادا کے پھوپھی زاد بھائی گھوڑی پر بکثرت سفر کیا کرتے تھے۔ گھر والوں کی طرف سے ان پر کوئی ذمہ داری نہ تھی آزادی سے سفر کرتے تھے۔ اور جہاں بھی جاتے اپنے ساتھ چنے لے کر جاتے تھے۔ لوگ کھانے کے لیے پوچھتے تو انکار فرمادیتے اور کہتے کہ تم نے بلایا تو تھا نہیں میں تو خود اچانک آیا ہوں کھانا ساتھ لایا ہوں۔ جہاں جاتے کھانا نہ کھاتے رشتہ داروں کے یہاں بھی اچانک جاتے تو نہ کھاتے چنے کھا کر گزر کر لیتے۔

آدمی یا تو پہلے سے اطلاع کر کے آئے اور اگر ناوقت پہنچے تو یا تو پہلے سے کھانا کھا کر جائے یا ساتھ کھانا لے کر جائے اور جاتے ہی کہہ دے کہ میں کھانا کھا کر آیا ہوں یا ساتھ لایا ہوں۔

مہمانوں کو اطلاع کر کے آنا چاہیے

فرمایا مہمان وقت بے وقت چلے آتے ہیں جب جس کا جی چاہا چل دیا، پہلے سے اطلاع کر کے آنا چاہیے، اور ایسے وقت آنا چاہیے کہ کھانے کا انتظام بھی ہو سکے پریشانی نہ

ہو، ورنہ کھانا کھاکر آئے اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھی اس میں غلطی کرتے ہیں، یہ باتیں تو خود سوچنے کی ہیں کہ میں اس وقت پہنچ رہا ہوں اس وقت وہ کھانے کا کیا انتظام کر سکیں گے۔ دوسروں کی تو اب پریشانی کا خیال ہی نہیں رہتا۔

مہمانوں کو ضروری ھدایت اور تنبیہ

ایک صاحب تعویذ کی غرض سے لمبا سفر کر کے آئے تھے، حضرت بہت مشغول تھے، سلام مصافحہ کے بعد حضرت نے پوچھا کچھ کام تو نہیں ہے؟ عرض کیا کچھ کام نہیں ملاقات کے لیے آیا ہوں، کافی دیر بیٹھنے کے بعد جب حضرت اٹھنے لگے تو ان صاحب نے تعویذ کی ایک لمبی فہرست پیش کردی۔ حضرت نے فرمایا یہ کام آپ نے پہلے کیوں نہیں بتلایا جب میں آپ سے پوچھ رہا تھا؟ آدمی جس کام سے جہاں جائے صاف صاف بتادینا چاہیے کہ اس غرض سے آیا ہوں، مجھے تو آج تک کوئی مخلص ملا ہی نہیں جو صرف ملاقات کے لیے آیا ہو۔ الا ماشاء اللہ لوگ آتے تو ہیں اپنی غرض سے اور کہتے ہیں کہ ملاقات کے لیے آیا ہوں۔

اور جتنے مہمان آتے ہیں عموماً کھانے کے وقت سب ادھر ادھر نہ معلوم کہاں بغیر اطلاع کے چلے جاتے ہیں ان کو تلاش کرنا پڑتا ہے۔ لوگوں کو دوسروں کی پریشانی کا خیال ہی نہیں ہوتا۔ ایسا کام نہ کرنا چاہیے جس سے دوسروں کو تکلیف ہو۔

مہمان کی ذمہ داری

عشاء کے بعد حضرت اقدس حسب معمول طلبہ کو اصلاحی کتاب سنا رہے تھے، باہر سے آئے ہوئے ایک مہمان اس وقت تک لاپتہ تھے، کھانے کے وقت ان کو بہت تلاش کیا گیا۔ اعلان بھی کیا گیا لیکن ان کا کچھ پتہ نہ چلا عشاء کے بعد کتاب سناتے ہوئے حضرت نے پھر فرمایا کہ وہ مہمان کہاں چلے گئے۔ اور فرمایا کہ "عجیب لوگ ہوتے ہیں، وقت

پر موجود نہیں ہوتے ان کی وجہ سے کتنی پریشانی ہوئی، بعض لوگ یوں کہہ دیا کرتے ہیں کہ میزبان کی ذمہ داری ہے کہ مہمان کو تلاش کرے اور بلائے۔ میزبان کی تو یہ ذمہ داری ہوگئی اور معلوم ہوتا ہے کہ مہمان کی یہی ذمہ داری ہے کہ وہ آکر میزبان کو پریشان کیا کرے۔ قاعدہ کی بات یہی ہے کہ مہمان کو وقت پر موجود رہنا چاہیے اور اگر کہیں جانا ہے تو بتلا کر جائے۔

یہ بھی دین ہے

پھر طلبہ سے فرمایا کہ یہ سب باتیں دین کی ہیں کہ آدمی کی کسی ادنیٰ حرکت سے کسی کو تکلیف نہ ہو، جہاں جائے وہاں بھی اس کا خیال رکھے کہ کسی دوسرے کو اس کی ذات سے تکلیف نہ ہو، کسی قسم کی الجھن و پریشانی اور دوسرے پر بار نہ ہو، کہیں جائے تو اطلاع کر کے جائے، بڑوں کے ساتھ ادب واحترام سے پیش آئے، چھوٹوں سے شفقت اور نرمی کا معاملہ کرے، یہ سب دین ہی کی تو باتیں ہیں صرف عبادت کرنا ہی تھوڑی دین ہے۔

میں تم لوگوں سے کہتا ہوں کہ جب کہیں جانا اور مہمان بننا تو ان سب باتوں کا ضرور خیال رکھنا ان ہی سب اوصاف سے انسان انسان بنتا ہے اور اس کے اندر کمال پیدا ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی قدر دانی

ایک موقع پر حضور ﷺ کے صحابہ حضور کے قاصد بن کر "روم" تشریف لے گئے اہل روم نے ان کی بڑی تعظیم کی اور رومی بادشاہ نے اعلیٰ پیمانے پر ان کی مہمان نوازی کی، شاہی دستر خوان لگایا گیا، صحابہ کرامؓ دستر خوان میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے، اسی درمیان ایک صحابیؓ کے ہاتھ سے لقمہ نیچے گر گیا۔ ان صحابیؓ نے اس کو اٹھا کر صاف کر کے کھانا چاہا، غالباً ان کے غلام نے ان سے چپکے سے کہا کہ ایسا نہ کریئے، اہل روم اس حرکت کو بہت حقیر

سمجھتے ہیں ۔اور ان کی نگاہوں میں یہ بہت گری ہوئی بات ہو گی کہ یہ ایسے لوگ ہیں گویاان کو کھانے کو ملتاہی نہیں۔ بڑے حریص اور لالچی لوگ ہیں،ان صحابیؓ نے بڑے فخر کے ساتھ زور سے جواب دیا کہ کیاان حمقائے زمانہ کی وجہ سے میں اپنے سرکار کی سنت چھوڑدوں ؟اللہ نے جس سنت پر عمل کرنے کی وجہ سے ہم کو عزت دی ہے کیااس طریقہ کو میں چھوڑدوں، یہ کہہ کراس گرے ہوئے لقمہ کواٹھاکر کھالیا،یہ ہے حضور ﷺ کی سنت کی قدر اور یہ ہے حمیت وغیرت۔

ہماری بدحالی

اور ہماری حالت یہ ہے کہ ایک جگہ میرا جانا ہوا،میں نے خود لوگوں کواس طرح کرتے دیکھاکہ کھانا کھاتے ہوئے اگر لقمہ ہاتھ سے گر گیاتواسکو جوتے سے رگڑکر کنارے کر دیا، یہ کیسی ناقدری کی بات ہے ارے اگر جی نہیں بھرتا اور کھانے کی طبیعت نہیں چاہتی توادب کے ساتھ اس کوایک کنارہ کردو، کوئی جانور کتا،بلی وغیرہ کھالے گی۔ بچاہوا کھانا دال وغیرہ عموماًلوگ پھینک دیتے ہیں،نالیوں میں ڈال دیتے ہیں یہ بڑی ناقدری کی بات ہے اسکی وجہ سے انسان نعمتوں سے محروم کردیاجاتاہے،اللہ تعالیٰ اپنارزق چھین لیتے ہیں۔

خدا کی نعمت کے ساتھ ظلم

ایک جگہ جاناہواوہاں بڑے عالیشان قسم کے فرش اور قالینیں بچھی ہوئی تھیں، میں جب اندر داخل ہونے لگاتوان صاحب نے فرمایاکہ مولاناجوتے پہنے ہوئے آجایئے اور خود بھی جوتے پہن کر اندر داخل ہوگئے ،اوراسی قالین کواپنے جوتوں سے روندرہے تھے،میں نے کہاکہ آپ نے توان قالینوں کی ناقدری کی،ان پر ظلم کیا، ظلم کہتے ہیں وَضَعُ الشَّئیِ فِی غَیرِ مَحَلِّہٖ، یعنی کسی شی کوبے موقع استعمال کرنا،یہ قالینیں اس لیے نہیں ہوتیں کہ ان کوجوتوں سے روندا جائے۔

میز کرسی پر کھانا کھانا

آج کل میز کرسی پر بیٹھ کر کھانا کھانے کا بہت رواج ہے، لیکن غور تو کرو کیا یہ حضور ﷺ کی سنت ہے؟ کیا حضور ﷺ اس طرح کھانا کھاتے تھے، حضور ﷺ نے تو خاص طریقہ سے بیٹھ کر کھانا کھایا ہے۔ اور جوتے اتار کر کھانا کھانے کا حکم فرمایا، یہ سب تو غیروں کی ایجاد اور غیروں کا طریقہ ہے، لیکن مسلمانوں نے اس کو اختیار کر لیا ہے، میں تو کبھی میز کرسی پر بیٹھ کر کھانا نہیں کھاتا، اور اب تو ایک اور نیا طریقہ نکلا ہے، میز پر کھانا لگا دیا جاتا ہے اور چل کر ٹہلتے ہوئے کھانا کھاتے ہیں، آپس میں باتیں کرتے جاتے ہیں اور چلتے پھرتے جہاں سے جی چاہتا ہے جانوروں کی طرح کھاتے جاتے ہیں، بیٹھنے کا سوال ہی نہیں ہوتا، یہ عجیب طریقہ ہے، لیکن مسلمان اسکے پیچھے بھی دوڑ پڑے، ایسی دعوتوں میں شریک ہی نہ ہونا چاہیے جہاں اس طرح کھانے کا انتظام ہو۔

یہودیوں کی سازش

یہ تو یہودیوں کی سازش ہے کہ انہوں نے اسلامی کتابوں کا مطالعہ کیا، حضور ﷺ کی سنتوں کو پڑھا اور ایسی ایسی چیزیں اور ایسے طریقے ایجاد کیے جس کے ذریعہ حضور ﷺ کی سنت پر عمل ہی نہ ہو سکے، بتلاؤ میز کرسی پر بیٹھ کر کوئی شخص سنت کے مطابق بیٹھ کر کھانا کھا سکتا ہے؟ وہ تو ایسا طریقہ ایجاد کرتے ہیں کہ جن کو اختیار کرنے سے سنت پر عمل ہی نہ ہو سکے، اور جب کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق نہ ہوگا تو کیا اس کھانے کے بعد نور پیدا ہوگا؟ اور جب نور نہ پیدا ہوگا تو نورانی اعمال کی توفیق بھی نہ ہوگی اس طرح سنت کے خلاف کام کر کے مسلمانوں میں ظلمت چھا جاتی ہے اور وہ اسلام اور اپنے سرکار کے طریقوں سے برابر دور ہوتے جا رہے ہیں مسلمان بالکل اندھے ہو کر غیروں کے طریقہ کی پیروی کر رہے ہیں، وہ ہر اس طریقہ پر لبیک کہتے ہیں جو غیروں کی ایجاد ہے

ان کی مثال تو ایسی ہے کہ گھر میں عمدہ قسم کے کھانے رکھے ہیں۔ زردہ بھی ہے پلاؤ بھی ہے، قورمہ بھی ہے، بریانی بھی ہے، لیکن اس کو چھوڑ کر دوسروں کے دروں پر جاکر بھیک مانگتے پھرتے ہیں، مسلمانوں کے پاس حضور ﷺ کا طریقہ موجود ہے لیکن اس کو چھوڑ کر غیروں کی بھیک مانگتے ہیں یہ کیسی ناقدری اور بدحالی کی بات ہے۔

سنت کی خاصیت

حضور ﷺ کی سنت اور آپ کے طریقہ پر عمل کرنے کی خاصیت یہ ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی اللہ کا محبوب بن جاتا ہے، اس کے ہر کام میں نور ہوتا ہے، اگر وہ سنت کے مطابق کھانا کھائے گا تو اس سے بھی نور پیدا ہوگا، پھر نورانی اعمال کی توفیق ہوگی، اللہ تعالیٰ کے جتنے بھی نیک بندے ہیں وہ اللہ کے مقرب اور محبوب سنت ہی کی بدولت ہوئے ہیں، حضور ﷺ کے طریقہ کو اختیار کئے بغیر کوئی شخص کامیابی حاصل نہیں کر سکتا،

خادم کو کام کرنے کے بعد اطلاع ضرور کر دینا چاہیے

مدرسہ کے مہمان خانہ کے خادم سے حضرت نے فرمایا کہ یہ دو مہمان ہیں ان کو کھانا کھلا دو۔ حضرت سبق پڑھانے میں مشغول ہوگئے۔ اور دوران سبق خادم کو کئی مرتبہ بلایا کہ کھانا کھلایا یا نہیں۔ تھوڑی دیر بعد خادم صاحب تشریف لے آئے اور فرمایا کہ جی حضرت کھانا کھلا دیا۔ حضرت نے فرمایا اللہ کے بندے اطلاع تو کر دی ہوتی کہ کھانا کھلا دیا۔ کوئی بھی کام ہو کام کرنے کے بعد اطلاع ضرور کر دینا چاہیے کہ یہ کام ہو گیا ہے۔ اور ذرا ذرا دیر میں نامعلوم کہاں غائب ہو جاتے ہو کسی کام سے جانا ہو تو اطلاع کر کے جانا چاہیے کہ فلاں جگہ جا رہا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ سب باتیں سکھانے سے آتی ہیں یہ تو خیر جاہل ہے۔ اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ علماء بھی ایسی غلطی کرتے ہیں۔

بزرگوں کو اپنے یہاں لانے پر اصرار کرنا بڑی بے ادبی ہے

حضرت اقدس کے ایک مرید خاص بلکہ مجاز صحبت ایک عرصہ سے اپنے علاقے میں حضرت کو بلانے کی کوشش فرمارہے ہیں، اور کسی قدر اصرار بھی کررہے ہیں۔ دوران گفتگو ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا فلاں صاحب اتنا عقیدت کا اظہار کرتے ہیں ایسی عقیدت مجھے پسند نہیں، اس قدر اصرار کررہے ہیں بلانے پر۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں فتح پور سے ایک صاحب تشریف لے گئے اور حضرت سے اپنے یہاں تشریف لے چلنے کی درخواست کی حضرت کو ناگواری ہوئی اور ان کا بہت لحاظ کرتے ہوئے کئی مرتبہ ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا خبردار ایسا نہیں کہا کرتے۔ ایسا نہیں کہا کرتے، مطلب یہ تھا کہ بڑوں کو اپنے یہاں لے جانے کی زحمت نہیں دینا چاہیے، خود تم ان کے یہاں آؤ، ان کی خدمت میں رہو، ان کو اپنے یہاں لے جانے کی کوشش نہ کرو۔

بزرگوں کو کھلانے پر اصرار کرنا بڑی بے ادبی ہے

فرمایا بزرگوں کو لوگ نہ معلوم کیا سمجھتے ہیں، جہاں جہاں ان کو لے جاتے ہیں ہر جگہ ان کو کھلانے کی کوشش کرتے ہیں، آخر ان کا بھی ایک ہی تو پیٹ ہے، اگر دن میں دس بار کھائیں گے تو کیا ان کو بدہضمی نہ ہوگی؟ اور کیا وہ بیمار نہ ہوں گے؟ لیکن ان باتوں کو لوگ سمجھتے ہی نہیں، بس کھلانے ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں خواہ ان کو تکلیف ہو یا کچھ بھی ہو۔ بزرگوں کو کھلانے پر اصرار کرنا بڑی بے ادبی ہے۔

ثواب کی نیت سے والدین کی زیارت کرنا

تذکرہ چل رہا تھا کہ والدین کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھنے سے حج مبرور کا ثواب

ملتا ہے فرمایا اب اس زمانہ میں کہاں ایسے لوگ رہے جو صرف والدین سے ملاقات اور ان کی زیارت کے لیے سفر کرتے ہوں۔ الّا ماشاء اللہ۔

مساوات ودلجوئی کا عمدہ نمونہ

بعض اہل ثروت نے مدرسہ کے طلبہ کی اہتمام سے دعوت کی تھی چنانچہ طلبہ کو کھانا تقسیم کیا گیا داعی صاحب نے بعض مدرسین کو بھی خصوصی طور پر دعوت میں شریک کر لیا اور ان کے گھروں پر دعوت کا کھانا پہنچانے کا ارادہ کیا سب سے پہلے ان صاحب نے حضرت اقدس کے گھر ایک مدرس کے توسط سے پہنچا دیا۔ حضرت کو اس کا علم ہوا بہت سخت ناراض ہوئے مدرس صاحب کو بلایا اور سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ اگر کچھ کرنا ہی تھا تو پہلے مجھ سے پوچھ لیتے اس میں کیا حرج تھا۔ بڑی نزاکت اور بڑی مصلحت ہوتی ہے میں اس کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ بعض مدرّسین کے یہاں کھانا جائے اور بعض کے یہاں نہ جائے، یا تو سب مدرّسین کی دعوت کی جائے یا کسی کی نہ کی جائے، حضرت نے اپنے گھر سے وہ کھانا منگوا کر واپس کر دیا۔

ہمارے حضرت کا معمول ہے کہ لینے دینے کی چیزوں میں ہمیشہ اس کا لحاظ فرماتے ہیں کہ یا تو بالکل خفیہ طور پر کسی کو دیتے ہیں کہ دوسرے کو علم ہی نہ ہو اور اگر سب کے سامنے دیتے ہیں تو سب کو برابر طور پر تقسیم کرواتے ہیں۔ کھانے کھلانے کی چیز ہو تو سب کو اس میں شریک کرتے ہیں تاکہ کسی طرح کسی کی دلشکنی نہ ہو کہ میرا لحاظ کم کیا اور میرے مقابلہ میں فلاں کو ترجیح دی۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کا یہ معمول سنت کے عین مطابق ہے ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک موقع پر حضور ﷺ نے اپنے موئے مبارک تقسیم فرمائے تھے۔ ثم قال للحلاق خذ وأشار إلى جانبه الأيمن ثم الأيسر ثم جعل يعطيه الناس۔ (مسلم شریف کتاب الحج حدیث ۲۹۵)

امام نوویؒ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بڑے کو چاہیے کہ اگر اپنے شاگردوں اور چھوٹوں کے درمیان کوئی شئی تقسیم کرے تو مساوات کالحاظ کرے۔

قال النووی ---ھذا الحدیث فیہ فوائد کثیرۃ ----منہا مساواۃ الامام والکبیر بین اصحابہ واتباعہ فیما یفرقہ علیہم من عطاء وھدیۃ ونحوھا"

(باب بیان ان السنۃ یوم النحر ان یرمی ثم ینحر ثم یحلق ج ۴ ص ۱۹۷ مصری)

مہمان کا اکرام واحترام اوران کوآرام پہنچانے کی کوشش

حضرت کا معمول ہے کہ مہمانوں کا بہت لحاظ فرماتے ہیں اور جس درجہ کا جو مہمان ہوتا ہے اسی کی شان کے موافق اس کی مہمان نوازی فرماتے ہیں، حیدر آباد اور بعض دوسری جگہ سے بعض مہمان تشریف لائے تھے۔ بعض کا واپسی رزرویشن تھا اور بعض کا نہیں تھا۔ حضرت والا نے کوشش کرکے ان کا بھی رزرویشن کرادیا، جس کے ذریعہ حضرت نے رزرویشن کرایا تھا ان صاحب نے فون کے ذریعہ اطلاع دی کہ رزرویشن ہوچکا ہے، اور یہ بھی کہا کہ مہمانوں کو بھیج دیجئے گا میں یہاں کھانا بھی کھلادوں گا۔ حضرت نے فرمایا واہ صاحب مہمان میرے، میں یہاں سے ان کو بھوکا چھوڑدوں گا، کیا یہاں کھانا نہیں۔ مجبوری ہو تو بات دوسری ہے۔ البتہ باندا ہی میں بعض مہمانوں سے کبھی ملاقات ہوجاتی ہے مجبوری میں اس وقت آپ لوگوں سے لے کر ان کو کھلادیتا ہوں نہ معلوم کب کے بھوکے ہوں پھر حضرت نے مہمانوں کو کھانا کھلاکر روانہ فرمایا۔

ایک اور معزز مہمان عالم دین، واعظ صاحب تشریف لائے تھے حضرت والا کا معمول ہے کہ ایسا کوئی شخص آجائے تو کوشش فرماتے ہیں کہ عوام کو فائدہ پہنچ جائے، وعظ کا نظم فرماتے ہیں حضرت نے ان سے فرمایا کیا نظام ہے؟ الغرض وقت کی قلت کے باعث اس وقت صرف باندا کا نظام طے ہوسکا۔ حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ سال میں کچھ دن

ہمارے علاقہ کے لیے نکال لیجئے، ایک صاحب نے فرمایا کہ پہلے تو بہت تشریف لایا کرتے تھے حضرت نے فرمایا لوگوں میں طلب کی کمی ہے ورنہ انکار اب بھی نہیں۔ باندا حضرت نے اطلاع پہنچادی۔ اعلان کرادیا گیا۔ اُن صاحب نے پھر عرض کیا کہ کھانا ہمارے یہاں کھالیں۔ حضرت نے فرمایا تم کھانے کے پیچھے اتنا کیوں پڑے ہو۔ کھانا طے ہو چکا ہے وقت پر بیان ہو جائیگا۔ تم چائے پانی کا دو آدمیوں کے لیے انتظام کر دینا۔

مہمانوں کی برکت اور ان کا اکرام

حضرت کی خدمت میں ذاتی ضرورت سے بعض مہمان حاضر ہوئے جو اسٹیجوں میں بیٹھ کر اہل حق کو سب وشتم کرنے کے عادی ہوتے ہیں، ایک صاحب نے تو سفارشی خط لکھوایا حضرت نے سفارشی خط تحریر فرمادیا، دوسرے صاحب نے عرض کیا کہ میں نے میزان کی ایک شرح لکھی ہے اس کو آنجناب دیکھ لیں اور تقریظ تحریر فرمادیں حضرت نے فرمایا دیکھ لوں گا، حضرت نے ان کی خاطر داری فرمائی، چائے ناشتہ ہوا، تھوڑی دیر میں ایک صاحب حضرت کی خدمت میں کچھ تحفہ امرود، انگور وغیرہ لائے حضرت نے فرمایا رکھو رکھو یہ سب مہمانوں کی برکت ہے ان کو بھی کھلایا اور حضرت نے خود بھی کھایا، اور حضرت نے فرمایا کہ مہمانوں کی برکت کا انکار نہیں کیا جا سکتا، مہمان کے آنے سے برکت ہوتی ہے، یوں تو بعض لوگوں نے معجزہ تک کا انکار کیا ہے وہ برکتوں کا انکار کیوں نہ کریں گے، اکابر و اسلاف کی باتوں پر اعتراض کرنے کا آج کل فیشن بن چکا ہے بعض لوگ بڑوں کی ہر بات پر اعتراض کرتے ہیں۔ اس کے بغیر ان کی شہرت کیسے ہو جب بڑوں پر اعتراض کرتے ہیں لوگ انگلیاں اٹھاتے ہیں شہرت ہو جاتی ہے۔

اسی درمیان ایک مہمان اور داخل ہوئے اور قیمتی مٹھائی کا تحفہ حضرت کی خدمت میں پیش کیا حضرت نے اُن مہمان سے فرمایا آج بڑی برکت ہے روز ایک گھنٹہ کے لیے آجایا کیجئے، مٹھائی کا ڈبہ حضرت نے کھول کر رکھ دیا اور فرمایا کھائیے، حضرت کے صاحبزادہ

نے فرمایا لیتے جایئے وہیں کھالیجئے گا، حضرت کا معمول یہ ہے کہ ہر مہمان کا ھدیہ خصوصاً اگر اس نے تعویذ لیا ہو قبول نہیں فرماتے اور اگر قبول فرماتے ہیں تو اسی مہمان پر خرچ فرمادیتے ہیں کبھی زادسفر کے طور پر ساتھ کر دیتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا جو کھانا ہو کھالیجئے باقی ان ہی کو واپس کر دو۔ ان کے کام آئے گا۔ پھر حضرت نے اپنی ایک نعت سنوائی جس میں مکہ مدینہ کی زیارت اور عشق رسول کے متعلق اشعار تھے اس کے بعد وہ حضرات چلے گئے یہ وہ لوگ تھے جو ہم کو رسول کی توہین کرنے والا کہتے ہیں، لعن طعن کرتے ہیں۔

شعراء کی مجلس اور مہمانوں کا احترام

ہمارے حضرت اقدس مد ظلہ کو مہمانوں کے اکرام اور ان کی مہمان نوازی کا بہت اہتمام رہتا ہے۔ اور ہر طبقہ کے لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں بسا اوقات بعض شعراء بھی تشریف لاتے ہیں حضرت اقدس ان کے اشعار مسجد میں سب کے سامنے سنواتے ہیں جس سے مقصود ان کا احترام بھی ہوتا ہے۔

حسن اتفاق کہ جے پور سے ایک بڑے شاعر شمیم بجنوری حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے جو حضرت اقدس کے پیر و مرشد حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے بھی تعلق رکھتے تھے۔

حضرت نے ان کے احترام میں باندا سے بھی بعض شعراء اور دیگر حضرات کو مدعو فرمایا، حضرت نے فرمایا عشاء کے بعد اگر پروگرام رکھا جائے تو تعلیم کا بہت نقصان ہوگا۔ مغرب بعد بھی تعلیم کا نقصان ہوگا عصر بعد مناسب رہے گا، کسی نے بطور مذاق کے کہا کہ عصر بعد کھیل کا وقت ہے حضرت نے فرمایا یہ بھی ایک طرح کا کھیل ہی ہے۔ رہ گیا کھانا تقسیم ہونا آج کھانا بعد مغرب تقسیم ہو جائیگا اس میں تعلیم کا نقصان کم ہوگا۔

فرمایا مجھے اشعار کی فرصت کہاں یہ تو ایک نسبت ہے جسکا میں اس قدر لحاظ کر رہا ہوں۔ حضرت ناظم صاحبؒ کے پاس یہ جایا کرتے تھے چونکہ حضرت ناظمؒ صاحب سے

اور شاہ وصی اللہؒ صاحب سے ان کا تعلق ہے اس لیے اتنا اہتمام کر رہا ہوں، ورنہ مجھے کہاں فرصت۔ میں ان چیزوں میں کہاں پڑتا ہوں۔ ایک ایک منٹ میں کسی طرح بچاتا ہوں۔ لیکن بس مہمانوں کے احترام میں یہ سب کر رہا ہوں تعلیم کا نقصان بھی کچھ برداشت کر رہا ہوں۔

بزرگوں کی نسبت بھی بہت بڑی چیز ہوتی ہے۔ محبوب کی گلی کا کتا بھی پیارا ہوتا ہے۔ یہی سب چیزیں ہیں آدمی کو کہیں سے کہیں پہنچاتی ہیں۔ حضرت بایزید بسطامیؒ جب اپنے شیخ سے ملاقات کے لیے جاتے تو شیخ کی بستی میں داخل ہونے سے ایک میل پہلے جوتے اتار لیا کرتے تھے۔ اور شیخ کی بستی میں ننگے پاؤں جاتے تھے محض اس خیال سے کہ پتہ نہیں ہمارے شیخ کا پاؤں کہاں پڑا ہوگا ان کے پاؤں کی جگہ کو میں اپنے جوتوں سے نہیں روندوں گا۔ (یہ ان کا ایک حال تھا جس کی تقلید ضروری نہیں) بس یہ نسبت ہی ایسی چیز ہے جس کا میں لحاظ کر رہا ہوں اس سے پہلے سہارنپور کے دو آدمی ٹرک والے ایک قضیہ میں پھنس گئے تھے ان کی مدد کرنے میں میں نے کسر نہ اٹھا رکھی تھی جو کچھ کر سکتا تھا سب کچھ کیا۔

عصر بعد مجلس ہوئی حضرت نے شاعر صاحب کا مختصر تعارف کرایا اور فرمایا کہ یہ ہمارے شاعر صاحب جن کا نام آپ لوگوں نے سنا ہوگا حضرت ناظمؒ صاحب کی خدمت میں جاتے رہتے تھے شاہ وصی اللہ صاحب سے کافی نسبت حاصل ہے۔ اللہ کی نعمت ہے جو بغیر بلائے یہاں تشریف لے آئے۔ ان کے کلام کو آپ غور سے سنیں۔

مہمان کا احترام صرف یہی نہیں ہے کہ اچھا کھانا کھلا پلا دیا بس مہمان کا احترام یہ بھی ہے کہ اس کی جو حیثیت ہو اس کے مطابق معاملہ کیا جائے۔ دنیا میں بہت سے شعراء گزرے ہیں اور شاعروں نے بھی دین کی بہت خدمت کی ہے دین کی خدمت کے بہت سے طریقے ہیں ہر شخص اپنے حال میں رہ کر دین کی خدمت کر سکتا ہے شعر شاعری کے ذریعہ بھی دین کی خدمت ہو سکتی ہے۔ حضرت حسّان رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

اشعار پڑھنے کا حکم فرمایا تھا کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتے تھے حضرت حسانؓ نے سب کا جواب دیا۔ ایک موقع پر ایسے اشعار پڑھے کہ سب کی سستی دور ہوگئی چستی پیدا ہوگئی۔ عصر سے مغرب تک یہ پروگرام رہا۔ بعد مغرب روانگی ہوئی حضرت اقدس نے ان کو دونوں طرف کا کرایہ بھی عطا فرمایا جس کو قبول کرنے سے انہوں نے بہت معذرت فرمائی بعد میں قبول فرمالیا۔ (۱)

دسترخوان میں آپس میں تعلق رکھنے والوں کو ایک ساتھ بٹھانا چاہیے

حضرت مدظلہ العالی ایک جگہ سفر میں تشریف فرما تھے بعض قریبی ملنے والے حضرت سے ملاقات کے لیے آئے ہوئے تھے۔ کھانے کے لیے حضرت نے ان کو بھی بلایا اور انکو اپنے قریب بیٹھنے کے لیے فرمایا۔ اور فرمایا کہ ملنے والے سب ساتھ رہیں تو اس سے انسیت رہتی ہے۔ (۲)

پھر فرمایا کہ قاعدہ یہی ہے کہ جو تعلقات اور ملنے جلنے والے اور قریبی ہیں کھانے میں بھی ایک دوسرے کے قریب ہونا چاہیے۔

بزرگوں کی سادگی

ہردوئی سے بعض مہمان تشریف لائے تھے حضرت کے پاس موسمی بیر رکھے ہوئے تھے مہمانوں سے فرمایا بیر کھائیں گے، ان کو بیر کھلائے انھوں نے شوق سے کھائے، حضرت نے فرمایا کہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ کے یہاں بھی بیر رکھے رہتے تھے اور وہاں کے بیر بہت اچھے ہوتے تھے، آنے والے مہمانوں سے پوچھتے بیر کھاؤ گے ؟ پھر اس کو بیر کھلاتے، حضرت تھانویؒ بھی جب تشریف لے گئے تو حضرت

سے بھی فرمایا کہ بیر کھاؤ گے؟ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ احقر کے لیے بڑی سعادت ہے پھر بیر کھائے۔

ہردوئی سے آنے والے مہمانوں نے بعض کھانے کا سامان مٹھائیاں اور جاء نماز حضرت کی خدمت میں بطور تحفہ کے پیش کی حضرت نے فرمایا کہ جاء نماز میرے پاس ہے کیا کروں گا اس کو واپس کر دیا۔ اور مٹھائی وغیرہ لے لی اور خود ان ہی کے ناشتہ وغیرہ میں استعمال کی۔

سوتے میں بہت زور سے خراٹے لینے والوں کو ھدایت

حضرت کی خدمت میں بغرض استفادہ کثرت سے مہمان آئے ہوئے ہیں۔ اور مقیم بھی ہیں بعض ان میں سے سوتے میں اس زور کے خرّاٹے لیتے ہیں کہ بعض دوسرے لوگ اس کی وجہ سے بالکل سو نہیں پاتے۔ احقر نے حضرت سے اس صورت حال کا تذکرہ کیا کہ بعض مہمان اس سلسلہ میں پریشان ہیں حضرت نے فرمایا یہ غیر اختیاری چیز ہے احقر نے عرض کیا کہ حضرت اُن کو تو اپنی عادت کا علم ہوگا پھر تو اختیاری ہوگا خرّاٹے تو حضور ﷺ کی بھی عادت تھی۔ لیکن بعض لوگ بہت زور سے خرّاٹے لیتے ہیں جس سے سب کی نیند اچاٹ ہو جاتی ہے۔ حضرت نے فرمایا ان لوگوں کو خود ہی چاہیۓ کہ میزبان کو مطلع کر دیں کہ میری یہ عادت ہے میرے لیے علٰحدہ انتظام کر دیں اور اگر وہ خود نہ کریں تو میزبان کو فکر کر لینا چاہیۓ تاکہ دوسروں کی نیند خراب نہ ہو۔ حسن اتفاق کہ دوسرے روز وہ مہمان خود ہی تشریف لے گئے۔

اسلامی اخلاق کی اہمیت

احقر نے عرض کیا کہ حضرت آپ کے ملفوظات کا ایک بڑا حصہ وہ ہے جس کا تعلق عام انسانوں سے ہے یعنی وہ غیر مسلموں کے بھی کام کا ہے۔ اس سے ان کی بھی اصلاح

کی امید ہے اس طرح وہ اسلام کے قریب بھی ہوں گے اور تعصب بھی ختم ہو گا۔ اگر صرف اس قسم کے ملفوظات کو علیحدہ جمع کر دیا جائے تاکہ غیر مسلموں کے بھی کام آئے تو کیا مناسب رہیگا؟ حضرت نے فرمایا بہت مناسب رہے گا اور واقعی اس کی ضرورت بھی ہے۔ لوگوں نے اس قسم کی باتیں بیان کرنا چھوڑ دیں۔ اسلامی اخلاق برتنا چھوڑ دیئے اسی وجہ سے لوگ اسلام سے دور بھاگنے لگے۔ ورنہ یہی اسلامی اخلاق ہی تو ہیں کہ لوگ اس کی وجہ سے اسلام سے قریب ہوتے تھے آخر کیا وجہ تھی کہ ابو لہب ابو جہل بھی حضور ﷺ کے اخلاق سے متاثر تھے۔ ابو جہل تنہائی میں حضور ﷺ کی صداقت وحقانیت کا اعتراف کرتا تھا۔ اس کی دشمنی کا حال سب کو معلوم ہے لیکن حضور ﷺ کی حالت یہ تھی کہ ابو جہل اگر بیمار ہوتا تو آپ اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے تھے۔ لیکن لوگوں نے اب ان باتوں کو چھوڑ رکھا ہے۔

ہر کھانا اچھا ہے

حضرت اقدس کھانا تناول فرما رہے تھے ایک صاحب ایک پیالہ میں کلفی لائے اور حضرت کو کھلانا چاہا حضرت نے فرمایا بہت ٹھنڈی ہے میں نہیں کھاؤں گا ان صاحب نے فرمایا کھا لیجئے بہت اچھی ہے فرمایا اچھی تو ہر چیز ہوتی ہے کیا کھانے والی چیز کوئی بری بھی ہوتی ہے۔

شب برأت میں آتشبازی ختم کرنے کی تحریک چلاؤ

شہر باندا کے بابا فرید صاحب سے حضرت نے فرمایا اس کی تحریک چلاؤ کہ شب برأت میں یہ پٹاخے اور آتشبازی جو ہوتی ہے ختم ہو جائے کوشش کر کے اس کو ختم کراؤ۔ اس سے بہت نقصان ہوتا ہے۔ دینی بھی اور دنیوی بھی کہیں آگ لگ گئی۔ کسی کا ہاتھ اڑ گیا۔ کسی کا پیر ٹوٹ گیا۔ اور اسراف وتبذیر کا گناہ الگ کوئی فائدہ تو اس سے ہوتا نہیں۔ پورے

شہر میں ایک شور مچ جاتا ہے۔ بدبو پھیل جاتی ہے جس کی وجہ سے اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی۔ جس جگہ بدبو ہوتی ہے اس جگہ رحمت کے فرشتے نازل نہیں ہوتے۔ فرشتے آتے بھی ہوں گے تو بدبو کی وجہ سے اوپر ہی سے لوٹ جاتے ہوں گے۔ اس آتشبازی کے نتیجہ میں پورا شہر خدا کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس کو ختم کرنے کی تحریک چلاؤ۔ یہ راتیں تو رحمت کی ہیں عبادت کی ہیں۔ محض جاگنا مقصود نہیں۔ بلکہ عبادت کرنا مقصود ہے۔ اس لیے کوشش کر کے اس سلسلہ کو جلد ختم کرو۔

دورانِ سبق سلام وکلام اور مہمان کا اکرام

بعض مخصوص مہمان حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے جن میں بعض عورتیں بھی باپردہ تھیں۔ عورتوں کو کھانا کھلانے کے لیے حضرت نے اپنے گھر بھیج دیا بعد ظہر سبق شروع ہوا اس وقت حضرت نے اپنے بیٹے کو بلایا وہ تشریف لائے اور عرض کیا کہ مہمانوں کا اچھی طرح نظم کرادیا تھا، حضرت نے فرمایا سلام تو کرنا چاہیے بغیر سلام کے مجھ سے بات شروع کردی۔ صاحبزادے صاحب نے عرض کیا کہ آپ سبق پڑھا رہے تھے حضرت نے فرمایا کہ سبق پڑھا رہا تھا تو بات کیسے کرنے لگے، مطلب یہ کہ جب ضرورت کی بنا پر بات چیت کی جاسکتی ہے اس وقت گفتگو سے پہلے سلام بھی کر لینا چاہیے۔

پھر حضرت نے پوچھا مہمانوں کو کیا کھلایا صاحبزادے صاحب نے عرض کیا کہ گھر میں اطلاع کردی تھی میں ضرورت سے چلا گیا تھا اچھی طرح انتظام کردیا ہوگا۔ کئی قسم کے کھانے ہوں گے۔ حضرت نے تنبیہ فرمائی کہ مہمان کے ساتھ اس طرح کرنا چاہیے معلوم نہیں کہ کیا کھلایا گیا۔ کچھ خبر تو رکھنا چاہیے۔

باب ۶

رزق کی اہمیت

فرمایا رزق حلال کا معاملہ بہت اہم ہے۔ روزی روٹی کا مسئلہ ایسا ہے کہ اس کی وجہ سے بسا اوقات آدمی ایمان تک کھو بیٹھتا ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا "کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْراً" قریب ہے کہ فقر کا انجام کفر ہو جائے۔ اس لیے دال روٹی کا انتظام ضرور کرنا چاہیے اللہ نے کسی کو وسعت دی ہو تو دوسروں کا انتظام کر دے، ہزاروں لاکھوں روپیہ شادی میں برباد کر دیتے ہیں بیوہ عورتوں کا اس سے کام چلا دیں ان کا وظیفہ مقرر کر دیں کرنا چاہیں تو کیا نہیں ہو سکتا۔

کفایت شعاری اور سادی معیشت

حضرت اقدس کو علی الصباح طویل سفر میں جانا تھا سفر میں زادِ راہ کے طور پر کچھ کھانا لے کر چلنا خصوصاً لوٹا ساتھ لے کر جانا حضرت کے معمولات میں سے ہے۔ علی الصباح حضرت شام کی باسی روٹی اور دال تناول فرما رہے تھے اچھے قسم کی چٹنی تھی جو حضرت کو مرغوب بھی تھی ایک صاحب بار بار بڑے اصرار سے حضرت کو چٹنی کھلانا چاہتے تھے حضرت نے نہیں کھایا ان کے اصرار کے بعد فرمایا دال ختم کر لو یہ نہ کھاؤ گے تو خراب ہو جائے گی اور اچار چٹنی جلدی خراب نہیں ہوتی ہے وہ تو کئی روز تک چلتی ہے۔ سفر میں کام آئے گی۔

بلا وجہ چائے کی عادت نہیں ڈالنا چاہیے

حضرت اقدس مدظلہ کے پوتے صبح کے وقت چائے اور کچھ ناشتہ گھر سے حضرت

کے لیے لائے۔ حضرت نے فرمایا کیا روز روز لے آیا کرتے ہو جانتے ہو میں چائے نہیں پیتا پھر کیوں لاتے ہو؟ صاحبزادے نے عرض کیا پی لیجئے سردی ہے۔ حضرت نے فرمایا تم پی لو۔ عرض کیا کہ میں گھر سے پی آیا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کیوں چائے پیتے ہو، ابھی سے چائے کی عادت ڈال لی۔ ایک دور تھا کہ چائے کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ اور اب تو بچپن ہی سے چائے کی عادت ڈلوادی جاتی ہے یہ کوئی اچھی عادت نہیں۔

اس کے بعد حضرت نے ناشتہ اور چائے رکھ لی اور فرمایا کہ کسی مہمان کے کام آجائیگی۔ ایک مہمان کی آمد کا انتظار بھی تھا اتفاق سے تھوڑی دیر میں وہ تشریف لے آئے۔ حضرت نے فرمایا ان ہی کے لیے چائے روکے رکھے تھا احقر کو حکم دیا کہ جاؤ ناشتہ کرادو۔

کھیت اور باغ والوں کے لیے نہایت ضروری تنبیہ

حضرت اقدس مدظلہ کی خدمت میں ہر طبقہ کے لوگ بکثرت اپنی ضرورت اور پریشانیاں لے کر حاضر ہوتے رہتے ہیں، بعض کھیت اور باغ والے آئے اور عرض کیا کہ کئی سالوں سے کھیت میں نقصان، اور باغ میں زبردست خسارہ ہو رہا ہے ہر سال کوئی نہ کوئی آفت آجاتی ہے۔ آمدنی کے بجائے نقصان ہی نقصان ہوتا ہے۔ جتنے باغ والے ہیں سب ہی کا یہی حال ہے اور سب رو رہے ہیں۔ حضرت والا نے ان صاحب کو چار تعویذ چار کونوں میں گاڑنے کے لئے دیئے۔

اور فرمایا کہ سارے باغ والوں کو جمع ہو کر آپس میں مشورہ کرنا چاہیے کہ اس کی کیا وجہ ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ ضرور ہم سے کوئی اللہ کی نافرمانی ہوئی ہے جس کی وجہ سے یہ نقصان ہوتا ہے سب مل کر اس پر غور کریں، اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں اور جو کوتاہی ہو رہی ہو اس کو دور کریں، یا توزکوٰۃ نہیں نکالتے غریبوں کا حق مارتے ہیں، بے ایمانی کرتے ہیں یا اور کوئی غلطی ہوگی سب مل کر اس پر غور کریں۔ دل سے سچی توبہ کریں۔ اور اللہ سے

دعاء کریں انشاءاللہ پریشانی دور ہو جائے گی۔ سب باغ والوں کو مل کر یہ کام کرنا چاہیئے۔

صرف مقدر ہی کی روزی ملتی ہے

حضرت اقدس مدظلہ سبق پڑھا رہے تھے۔ دوران درس ایک معزز مہمان تشریف لائے حضرت نے ان کے لئے چائے ناشتہ کا انتظام فرمایا۔ اور دوران درس طلباء سے فرمایا کہ ایک بات بتلاتا ہوں غور سے سننا اور ادھر ادھر کہنے کی ضرورت نہیں لیکن عبرت کی بات ہے یہ صاحب جو تشریف لائے ہیں بڑے پیسے والے سیٹھ ہیں۔ ان کا بڑا کاروبار چلتا ہے کروڑ پتی ہیں۔ لیکن اس وقت بہت پریشان ہیں۔ اپنوں کو انھوں نے شریک کیا پھر شریک داروں ہی نے بے ایمانی کرلی۔ تین کروڑ روپیہ ہضم کرلیا اب ان کے پاس کچھ نہیں سخت پریشان ہیں، مقدر کی روزی مل کر رہتی ہے۔ جتنی مقدر میں ہوتی ہے اتنی ہی ملتی ہے۔ خواہ مخواہ لوگ زیادہ پیچھے پڑتے ہیں۔ طلبہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اب بھی جاؤ گے سعودیہ؟ علاقے میں رہ کر کام کرو جو مقدر کا ہوگا مل جائے گا۔ اچھے خاصے لوگوں کو ہم نے دیکھا ہے یہاں مشکوۃ شریف کا درس دیتے تھے مال کمانے کا بھوت سوار ہوا سعودیہ چلے گئے اور سچ کہتا ہوں کہ وہاں جا کر اونٹ گدھے چراتے ہیں یہ زندگی ان کو پسند نہیں کہ مدرسوں میں رہ کر دین کی خدمت کریں جو اللہ دے اس پر قناعت کریں، میں کہتا ہوں اگر مال کثیر مل بھی جائے اور مقدر میں نہیں تو آکر چلا جائیگا۔ ایک شخص نے وہاں جا کر خوب پیسہ کمایا ۹ لاکھ روپیہ جمع کرلیا ایک مسلمان بھنگی جو پرتاپگڑھ کا رہنے والا تھا ان کے پاس رکھکر طواف کے لئے چلے گئے وہ بھنگی حرم سے لیکر چلا گیا اور اپنے وطن آکر مکان بنوایا۔ اسی وقت ۹ لاکھ روپیہ چلے گئے۔ مقدر میں نہیں ہوتا ہے تو نہیں ملتا آکر چلا جاتا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے لوگوں کا تقدیر پر ایمان ہی نہیں رہا۔

تجارت کی اہمیت

ایک صاحب نے ملازمت کی درخواست دے رکھی تھی اور حضرت والا سے سفارشی خط لکھانا چاہتے تھے ان صاحب نے یہ بھی عرض کیا کہ حضرت وہ مسلمان ہیں، آپ کے معتقد ہیں، جن لوگوں نے تیس ہزار روپیہ رشوت دی ہے ان کی درخواستیں منظور کرلیں اور میری درخواست واپس کردی اس لیے کہ میں نے پیسے نہیں دیئے۔ آپ پرچہ لکھ دیں تو امید ہے کہ منظور ہو جائے گی۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے پرچہ سے کچھ نہ ہوگا۔ پرچہ پڑھ کر وہ ردّی خانہ میں ڈال دیں گے پرچہ نہیں ان کو تو گڈیاں چاہیۓ۔ ایسے لوگوں کے نزدیک پرچہ کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ یا پھر غریبوں سے مسلمانوں سے ہمدردی ہو اور یہ ہے نہیں اس لئے پرچہ لکھنے سے کوئی فائدہ نہیں۔

اور جب آپ کو ملازمت ہی کرنا تھا تو آپ جانتے ہیں کہ اس کے بغیر آج کل کام نہیں چلتا۔ آپ بھی پیسوں کا انتظام کرتے۔ ورنہ درخواست ہی نہ دیتے۔ اور کوئی ضروری ہے کہ آپ ملازمت ہی کریں۔ تجارت کیوں نہیں کرتے۔ آزادی سے تجارت کرتے رہیۓ۔ اس میں نفع کی امید زیادہ ہے تجارت میں اللہ نے برکت رکھی ہے۔

تجارت میں خیانت کرنے دھوکہ دینے پر سزا کا عبرتناک واقعہ

فرمایا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک شخص کا انتقال ہوا اس کے ورثاء نے اس کو دفن کرنے کے لیے قبر کھودی تو اس میں ایک کالا سانپ نکلا، اس کو چھوڑ کر دوسری قبر کھودنا شروع کیا تو اس میں بھی نکلا، تیسری قبر کھودی گئی اس میں بھی نکلا، سب لوگ پریشان ہوئے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوری صورت حال عرض کرکے دریافت کیا کہ کیا کرنا چاہیۓ۔ آپ نے فرمایا کہ ان تینوں قبروں میں سے کسی ایک میں دفن کردو، جتنی بھی قبر کھودو گے سب میں نکلے گا

کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مسلط کیا ہوا ہے اور یہ اس کے کسی عمل بد کی سزا ہے، چنانچہ اس کو دفن کر دیا گیا، واپسی پر لوگوں نے اس کی بیوی سے پوچھا کہ یہ کون سی حرکت کرتے تھے جس کی یہ سزا ان کو ملی ہے بیوی نے کہا کہ اور تو مجھے کچھ نہیں معلوم بس اتنی بات مجھے یاد ہے کہ غلّہ کی تجارت کرتے تھے جب غلّہ بیچتے تو اس میں سے اپنے کھانے کے لیے تھوڑا نکال لیتے اور اس کے بدلہ میں کنکر، کوڑا کرکٹ ملا دیتے تھے، ہو سکتا ہے کہ یہ اسی عمل کی سزا ہو۔

حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ یہ تو اسی کا مال تھا جس میں وہ تصرف کرتا تھا، جو لوگ خریدتے بھی تھے تو غلہ دیکھ کر خریدتے تھے۔ اس کے باوجود اس کا یہ انجام ہوا، اب بتاؤ کہ اس شخص کا کیا حال ہو گا جو کسی کا مال بالکل ہی صاف کر دے۔ یا بلا اجازت کسی کا سامان لے لے۔ ایسے شخص کا معاملہ تو اور بھی زیادہ سنگین ہو گا۔ اس کا ٹھکانہ بجز دوزخ کے اور کیا ہو گا۔ اس لیے جس کے پاس بھی کسی کا کوئی سامان، کسی کی امانت ہو اسکو واپس کر دے۔ ورنہ اس کا انجام اچھا نہ ہو گا۔

معاملہ نیک لوگوں سے کرنا چاہیئے

دوران درس بخاری ایک حدیث کے ضمن میں ارشاد فرمایا کہ اجیر و شریک نیک ہونا چاہیئے۔ معاملہ کرے تو نیک لوگوں سے بددینوں سے کرے گا تو اسکی دیانت پر اعتماد نہ ہو گا وہ خیانت کر بیٹھے گا۔ اختلاف ہو گا تو اکھاڑ پچھاڑ کریگا۔ یہی حال تمام معاملات کا ہے کہ حتی الامکان نیک لوگوں سے معاملہ کرے مدرسہ میں مدرسین رکھے نیک لوگوں کو ملازم رکھے وہ بھی نیک ہوں ان کی نیکی سے فائدہ ہو گا۔

موسیٰ علیہ السلام کتنے باصلاحیت اور امین تھے شعیب علیہ السلام کی لڑکیاں بلانے آئی تھیں فرمایا کہ تم پیچھے پیچھے چلو میں آگے آگے چل رہا ہوں ۔ حرام سے بچے اللہ تعالیٰ نے حلال کر دیا ان ہی سے رشتہ ہو گیا، جو حرام سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ حلال طریقہ سے اس کے لیے انتظام کرتا ہے۔

حتی الامکان شرکت کا معاملہ نہ کرنا چاہیئے

بنگلور میں ایک بڑے رئیس سیٹھ صاحب ہیں جن کا شرکت کا بڑا کاروبار تھا ایک شریک جس کو انھوں نے بطور ہمدردی کے شریک کرلیا پھر اس نے یہ گل کھلائے کہ ساری تجارت پر قبضہ کرلیا اور تین کروڑ کا غبن کیا، ان صاحب کا حضرت کی خدمت میں فون آیا کہ بغرض تعویذ خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس مقصد کے لئے سفر کی زحمت نہ فرمائیں پتہ لکھ کر بھیج دیں میں تعویذ بھیج دوں گا۔

جاضرین مجلس میں بعض تاجر پیشہ سرمایہ دار حضرات بھی موجود تھے حضرت اقدس نے حاضرین مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اور بار بار فرمایا کہ شرکت کا معاملہ کبھی نہ کرو۔ زیادہ لمبا کاروبار کرنے کی بھی ضرورت نہیں چھوٹے پیمانے پر کام شروع کرو۔ تنہا کرو، شرکت ہرگز نہ کرو خواہ بھائی کیوں نہ ہو، عام طور پر اسکا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ اور مدراس وغیرہ میں اس طرح کے بہت واقعات ہوتے رہتے ہیں کہ شروع میں ہاں حضوری کرکے شریک ہوگئے اور بعد میں زبردست نقصان پہنچایا۔ ان کا بھی ایسا ہی حال ہے تین کروڑ روپے کم نہیں ہوتے۔ اور اب دھمکی یہ دی جارہی ہے کہ اگر مطالبہ کیا تو جان کا خطرہ ہے۔

تاجروں کا حال معلوم ہے کہ ادھر سے لیا ادھر دیا زیادہ پونجی نہیں ہوتی۔ ادھر سے لے کر اُدھر دیتے رہتے ہیں نفع خود رکھتے ہیں۔ میرے ایک ساتھی تھے وہ بھی ایسا کرتے تھے بازار میں بھاؤ معلوم کرتے رہتے جہاں مال سستا ہوتا ٹرک میں لدوا کر دوسری جگہ بیچ دیتے اور رقم لے کر ادا کردیتے۔ نفع خود رکھ لیتے اب ان کا انتقال ہوگیا ہے۔ جس بیچارہ کے تین کروڑ چلے جائیں اس کے پاس کیا بچے گا۔ اس لیے آج کل حتی الامکان شرکت نہ کرنا چاہیئے۔

پہلے زمانے کے مال دار

حضرتؒ کے خسر صاحب کا حال

فرمایا میرے خسر صاحب بہت بڑے زمیندار تھے۔ سات سو من غلہ پیدا ہوتا تھا، بڑے خوبصورت تھے لکھنؤ میں رہتے تھے، شیروانی اور ٹوپی لگایا کرتے تھے، بڑے اچھے مزاج کے اور بہت سخی تھے، فصل میں جب غلہ آتا تو جتنے غرباء فقراء مساکین ہوتے سب کو گاڑیوں میں بھر بھر کر غلہ تقسیم کرتے تھے۔ اور پہلے لوگ ایسے ہی ہوا کرتے تھے، ہر ایک کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا مزاج تھا، لڑائی جھگڑا تو جانتے ہی نہ تھے، اس وقت غربت عام تھی، اس علاقہ میں تو بہت زیادہ تھی، باندا کے علاوہ کہیں اور چکی نہ تھی، گھر گھر ہاتھ کی چکی سے آٹا پیسا جاتا تھا، ہر گھر میں فجر سے پہلے چکی چلنے کی آواز آتی تھی، عورتیں ہاتھ کی چکی سے آٹا پیسا کرتی تھیں۔ ہتورا میں بعض رشتہ دار جن کو اللہ نے کچھ دیا تھا وہ بڑی فیاضی سے کام لیتے تھے، وہ دیکھا کرتے تھے کہ کس گھر میں چکی نہیں چلی، صبح اس سے پوچھتے کہ کیا بات آج تمہارے گھر میں چکی کیوں نہیں چلی، وہ بیچارہ شرم سے سر جھکا دیتا کیونکہ مانگنا اور ہاتھ پھیلانا تو جانتے ہی نہ تھے، اسی وقت فوراً حکم دیتے کہ فلاں فلاں کے گھر میں اتنا غلہ پہنچا دو، اس طرح غلہ تقسیم کیا کرتے تھے، مسجد کے سامنے ایک بڑا چبوترہ تھا اس کے نیچے کے حصہ (تہ خانے) میں گودام کی طرح ایک حصہ بنا رکھا تھا جس میں غلہ بھر لیا کرتے تھے، اور سال بھر تک اسی طرح تقسیم کرتے تھے، بیچاروں کے پاس جتنا کچھ تھا، اور جتنا کر سکتے تھے اس سے کہیں زائد کیا، لڑائی جھگڑا، چوری، ڈاکہ تو کوئی جانتا ہی نہ تھا۔ اب سب باتیں ختم ہوتی جا رہی ہیں۔

شدید مجبوری کے بغیر قرض ہرگز نہ لینا چاہیے

ایک صاحب نے تجارت کے لیے تیس ہزار روپیہ قرض لے رکھا تھا اور بہت پریشان تھے حضرت نے فرمایا تم کو بیٹھے بٹھائے کیا سوجھی تھی قرض لینے کی اچھے خاصے کھاتے پیتے تھے خواہ مخواہ قرض لے کر پریشانی مول لے لی، سر پر بار ہو گیا۔ کیا اس کے بغیر کام نہیں چلتا تجارت ہی کرنا تھی تو چھوٹے پیانے پر تجارت کرتے جتنی حیثیت تھی اس کے بقدر کام شروع کرتے سخت مجبوری کے بغیر قرض نہیں لینا چاہیے۔

جوابی لفافہ نہ ہونے پر تنبیہ

ڈاک لکھی جارہی تھی اس میں ایک عالم صاحب کا لفافہ ملا جس میں انہوں نے اپنی ایک تصنیف پر حضرت سے تقریظ لکھنے کی درخواست کی تھی ساتھ ہی بعض اہل علم کی تقریظ بھی بھیجی تھیں کہ ان کو ملاحظہ فرما کر کچھ لکھ دیجئے۔ لیکن جواب کے لیے لفافہ نہ رکھا تھا۔

حضرت نے فرمایا یہ پڑھے لکھے لوگوں کا حال ہے۔ یہ عالم ہیں بزرگوں کے پاس رہ چکے ہیں ان کو تمیز نہیں جواب چاہتے ہیں لیکن جواب کے لیے لفافہ نہیں رکھا۔ ان سے اچھے تو جاہل ہیں جواب کے لیے لفافہ رکھتے ہیں۔ اصل میں لوگ بزرگوں سے اصلاح تو چاہتے نہیں بزرگوں کے پاس جاتے بھی ہیں تو شہرت کے لیے، اصلاح کرانے کون جاتا ہے۔ ڈاکٹر کے پاس کوئی روز جایا کرے اور چائے پی کر چلا آیا کرے کبھی اس کا علاج نہ ہو گا علاج تو علاج کرانے سے ہو گا۔ اصلاح یوں ہی نہیں ہو جاتی، اگر اسی بات کو لکھ کر بھیج دوں تو چڑ چڑا لگ جائے گا۔ حضرت کو بہت تکدر ہوا اور ناگواری سے فرمایا کہ رکھ دو بعد میں دیکھا جائے گا۔

سفر میں پیسے بہت حفاظت سے اندر کی جیب میں رکھنا چاہیئے

حضرت کے بہت ہی قریبی رشتہ دار بغرض ملاقات خدمت میں حاضر ہوئے، ان کی کچھ رقم بھی بطور امانت حضرت کے پاس رکھی ہوئی تھی حضرت نے ان کے حوالے کردی ان صاحب نے کرتہ کی لٹکی ہوئی کھلی جیب میں وہ رقم رکھ لی اور جانے کی تیاری کرلی حضرت نے فرمایا وہ رقم اچھی طرح رکھ لی؟ کہاں رکھی ہے؟ کہنے لگے اچھی طرح حفاظت سے رکھ لی ہے حضرت نے پوچھا کہاں رکھی ہے؟ اشارہ کیا کرتہ کی اس جیب میں۔ فرمایا ارے اللہ کے بندے یہاں مت رکھو، ان صاحب نے کہا میں ہمیشہ اسی طرح رکھتا ہوں کچھ نہیں ہوتا، حضرت نے فرمایا ارے بابا میری بات مانو یہاں مت رکھو نکال کر اچھی طرح حفاظت سے رکھو جھولے میں رکھو، اتنے ہوشیار بنتے ہو، چور تم سے زیادہ ہوشیار ہوتے ہیں۔

باب ۷

تعویذ میں غلو اور عقیدہ کا فساد

ایک صاحب نے حضرت سے مختلف امور کے لیے تعویذ لیئے----- حضرت نے فرمایا معلوم نہیں آپ لوگ تعویذ کو کیا سمجھتے ہیں۔ یہ سمجھ رکھا ہے کہ تعویذ سے بس کام ہو ہی جایگا تعویذ کے بعد تو گویا اللہ تعالیٰ بھی کچھ نہیں کر سکتا نعوذ باللہ چھوٹے سے پرچے (تعویذ) کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ اب کچھ نہ کریں گے، ساری رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔ یہ عقیدہ کا فساد ہے کہ سب کچھ تعویذ سے ہوتا ہے۔ ہوتا وہی ہے جو اللہ کرتا ہے تعویذ سے کچھ نہیں ہوتا اصل چیز دعاء ہے اللہ سے دعاء کرنا چاہیئے۔ لیکن لوگ تعویذ کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور اللہ سے دعاء نہیں کرتے۔

تعویذ لینے والوں کے مزاج کا فساد

ایک صاحب بہت پریشان حال حضرت کی خدمت میں تعویذ کی غرض سے آئے اور حضرت سے فرمارہے تھے کہ کسی نے مجھ پر کچھ کرادیا ہے، آسیبی اثر معلوم ہوتا ہے، حضرت اقدس نے ان کی تسلی فرمائی اور باندھنے اور پینے کی تعویذ عطا فرمائیں، اس پر ان صاحب نے کہا کہ حضرت مجھے بتادیجئے کہ یہ کیا ہے آسیب کا اثر ہے یا کسی نے کچھ کرادیا ہے۔ حضرت والا نے ان کو بہت اطمینان دلایا اور فرمایا کہ یہ تعویذ استعمال کیجئے بعد میں اطلاع کیجئے گا اس وقت معلوم ہوگا کہ کیا ہے لیکن وہ صاحب بضد تھے کہ مجھے بتلادیجئے کہ یہ ہے کیا؟ حضرت والا ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں بس اتنا ہی جانتا ہوں، یہ تو وہ لوگ کیا کرتے ہیں جنکا مشغلہ ہی صرف یہی ہوتا ہے۔ ایسے لوگ خوب ڈھونگ مچاتے ہیں، اچھی طرح دیکھتے ہیں اور خوب اینٹھتے ہیں (یعنی خوب مال لیتے ہیں) حالانکہ ہوتا ہواتا کچھ نہیں

محض ڈھونگ ہوتا ہے لیکن ایسے ہی لوگوں سے ان کو اطمینان ہوتا ہے میں سیدھی بات کہہ رہا ہوں اس سے ان کو اطمینان نہیں ہوتا۔

اس کے بعد ان کی تسلی کے لئے دوسرے مدرّس کے پاس بھیج دیا اور اطلاع بھی کر دی کہ یہ ایسے مزاج کے ہیں ان کو شک اور وہم کی بیماری ہے چنانچہ انہوں نے اسی کے مطابق ان کو دیکھا تب جا کر ان کو تسلی ہوئی، حضرت نے فرمایا لوگوں کا عجیب مزاج ہو گیا ہے۔

پیشہ ور تعویذ والوں سے ہوشیار رہو

فرمایا بہت سے لوگوں نے تعویذ کو پیشہ بنا رکھا ہے، لوگوں کو ایسا دھوکہ دیتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ ایک ایک آدمی سے چار چار پانچ پانچ ہزار روپے لیتے ہیں۔ مجھے تو کچھ معلوم نہ تھا لیکن جو لوگ اس جال میں پھنس چکے ہیں انہوں نے خود مجھ سے بیان کیا، اور یہ عاملین ایسا دھوکہ دیتے ہیں اور ایسی باتیں بناتے ہیں کہ آدمی سن کر پریشان (۱) ہو جائے کہتے ہیں کہ اس کے پیچھے پچاس جنات لگے ہیں پانچ تو جل گئے اور ۴۵ رہ گئے ہیں اگر درمیان میں چھوڑ دیا گیا تو اور زیادہ خطرہ ہے، زیادہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے اللہ بچائے۔ ایسوں کے جال میں کبھی نہ کوئی پھنسے ان لوگوں میں اللہ کا ڈر خوف تو بالکل رہا ہی نہیں۔ اللہ کو کیا منہ دکھائیں گے، محض مال کمانے کے واسطے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں جھوٹ بولتے ہیں۔ اور لوگوں کی بھی عقل ماری گئی بے وقوف بن کر خوب پیسہ برباد کرتے ہیں، اور اچھے اچھے لوگوں کو دیکھا کہ اس وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اللھم احفظنا۔

تعویذ کے ساتھ کوئی دعاء اور وظیفہ بھی بتلا دینا چاہیے

فرمایا میں لوگوں کو تعویذ دیتا ہوں ساتھ میں کوئی وظیفہ ضرور بتلا دیتا ہوں مثلاً یہی کہ ہر نماز کے بعد یافتاح ۱۲۵ دفعہ پڑھ کر دعاء کر لیا کرو۔ جسکے اولاد نہیں ہوتی تعویذ کے ساتھ اس کو یہ دعاء بتلا دیتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً

اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاء۔ پڑھ لیا کرو۔

مقدمہ وغیرہ کے لیے بتلادیتا ہوں "یَاسُبُّوحُ یَاقُدُّوسُ" ہر نماز کے بعد ۱۲۵ دفعہ پڑھ لیا کرو۔ اور لوگوں سے بھی کہتا ہوں کہ صرف تعویذ پر اکتفا نہ کریں۔ کچھ نہ کچھ پابندی ضرور لگادیں۔ اسی بہانہ اللہ کی طرف راغب ہوں۔ اللہ کے سامنے جھکیں، نماز کی پابندی کریں، کسی سے میں یہ کہہ دیتا ہوں کہ کسی غریب کی مدد کر دینا، کسی سے کہہ دیتا ہوں کچھ صدقہ کر دینا لوگوں نے مصیبت کا علاج صرف تعویذ میں سمجھ رکھا ہے حدیث پاک میں جو علاج آیا ہے اور وہی اصل علاج ہے اسکو بھول گئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ صدقہ دینے سے مصیبتیں بلائیں ٹل جاتی ہیں استغفار کی کثرت سے پریشانیاں دور ہوتی ہیں۔ اللہ سے دعاء کرنے سے بڑے بڑے مسائل حل ہوتے ہیں ان سب کو لوگ بھول گئے صرف تعویذ ہی یاد رہ گیا۔

محض تعویذ کے لیے اتنا لمبا سفر نہ کیجئے

بعض مہمان بہت دور دراز سے لمبا سفر کر کے صرف تعویذ لینے کے لئے آئے تھے حضرت اقدس ان پر بہت ناراض ہوئے، خلاف عادت ان کو ڈانٹا بھی کہ تعویذ کی آپ کے نزدیک اتنی اہمیت کہ محض تعویذ کے لیے اتنا لمبا سفر کیا اتنا پیسہ خرچ کیا، یہ کام تو ڈاک سے بھی ہو سکتا تھا، دین سیکھنے کے لیے اور مسئلے مسائل سمجھنے کے لیے کوئی سفر نہیں کرتا۔

میں نے کئی مرتبہ ارادہ کیا کہ تعویذ کا کام بند کر دوں اس میں میرا بہت وقت صرف ہو جاتا ہے، لیکن لوگ دور دور سے آجاتے ہیں، مہمان ہونے کی حیثیت سے اکرام میں ان کو تعویذ دینا پڑتا ہے۔

حضرت کے تعویذ دینے کی ایک وجہ

فرمایا جب اتنا سب کام کرتا ہوں تب کہیں لوگ دین کے لئے جڑتے ہیں۔ جب ہم دوسروں کے کام نہ آئیں گے تو ہمارے کام کون آئے گا، جب ہم دوسروں کے کام آتے ہیں تو لوگ بھی ہمارے کام آتے ہیں، اور اس طرح دینی کاموں میں حصہ لیتے ہیں۔ دین کے خاطر لوگوں کو جوڑنے کے لیے سب کرنا پڑتا ہے۔

تعویذ کے لیے ہوائی جہاز سے سفر کرنے پر تنبیہ

بمبئی سے ایک صاحب نے فون کیا کہ میں کچھ پریشانیوں میں مبتلا ہوں حضرت کی خدمت میں آنا چاہتا ہوں اور ہوائی جہاز سے آنے کا ارادہ ظاہر کیا حضرت نے سختی سے منع فرمادیا کہ ہوائی جہاز سے نہ آئیں آنا ہو تو ٹرین سے آئیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے ٹکٹ بنوالیا ہے حضرت نے فرمایا کہ جب ٹکٹ بنوالیا ہے تو آہی جایئے۔ ہوائی جہاز سے لکھنؤ آئے اور لکھنؤ سے بذریعہ کار ہتورا آئے تعویذات وغیرہ لئے وہ دو آدمی تھے، حضرت نے فرمایا کہ آپ نے اتنا خرچ کیا دس بارہ ہزار سے کم خرچ نہ ہوا ہوگا کیا یہ اسراف نہیں ہے۔ آپ دس گھنٹہ دیر ہی میں پہنچتے ٹرین سے سفر کرتے۔ جو کام تین سو روپے میں ہو سکتا تھا اس میں آپ نے دس ہزار روپے خرچ کیے۔ یہی پیسہ کسی اور ضروری کام میں لگالیتے۔ آپ لوگ کچھ سوچتے سمجھتے نہیں نہ مشورہ سے کام کرتے ہیں۔ پیسہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس کا بھی حساب ہوگا۔ پیسہ ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ جہاں چاہیں جتنا چاہیں خرچ کردیں۔ آپ سفر نہ کرتے حالات لکھ کر بھیج دیتے میں تعویذ بھیج دیتا اتنا لمبا سفر آپ نے صرف تعویذ کے لئے کیا ہے۔

میں نے معمول مقرر کرلیا ہے کہ تعویذ والوں سے پیسہ نہیں لوں گا

یہی صاحب اور کل گزشتہ ایک اور صاحب نے تعویذ بھی لیا اور حضرت کی خدمت میں بڑی رقم پیش کی حضرت نے لینے سے انکار کیا ان صاحب نے عرض کیا حضرت مدرسہ کے لیے ہے لے لیجئے تعویذ کی وجہ سے نہیں دے رہا ہوں مدرسہ کے لیے میں نے پہلے سے نیت کرلی تھی حضرت نے فرمایا میں نے بھی پہلے سے نیت کرلی ہے کہ تعویذ والوں سے کچھ نہیں لوں گا۔ مدرسہ کے لیے بھی نہیں لوں گا۔ میں نے معمول مقرر کرلیا ہے کہ تعویذ والوں سے کسی قسم کی کوئی رقم نہیں لیتا۔ اس کے خلاف میں نہیں کروں گا،

تعویذ کے لیے سفر نہ کیجئے

بعض لوگ بہت دور سے لمبا سفر کر کے تعویذ کے لئے حضرت کی خدمت میں تشریف لائے تھے حضرت ان پر سخت ناراض ہوئے اور غصہ کے انداز میں تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کے نزدیک تعویذ کی اتنی اہمیت ہے، صرف تعویذ کے لیے آپ نے اتنا لمبا سفر کیا؟ دین سیکھنے مسائل معلوم کرنے کے لیے سفر نہیں کرتے؟ تعویذ کا کام تو خط کے ذریعہ بھی ہو سکتا ہے، اس کام کے لیے اتنا لمبا سفر نہیں کرنا چاہیئے۔

ایک صاحب مختلف امراض جسمانیہ کے لیے تعویذ لے رہے تھے حضرت نے فرمایا ارے ہر مرض کا تعویذ ہی تھوڑی ہوتا ہے علاج بھی تو کراؤ۔ ۲۲ ر رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

بلا وجہ تعویذ نہ لیجئے

ایک صاحب نے یوں ہی تعویذ مانگا یعنی کسی خاص ضرورت کے بغیر، حضرت نے فرمایا کہ جب کوئی بات پیش آجائے۔ یا کوئی مرض اور مصیبت لاحق ہو تب تعویذ لینا چاہیئے پہلے نہیں۔

اصل چیز تو دعاء ہے

حضرت کے متعلقین میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ مجھ سے بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ حضرت سے میرے لئے تعویذ لیتے آنا میں کہہ دیتا ہوں کہ تعویذ کے لئے نہ کہوں گا حضرت سے دعاء کراؤ۔ دعاء اصل چیز ہے۔ حضرت نے فرمایا واقعی دعاء ہی اصل چیز ہے حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا مجھ سے اگر کوئی دعاء کے لئے کہتا ہے تو خوشی ہوتی ہے۔ اور کام کے وقت کوئی تعویذ کے لئے کہہ دے تو ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے گولی مار دی۔

تعویذ کے متعلق ایک صاحب کو تنبیہ

ایک صاحب حضرت سے تعویذ لے کر گئے اور دو روز کے بعد واپس آکر کہنے لگے کہ حضرت آپ نے جو تعویذ دیا تھا اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا، حضرت نے فرمایا ڈاکٹر کے پاس کبھی اتنی جلدی جا کر یہ نہ کہا ہو گا کہ فائدہ نہیں ہے برسوں کا مرض اتنی جلدی کیسے فائدہ ہو جائے گا، ان کو تو سنک سوار ہے اور سنک ہی ان کو یہاں لائی ہے، اگر آپ کو یہاں رہنا ہو تو شوق سے رہئے، تعویذ کی وجہ سے نہ ٹھہریئے، لوگوں نے تعویذ کے متعلق یہ سمجھ رکھا ہے کہ تعویذ باندھتے ہی فائدہ ہو جائے۔

خود مکان میں کچھ اثر نہیں ہوتا

ایک صاحب حضرت کی خدمت میں تعویذ کے لئے آئے اور عرض کیا کہ جب سے مکان تبدیل کیا ہے اس مکان میں آنے کے بعد پریشانی ہی پریشانی ہے۔ حضرت نے فرمایا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ جب سے مکان لیا ہے پریشان ہوں، جب سے شادی کی ہے، جب سے عورت گھر میں آئی ہے برکت ختم ہو گئی مکان وغیرہ سے کچھ نہیں ہوتا ہے۔ یہ

ہمارے اعمال اور اخلاق کی نحوست ہے جیسے ہمارے اعمال ہوتے ہیں ویسا ہی اللہ کی طرف سے فیصلہ ہوتا ہے۔

آپ کے گھر کے بھوت پریت

ایک صاحب نے حضرت سے گھر کی حفاظت کے لیے تعویذ مانگا اور کہا کہ گھر میں نحوست چھائی ہے بھوت پریت نظر آتے ہیں ہوا کا چکر ہے خبیثوں کا اثر ہے۔ برکت بالکل ختم ہو گئی حضرت نے فرمایا نماز پڑھتے ہو؟ کہاں نہیں حضرت نے فرمایا وہی تو بھوت پریت اور وہی تو شیطان ہیں الگ سے تھوڑی شیطان آجاتے ہیں۔ جیسے اعمال ہوں گے ویسا ہی اثر ہوگا۔ بے نمازی کے گھر میں نحوست نہیں تو اور کیا ہوگی۔ سب لوگ نماز پابندی سے پڑھیں تو برکت ہوگی۔ ان صاحب نے کئی تعویذ مانگے حضرت نے فرمایا میں سب دے دوں گا لیکن یہ عہد کرو کہ سب لوگ نماز پڑھیں گے۔

غیروں کے ساتھ حسن سلوک

ایک سادھو بابا(ا) حضرت کے پاس آیا اور اپنی پریشانی ظاہر کر کے کہا کہ ہمارے گروجی نے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ ان کے پاس جاؤ تمہاری پریشانی دور ہو جائے گی۔ حضرت نے غور سے اس کی بات سنی تعویذات دیئے۔ اور مزید حضرت نے بیس روپے بھی دیئے وہ بابا بہت خوشی خوشی واپس چلا گیا۔

دماغی خلل کیوں ہوتا ہے

ایک غیر مسلم تعویذ کے لئے آئے اور عرض کیا کہ یہ پریشان کن حالت، دماغی خلل کیوں ہوتا ہے؟ حضرت نے فرمایا ایسا کیوں ہوا یہ تو کوئی نہیں بتلا سکتا۔
اس میں پریشان نہ ہوں۔ گرمی سردی ہوتی رہتی ہے، بارش ہوتی ہے اولے گرتے ہیں

کیوں گرتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ کون بتلا سکتا ہے۔ البتہ اس کا جو علاج ہے وہ کرنا چاہیے وہ کر رہا ہوں، اس کو استعمال کریئے۔ جو حال ہو مطلع کیجئے۔

آتشبازی کا تعویذ

ایک صاحب نے حضرت سے خیر و برکت اور دکان کی ترقی کا تعویذ مانگا۔ حضرت نے پوچھا کیا کام کرتے ہو انہوں نے کہا آتشبازی کی دکان ہے یہی کام کرتا ہوں۔ حضرت نے قدرے توقف فرمایا اور نہایت نرمی سے فرمایا کہ یہ کام ٹھیک نہیں ہے میں تعویذ لکھے دے رہا ہوں لیکن بجائے اس کام کے دوسرا کام شروع کرو اس کام میں برکت نہیں۔

نماز نہ پڑھو گے تو برکت نہ ہو گی

ایک اور صاحب تشریف لائے اور دوکان کی خیر و برکت کے لئے تعویذ مانگا حضرت نے فرمایا نماز پڑھتے ہو؟ کہا کہ کبھی کبھی پڑھ لیتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کھانا بھی کبھی کبھی کھا لیتے ہو گے کھانا روز کیوں کھاتے ہو؟ حضرت نے فرمایا تعویذ لکھنے کو تو میں لکھے دے رہا ہوں لیکن جب تک نماز نہ پڑھو گے برکت نہ ہو گی، برکت تعویذ سے نہیں ہوتی برکت تو اعمال سے ہوتی ہے۔ اعمال اچھے ہوں گے تو برکت ہو گی اعمال برے ہوں گے تو کبھی برکت نہیں ہو سکتی۔

ایسا عقیدہ رکھنا درست نہیں

رمضان کے آخری عشرہ میں دور دراز سے کافی معتکفین جمع ہو جاتے ہیں تمام مہمانوں کی واپسی کے لئے حضرت سواری کا بھی نظم فرماتے ہیں اور کوشش فرماتے ہیں کہ آنے والے مہمانوں کی عید ان کے گھر ہی کی ہو۔ اسی وجہ سے ہر سال ۲۹ رر مضان کو حضرت گاڑی کا بھی انتظام فرما لیتے ہیں جس سے مہمان اسٹیشن پہنچ جائیں، نیز مہمانوں کو

اطلاع بھی کر دیتے ہیں کہ آپ لوگ تیاری پوری رکھیں عین وقت پر تیاری میں دقت نہ ہو۔

اس صورت حال کو دیکھ کر بعض حضرات بلکہ بعض اہل علم نے کہا کہ اب تو چاند ہو ہی جائیگا کیونکہ حضرت جب اس طرح فرماتے ہیں تو چاند ہو جاتا ہے، اور حضرت نے کہہ دیا ہے لہٰذا اب تو چاند نکل ہی آئے گا۔ گویا حضرت کو کشف سے معلوم ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا یہ عقیدہ غلط ہے بندہ کو بندہ سمجھو اس کو اس کی حد سے آگے نہ بڑھاؤ۔ دنیا دار الاسباب ہے اسباب کے تحت انتظام کیا گیا ہے یہ کیا ضروری ہے کہ چاند نکل ہی آئے۔ عقیدت میں غلو نہیں ہونا چاہیے۔

حج کا تعویذ نہیں

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت سفر حج میں جا رہا ہوں دعاء فرمائیے اور ایک تعویذ دے دیجئے۔ حضرت نے فرمایا حج کے لیے تعویذ نہیں ہوتا۔ دعاء کروں گا۔

صحت کا تعویذ یا بیماری کا، لفظی غلطی کی اصلاح

جمعہ کے روز حضرت والا کے اور دنوں سے زائد معمولات ہیں فرمایا کرتے ہیں کہ جمعہ کا دن بہت مشغولی کا ہے، بہت سے کام جمعہ کے دن کے لیے موقوف رکھتا ہوں۔ اور عموماً ڈاک لکھنے کا معمول جمعہ ہی کے دن کا ہے۔ ڈاک بہت کافی جمع ہو گئی تھی۔ پورا تھیلا بھرا ہوا تھا کئی سو خطوط ہوں گے صاحبزادے صاحب نے عرض کیا کہ ڈاک رکھی ہے فرمایا کہ ڈاک ہے یا ڈاک خانہ، صاحبزادے نے عرض کیا ایک تعویذ بیماری کا چاہیے حضرت نے فرمایا صحت کا تعویذ یا بیماری کا۔ یوں کہو صحت کا تعویذ چاہیے یا یوں کہو کہ بیماری سے صحت کا تعویذ چاہیے۔ بیماری کے تعویذ کا مطلب تو یہ ہوا کہ بیمار ہونے کا تعویذ چاہیے۔

تعویذ لکھنے کی وجہ اور اس کا شرعی درجہ

حضرت کی خدمت میں کچھ لوگ جلسہ کی تاریخ کے لیے تشریف لائے، یہاں تعویذ والوں کو دیکھ کر اچھا اثر لے کر نہیں گئے احقر کو سفر میں جانا تھا حضرت نے ان کے ساتھ بھیج دیا واپس آکر احقر نے حضرت سے عرض کی کہ وہ حضرات فرمارہے تھے کہ تعویذ والوں کا اتنا ھجوم دیکھ کر مجھے تو وحشت ہونے لگی کہ کہاں آکر پھنس گئے الجھن ہونے لگی۔ اس کے بعد ان حضرات نے کچھ سوالات کیۓ کہ بعض لوگ تعویذ کو غلط اور بعض لوگ شرک تک کہتے ہیں احقر نے عرض کیا کہ حضرت اقدس بذات خود تعویذ کو پسند نہیں فرماتے علاقہ کے کچھ حالات شروع میں ایسے تھے اہل بدعت کا غلبہ تھا نیز آر ایس ایس، جن سنگھی ذہنیت کے لوگ بکثرت یہاں ہیں۔ علاقہ کے بعض لوگ دوسری جگہ مزارات پر جاکر صریح شرک میں مبتلا ہوتے ہیں قبروں پر سجدہ کرتے ہیں ناجائز مرادیں مانگتے ہیں مجبوری کی وجہ سے حضرت نے اسکو اختیار کیا تھا نیز حضرت کے شیخ نے ارشاد فرمایا تھا کہ تعویذ کے لئے کوئی آئے تو لکھدیا کرو یہ بھی نفع رسانی کی صورت ہے میں نے تعویذ کو ذریعہ معاش نہیں ذریعہ معاد بنایا ہے۔ اور اب سختی سے منع بھی کرتے ہیں کہ خبر دار اس مقصد کے لیے یہاں کوئی نہ آئے۔ اعلان بھی لکھ کر چسپاں کر دیا ہے لیکن بعض لوگ دور دراز سے آہی جاتے ہیں تو مروت میں آکر ان کو تعویذ دے دیتے ہیں۔ تعویذ شرک تو یقیناً نہیں اگر شرک ہے تو ابن تیمیہؒ نے بھی تعویذ کی مشروعیت لکھی ہے وہ بھی مشرک ہوئے۔ ان حضرات نے عرض کیا کہ اب میرا ذہن صاف ہوا ورنہ میں تو بدظن ہو گیا تھا۔ حضرت نے فرمایا آدمی کو اتنی جلدی بدگمان نہ ہونا چاہیۓ۔ اتنی جلدی غلط رائے قائم کرلی، خیر اچھی طبیعت کے لوگ تھے اس لئے جلدی مان گئے ورنہ اس قسم کے لوگ اپنے آگے کسی کی سنتے نہیں۔ ان حضرات نے تعویذ لکھتا دیکھا اور یہ نہ دیکھا کہ میں صبح سے شام تک پڑھاتا کتنا ہوں، اور چیزیں بھی تو دیکھتے یہ بھی تو دیکھتے کہ تعویذ دیکر میں پیسے نہیں لیتا۔ دوسری

جگہ لوگوں نے اس کو پیشہ اور ذریعہ معاش بنا رکھا ہے کیا میں نے بھی ذریعہ معاش بنایا ہے؟ میں نے تو ذریعہ معاد بنایا ہے آخرت کے لئے کرتا ہوں۔ دونوں کو انہوں نے ایک کیسے سمجھ لیا اتنی جلدی غلط رائے قائم کرلی۔ تعویذ والوں سے میں مدرسہ کے لئے بھی پیسے نہیں لیتا، ایک صاحب نے تعویذ لیا اور کافی رقم مدرسہ کے لئے دے رہے تھے۔ میں نے نہیں لی کہنے کی بات نہیں تین روز قبل ایک صاحب نے ساڑھے تین لاکھ کی نئی کار بھیجی اس کو میں نے واپس کر دیا۔

کوئی ان کو یہ بھی تو بتلاتا کہ تعویذ دے کر میں نے آج تک کچھ نہیں لیا۔ دوسری جگہ تو لوگ لیتے ہیں۔ دوسری جگہ پر اسکو کیسے قیاس کرلیا آخر میرے اور بھی کام تو دیکھتے جو جس مقصد سے آتا ہے اس کو وہی دیا جاتا ہے۔ دکان میں نمک بھی ہے قیمتی سامان بھی ہے جو نمک لینے آئیگا اس کو نمک ہی دیا جائیگا۔ ایسا نہیں ہوگا کہ مانگے نمک اور دے دیا جائے کچھ اور۔

باب ۸

نہتّے مسلمانوں کا ہتھیار

بابری مسجد کا قضیہ موضوع بحث بنا ہوا تھا اور پورے ملک کے حالات خطرناک صورت اختیار کر چکے تھے، مختلف مقامات سے مسلمانوں پر کیئے جانے والے مظالم کی خبریں سننے میں آرہی تھیں حضرت نے فرمایا ایسے حالات میں مسلمان کر ہی کیا سکتے ہیں۔ مسلمان تو بالکل نہتّے ہیں نہ ان کے پاس ہتھیار ہے نہ فوج نہ اور طاقت ہے۔ ہمارا اصل ہتھیار تو دعاء ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے "اَلدُّعَاءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ"۔ دعاء مؤمن کا ہتھیار ہے۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ آج کل سب کچھ تو ہو رہا ہے نہیں ہے تو اس کی طرف کوئی توجہ نہیں۔ جلسے ہوتے ہیں، جلوس نکلتے ہیں کمیٹیاں ہوتی ہیں۔ تجویزیں پاس ہوتی ہیں، کالی پٹیاں باندھی جاتی ہیں۔ جلسہ جلوس میں طرح طرح کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ مظاہرہ کرتے ہیں اور ان سب پر ہزاروں لاکھوں روپیہ برباد کرتے ہیں۔ بھلا ان سب باتوں سے کیا فائدہ۔ اس سے ہوتا کیا ہے کیا آج تک ان طریقوں سے مسئلہ حل ہو گیا۔ اور اس قسم کے جلسہ جلوس میں جتنے لوگ شریک ہوتے ہیں ایک بھی ان میں نماز نہیں پڑھتا۔

۱۲ ربیع الاول کا جلوس کتنے اہتمام سے نکالا جاتا ہے اور اس میں لاکھوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے عموماً ایسے ہی لوگ اس میں آگے آگے ہوتے ہیں جنہیں نماز روزہ سے کچھ مطلب نہیں۔

افسوس مسلمانوں کا کس قدر پیسہ اس میں برباد ہوتا ہے۔ ناجائز طریقہ سے زبردستی چندہ وصول کرتے ہیں لڑ لڑ کر گاڑیوں اور ٹرکوں کو روک کر چندہ لیتے ہیں کیا اس طرح چندہ کرنا جائز ہے۔ اور پھر کس طرح ان پیسوں کو برباد کیا جاتا ہے۔ انھیں پیسوں

کو اگر صحیح طریقہ سے حاصل کر کے مسلمانوں کی امداد میں خرچ کریں۔ غریب لڑکیوں کی شادیوں میں خرچ کریں۔ بیوہ عورتوں کی خبر گیری کریں۔ بے روزگاروں کو روزگار سے لگانے کی اسکیم بنائیں فساد سے متاثر لوگوں کی امداد کریں تو کتنا بڑا کام ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ سب نہیں کرتے۔ یہ منمانی دور ہے جس کے جی میں جو آتا ہے کرنے لگتا ہے۔ بڑوں سے پوچھ کر کام کرنے کا مزاج ہی نہیں رہا کم از کم اتنا تو کرلیں کہ دین کے نام پر جو پیسہ خرچ کررہے ہیں تو دینداروں اور جاننے والوں سے پوچھ تولیں کہ دین کیا کہتا ہے۔ اور کس موقع پر پیسہ خرچ کرنا درست ہے۔

مسئلہ کا صحیح حل

سب گناہوں سے اگر مسلمان آج توبہ کرلیں اور صرف اتنا کرلیں کہ تمام گناہ چھوڑدیں اور نماز کی پابندی شروع کردیں تو دیکھو کایا پلٹتی ہے یا نہیں اور تم دیکھ لینا ایک ہی رات میں فیصلہ ہوتا ہے یا نہیں، میں تو جہاں جاتا ہوں آج کل ہر جگہ تقریروں میں یہی کہتا ہوں۔ آج مسلمان جگہ جگہ مارے جارہے ہیں یہ سب ہماری غفلت اور بداعمالی کا نتیجہ ہے۔

مسلمانوں کیلئے یہ بڑی سخت آزمائش ہے آزمائش نہیں بلکہ اللہ کا عذاب ہے ہمارے کرتوت کا نتیجہ ہے۔ اس کا حل یہی ہے کہ گناہوں سے توبہ کرلیں پھر انشاءاللہ اللہ کی طرف سے مدد آئے گی۔

ہماری غفلت وبدعملی کے نتائج

بابری مسجد کے قضیہ کی وجہ سے آئے دن ہنگامے اور فسادات ہوتے رہتے ہیں مسلمان بھی بری طرح مارے جاتے ہیں اسی قسم کے فسادات کا ذکر تھا حضرت بہت غمزدہ اور رنجیدہ تھے۔ اور فرمایا یہ جو کچھ ہو رہا ہے سب ہمارے کرتوت اور بدعملی کا نتیجہ ہے۔ مَآاَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ جو کچھ بھی تم کو مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہاری

بداعمالیوں کی وجہ سے۔

مسلمانوں کو جو یہ دن دیکھنے پڑے کہ بابری مسجد پر غیروں کا قبضہ ہوا مورتی رکھی گئی۔ کتنے مسلمان مارے گئے۔ یہ غلطی ہم ہی نے کی ہے جس کو آج تک ہم بھگت رہے ہیں وہ غلطی یہ ہوئی کہ اس مسجد کو آباد کیوں نہیں کیا۔ اگر مسجد شروع ہی سے آباد ہوتی تو غیروں کی ہمت پڑتی وہاں مورتی رکھنے کی؟ اس کا خیال تک نہ ہوتا، ہونا تو یہ چاہیے کہ (جب اس قسم کے خطرات کا اندیشہ تھا اسی وقت) باہر سے جا کر لوگ وہاں آباد ہو جاتے اور مسجد کی رونق بنتے لیکن ہوا یہ کہ جو لوگ وہاں موجود تھے وہ بھی مسجد کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اللہ نے فرمایا کہ تم نے ہمارے گھر کو ویران کیا ہم تمہارے گھر کو برباد کریں گے۔ اگر مسجد میں اللہ کا نام لیا جاتا نمازیں پڑھی جاتیں تو وہاں کیوں مورتی رکھی جاتی ان کی ہمت ہی نہیں پڑتی۔ جس جگہ اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت ہوتی ہے اس جگہ کی تو اللہ پاک حفاظت فرماتا ہے اسی غلطی کی وجہ سے آج ہم کو یہ دن دیکھنے پڑے۔

اور افسوس ہے کہ اب بھی مسلمانوں کی آنکھیں نہیں کھلیں۔ اور اب بھی مسلمانوں کو یہ توفیق نہیں ہو رہی کہ اللہ کے سامنے جھک جائیں اسی کی طرف متوجہ ہوں۔ اسی کے سامنے روئیں۔ اسی کے سامنے اپنے قصور کا اعتراف کریں وہی ہمارا مددگار ہے۔ اگر وہ ہم پر رحم نہ کرے گا تو کوئی ہم کو نہیں بچا سکتا۔ اگر اس کا ہاتھ ہمارے سر پر ہوگا تو کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اور اللہ کا رحم ہم پر اس وقت تک ہو نہیں سکتا جب تک ہم اپنی حالت کو نہ تبدیل کریں لیکن افسوس ہے کہ آج یہ باتیں کہنے والا کوئی نہیں۔ اخبار میں خبریں شائع ہوتی ہیں تبصرے ہوتے ہیں لیکن کوئی یہ کہنے اور لکھنے والا نہیں کہ ایسے حال میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے۔ اور یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے سب ہماری غفلت اور بدعملی ہی کا نتیجہ ہے۔

لیڈروں سے گزارش

ان لوگوں کو اس طرف متوجہ ہونا چاہیے جن کی بات چلتی ہے لوگ جن کو آگے

بڑھاتے ہیں اور ان کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ اگر ایسے لوگ ان باتوں کو کہیں تو ان کا اثر ہوگا۔ ورنہ آج کون کس کی سنتا ہے۔ اگر اخباروں میں بھی یہ خبریں شائع ہوں کہ ایسے حال میں مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے پروردگار کو راضی کریں۔ اللہ کی طرف متوجہ ہوں نماز کی پابندی کریں۔ گناہوں سے توبہ کریں، تو دیکھو فضا بدلتی ہے یا نہیں اور کایا پلٹتی ہے یا نہیں۔ غیر مسلموں پر بھی انشاء اللہ اس کا اچھا اثر پڑے گا۔

ہنگامی حالات اور فتنہ فساد کے وقت صبر و تحمل کی ضرورت

۱۴۱۰ھ میں بابری مسجد کے قضیہ کی وجہ سے پورے ملک کے حالات سنگین و خطرناک صورتحال اختیار کئے ہوئے تھے۔ ہر جگہ فساد کا خطرہ تھا۔ صورت حال یہ تھی کہ غیر مسلموں کے جلوس نکلتے جس میں وہ اشتعال انگیز نعرے لگاتے جس کے نتیجہ میں مسلمان مشتعل ہو کر مقابلہ پر آمادہ ہو جاتے اور فساد کی آگ بھڑک اٹھتی کئی جگہ فسادات ہو چکے تھے شہر باندا میں بھی سخت کشیدگی تھی اور صورتحال یہاں بھی نازک تھی اور ان کے پروگرام کے مطابق اگلے دن جلوس نکلنے والا تھا جس میں ہنگامہ کا سخت خطرہ تھا۔

ایک ذمہ دار شخص باندہ سے حضرت سے ملاقات کے لئے تشریف لائے حضرت اقدس مدظلہ نے ان سے چند باتیں بڑے اہتمام اور تاکید سے ارشاد فرمائیں جو بڑی کار آمد ہیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تمام مسلمانوں سے جا کر کہہ دینا کہ ان کا جلوس نکلنے والا ہے۔ اس دن کوئی گھر سے باہر بھی نہ نکلے۔ اپنی دکانیں بند رکھیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ سب دکانیں بند دیکھ کر ان کو شبہ ہو کہ کہیں مل کر کوئی اسکیم تو نہیں بنا رہے ہیں۔

اس لیے حکام کو پہلے سے اطلاع کر دیں کہ ہم لوگوں نے فتنہ فساد کی وجہ سے اپنی دکانیں بند کر دی ہیں۔ اور خبردار کوئی گھر سے باہر نہ نکلے۔ ان کا جلوس نکلے گا۔ وہ طرح طرح کے نعرے لگائیں گے ذرا بھی کوئی بات ہو گی فوراً لڑائی پر آمادہ ہو جائیں گے۔ پولیس فوج ان کے ساتھ ہے۔ دکانوں سے کھینچ کھینچ کر اگر مارنے لگے تو کیا کر لو گے۔ اس لئے

چپ چاپ گھر میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرو۔ اللہ کی طرف انابت کرو۔ استغفار کرو۔ روؤ گڑ گڑاؤ۔ اور خوب دعائیں کرو۔ عورتیں بھی بیٹھ کر اللہ اللہ کریں اور خوب دعائیں کریں۔

اور سب مسلمانوں سے کہہ دینا کہ اللہ کے واسطے اب تو ٹی وی اور ناچ گانا بند کر دیں یہ جو کچھ ہو رہا ہے ہماری بد اعمالی کا نتیجہ ہے۔ جب گھر کے اندر ٹی وی اور ناچ گانا ہوگا تو کیسے اللہ کی رحمت آسکتی ہے۔ اللہ کی رحمت آتی ہے اور گھر کے اوپر سے لوٹ جاتی ہے۔ یہ نہیں کہ رحمت آتی نہ ہو آتی ہے لیکن ہمارے اعمال ایسے ہیں کہ ہم پر رحمت نہیں ہوتی۔ خدا کے واسطے اب تو ٹی وی بند کر دیں بڑے سخت حالات ہیں۔

حضرت نے پھر فرمایا گھر گھر جاکر کہہ دو کہ ان کے جلوس کے مقابلہ میں جوابی کارروائی نہ کریں اس سے فتنہ فساد ہوگا۔ وہ جو باتیں کہیں، نعرہ لگائیں سب سن لیں۔ ان سے مقابلہ نہ کر کے اپنی حفاظت کریں۔ مقابلہ کرنے میں اپنا ہی نقصان ہے۔

جوش میں آکر مقابلہ کرنا اپنے کو ہلاک کرنا ہے

کبھی خاموشی اختیار کرنے میں مصلحت ہوتی ہے

حضرت نے یہ سب باتیں ارشاد فرمائیں اس کے جواب میں ان ذمہ دار صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر یہی سب باتیں لوگوں سے کہی جاتی ہیں تو لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو بزدل بنا رہے ہیں۔ بزدلی سکھاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا ارے بھائی ان سے کہہ دینا کہ کبھی ایسے حالات آتے ہیں کہ بزدل بننا پڑتا ہے۔ صحابہ کرامؓ میں کیا ایسے لوگ نہیں تھے کہ ان میں کا ایک ایک ہزار کا مقابلہ کر لیتا اور بعد میں کیا بھی لیکن پھر بھی کتنی مدت تک مقابلہ کرنے کی اجازت نہیں دی گئی اور یہی کہا گیا کہ اِصْبِرُوْا اصْبِرُوْا یعنی صبر سے کام لو، صبر اختیار کرو، حالات کے تحت سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ قوم کا درد اور ہمدردی ہم کو بھی ہے۔ ہم کو بھی قوم سے محبت ہے ہم بھی دنیا میں رہتے ہیں اور کچھ جانتے ہیں ہم بھاڑ نہیں

جھونکتے۔اگر مقابلہ کے لیے تم لوگ آ بھی گئے تو تم تو شیر بہادر طاقتور ہو مقابلہ کر لو گے سب جگہ تو مسلمان بہادر اور طاقتور نہیں، تم مقابلہ کر سکتے ہو سب تھوڑی مقابلہ کر سکتے ہیں۔مرد شیر ہیں عورتیں تو شیر نہیں ہیں۔تم نے اگر دس کو مار بھی لیا لیکن وہ تو پھر سو کو ماریں گے۔ان کے ساتھ پولیس ہے فوج ہے گھروں میں گھس گھس کر دکانوں سے کھینچ کھینچ کر ماریں گے۔اندور کے فساد میں ایسا ہی ہوا جوانوں کو کھینچ کھینچ کر باہر لا کر گولی سے اڑادیا۔اگر کسی علاقہ میں مسلمان غالب بھی آ گئے تو اس کے بدلے میں دوسری جگہ کتنے ہمارے بھائی مارے کاٹے جائیں گے۔حالانکہ وہ بیچارے مظلوم ہوتے ہیں۔ان کو مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیا ان کمزوروں کا ہم کو درد نہیں؟اللہ حفاظت فرمائے۔

حضور ﷺ کے اخلاق حسنہ کا اثر

حضور ﷺ نے اخلاق حسنہ کی بدولت اسلام کو پھیلایا ہے،ایک شخص جو حضور ﷺ کی مخالفت پر تُلا ہوا تھا، آپ کی تبلیغ میں روڑہ بنا ہوا تھا ،راستہ میں کانٹے بچھاتا تھا،جب اس کا لڑکا بیمار ہوا تو حضور ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔اس سے اس کی خیریت اور حال دریافت فرماتے ہیں اس کا آخری وقت تھا، حضور ﷺ نے اس سے کہا کلمہ پڑھ لو،اس نے باپ کی طرف دیکھا تو باپ حضور ﷺ کے اخلاق سے اتنا متاثر ہو چکا تھا کہ اس نے کہا یَاوَلَدِیْ اَطِعْ اَبَاالْقَاسِمْ اے میرے بیٹے ابوالقاسم (یعنی حضور ﷺ) کی بات مان لو،چنانچہ اس نے کلمہ پڑھ لیا اسکے بعد اس کی جان نکل گئی۔

کیا یہ اخلاق اپنانے کے نہیں ہیں؟ آج مسلمانوں میں یہی چیز نہیں ہے، جس کی وجہ سے تنزلی آتی جارہی ہے، تعصب اور فساد کی آگ بھڑکتی جارہی ہے، مقررین سیرت کے موضوع پر تقریریں کرتے ہیں، لیکن اخلاق محمدی کے حصہ کو نظر انداز کر دیتے ہیں اسکی طرف توجہ ہی نہیں کرتے نہ اس قسم کے واقعات بیان کرتے ہیں۔

مسلمانوں کے اخلاق ہی غیر مسلموں کو متأثر کر سکتے ہیں

فرمایا مسلمانوں کے پاس اور تو کوئی چیز ہے نہیں (نہ حکومت، نہ عہدہ، نہ طاقت) جس سے دوسروں کو متأثر کر سکیں، بس اخلاق ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے وہ متأثر کر سکتے ہیں، ہمارے معاملات اور اخلاق حسنہ ہی سے غیر قومیں متأثر ہو سکتی ہیں، جیسے ہمارے اخلاق ہوں گے ویسا ہی ان پر اثر ہوگا، حضرت نے فرمایا کہ "الھیا" کا ایک ٹھاکر مجھ سے بہت اچھی طرح ملتا تھا، اس کے اندر بہت سی ایسی خوبیاں تھیں جو بہت سے مسلمانوں میں نہیں ہوتیں، اگر کوئی عیب اس کے اندر تھا تو بس اتنا تھا کہ وہ مؤمن نہ تھا، ورنہ بہت اچھا آدمی تھا، میرا اسکا بہت لین دین تھا مدرسہ کی وجہ سے مجھے اس سے کافی قرض لینا پڑتا تھا، اور وہ شخص ایسا تھا کہ جتنا بھی قرض لوں فوراً دے دیا کرتا تھا۔ چالیس چالیس ہزار تک میں نے قرض لیا ہے۔ اور مجھ سے کہا کرتا تھا کہ میں آپ کو جو قرض دیتا ہوں وہ بالکل حلال کمائی سے دیتا ہوں، اور دوسروں سے وہ سود بھی لیتا تھا لیکن مجھ سے سود نہ لیتا تھا، کبھی کسی قسم کی کوئی بات ہوتی تو فوراً خاموشی سے مجھے اطلاع کرتا تھا کہ دیکھو فلاں فلاں لوگ ایسی باتیں کر رہے تھے۔ متعصب معلوم ہوتے ہیں ان سے ہوشیار رہنا، الیکشن کے موقع پر پہلے سے یہاں آجایا کرتا تھا اور بتلا دیا کرتا تھا کہ فلاں فلاں لوگ متعصب ہیں وہ الیکشن میں کھڑے ہو رہے ہیں اگر وہ جیت گئے تو مسلمانوں کا نقصان ہوگا۔ عین وقت پر آجایا کرتا تھا مسلمانوں کی حمایت کرتا تھا، با اثر و با اقتدار تھا اس لئے لوگ اس کا خیال بھی کرتے تھے۔

اصل قصور مسلمانوں ہی کا ہے

میں تو کہتا ہوں کہ اصل قصور مسلمانوں ہی کا ہے، مسلمانوں نے اسلام کو ایسے انداز سے پیش ہی نہیں کیا جس کو دیکھ کر لوگ خود بخود اسلام کے قریب ہوتے، مسلمانوں نے اپنے اخلاق حسنہ کا نمونہ اور اچھا کردار پیش نہیں کیا اس لیے وہ جانتے ہی نہیں کہ اسلام

کیا چیز ہے۔ انہوں نے جو کتابوں میں پڑھا اور جو ان کو بتایا گیا اسی پر یقین کرلیا کہ واقعی اسلام ایسا ہی مذہب ہے ،اور مسلمان ایسے ظالم ہوتے ہیں اگر مسلمانوں کی عملی زندگی صحیح ہوتی ،ان کے معاملات اور اخلاق اچھے ہوتے تو اسکولوں کی تعلیم کا اتنا اثر نہ ہوتا جتنا ہو رہا ہے۔

مسلمانوں کے پاس اور کوئی چیز تو ہے نہیں جس کے ذریعہ کسی پر حکومت کرسکیں یا کسی کو متاثر کر کے اپنی طرف مائل کرسکیں ،ہاں بس ایک چیز ہے اور وہ اخلاق حسنہ ہیں جسکے ذریعہ ہم لوگوں کو اسلام سے قریب کرسکتے ہیں،اخلاق تو ایسی چیز ہے کہ آدمی اس سے پانی پانی ہو جاتا ہے، حسن اخلاق کی وجہ سے تو دل پر حکمرانی ہوسکتی ہے، لیکن کوئی کرنے والا تو ہو۔

میں نے ایک مرتبہ جلسہ میں تقریر میں کہا تھا کہ آپ لوگ فتنہ وفساد اور تعصب چلاتے پھرتے ہیں جو کرنا چاہیئے وہ نہیں کرتے ، کچھ آپ لوگ بھی تو ایسے کام کریئے جو آپ کے کرنے کے ہیں جن سے تعصب ختم ہوتا ہے ،اسلام کی اچھی تصویر پیش کیجئے، اسلام کا اچھا نمونہ ظاہر کیجئے ،اخلاق حسنہ کا مظاہرہ کیجئے۔ میں نے ان کو ایک مثال دی کہ فرض کرو ایک شخص گھر کا بڑا رئیس ہے۔اس کا بیٹا بیمار ہوا تو بڑے ڈاکٹر کے پاس وہ اپنی کار میں دکھانے لے گیا،اس کے بعد اس کے محلہ میں ایک چمار بیمار ہوا جو بیچارہ بالکل غریب ہے، کوئی اسکو پوچھنے والا نہیں۔ بڑے ڈاکٹروں سے ملاقات نہیں کرسکتا،اگر یہ رئیس آدمی اس چمار کو اسی طرح رات میں اپنی کار میں لے جا کر ڈاکٹر کو دکھلائے ،ڈاکٹر پوچھے گا کہ کون ہے ؟ اچھا فلاں صاحب ہیں وہ جلدی آئے گا،اور پھر جب وہ شخص اس چمار کا علاج کرائے گا،اس کی فیس بھی خود دے گا اور کہے گا کہ ڈاکٹر صاحب جس طرح آپ نے میرے بیٹے کا علاج کیا تھا اسی طرح اس کا بھی علاج کیجئے ۔کوئی کسر نہ اٹھار کھیئے گا، تو بتاؤ وہ ڈاکٹر اور چمار اس سے متاثر ہو گا یا نہیں،اور بھرے مجمع میں جب اُس ڈاکٹر کی موجودگی میں بڑے

بڑے لوگ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کریں گے تو یہ ڈاکٹر (بھی تو) اپنے زبان سے کہے گا کہ مسلمان ایسے نہیں ہوتے جیسا تم کہہ رہے ہو، تم نے مسلمان دیکھے نہیں، مسلمان ہم نے دیکھے ہیں، اسی طرح وہ بیمار جہاں کہیں بھی رشتہ داروں میں، شادیوں میں جائیگا۔ اور مسلمانوں کے خلاف کوئی بات ہوگی تو اس کی زبان کھلے گی یا نہیں، تو بتاؤ ایک حسن خلق نے کتنے لوگوں کے ذہن کو بدلا، صرف ایک آدمی کے اچھے اخلاق کی وجہ سے کتنے لوگوں کی بدگمانی دور ہو سکتی ہے، لیکن آج کا مسلمان اچھے اخلاق کا نمونہ پیش کرنا جانتا ہی نہیں۔ اسی وجہ سے لوگ اسلام سے بد ظن اور مسلمانوں سے متنفر ہوتے جا رہے ہیں، آج بھی اگر مسلمان اچھے اخلاق کا نمونہ پیش کریں تو تعصب کی بھڑکتی ہوئی آگ بجھ سکتی ہے۔

مسلمان آج بھی سربلند اور نیک نام ہو سکتے ہیں

حضرت کی خدمت میں دو شخص تعویذ لینے کے لئے آئے جو فصیح اردو بول رہے تھے اور سر میں ٹوپی بھی لگائے تھے حضرت نے ان کے چلے جانے کے بعد فرمایا کہ یہ دوہا (ہتورا کے قریب گاؤں) کے غیر مسلم پنڈت ہیں ان کے آباء واجداد پر ہمارے خاندان والوں کے بہت احسانات ہیں یہ لوگ بہت غریب تھے ہمارے خاندان کے بڑے لوگ ان کی مدد کرتے تھے ،غلہ ان کے گھر پہنچاتے تھے اُس احسان کو آج تک یہ لوگ نہیں بھولے اب اللہ نے ان لوگوں کو پیسہ والا بنادیا ہے لمبا کاروبار ہے الہ آباد میں رہتے ہیں اپنی گاڑی ہے۔ لیکن برابر آتے ہیں اور بہت اچھی طرح ملتے ہیں ایک مرتبہ بہت سے رحل و قرآن وغیرہ لاکر دیئے تھے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ غیر مسلم ٹوپی لگائے تھے حضرت نے فرمایا یہ ایسے لوگ ہیں کہ سب میں گھل مل کر رہ لیتے ہیں۔

ان کے خاندان کا ایک بڑا پنڈت تھا وہ بھی ہم لوگوں کو بہت مانتا تھا، وہ تو کہا کرتا تھا کہ ہم وہ زمانہ بھول نہیں سکتے جب تمہارے باپ دادا ہمارے گھر غلہ بھیجا کرتے تھے اور

خط کشیدہ عبارت حضرت نے اپنے قلم سے تحریر فرمائی۔

اپنے رشتہ داروں پر اتنا اعتماد نہ تھا جتنا ہم لوگوں پر تھا، کبھی کہیں باہر جاتا تو گھر کی عورتوں کی حفاظت کے لئے مسلمانوں سے کہہ جاتا عورتیں بیان کرتیں کہ مسلمان نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ اس سے وہ بہت متأثر ہوتے تھے۔

اچھے اعمال اچھے اخلاق کا اثر ہوتا ہے کوئی کتنا کہے کہ تعصّب ہے تعصّب ہے لیکن آخر اخلاق کا بھی تو کچھ اثر ہوتا ہے، دنیا میں ہر چیز کا اثر ہے دوا کا اثر ہے، ہوا کا اثر ہے اچھے اعمال اخلاق کا اثر نہ ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آج مسلمانوں نے یہ اعمال اور اخلاق چھوڑ دیئے اس لئے ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں ورنہ آج بھی اگر مسلمانوں میں یہ اوصاف پیدا ہو جائیں سچائی، امانت داری ایفائے وعدہ تو ہزار تعصّب سہی اپنا نقصان کوئی نہیں چاہتا وہ تو تلاش کر کے مسلمانوں ہی کو سر پر بٹھائیں گے۔

حکومت کے جبر وتشدد اور ظلم کا علاج

گجرات سے بعض معزز مہمان تشریف لائے تھے انہوں نے اپنے متعلقین کی بابت حضرت سے عرض کیا کہ ابتک وہ ٹاڈا میں بند ہیں، کوئی شنوائی نہیں، مسلمانوں پر ظلم ہوا، حضرت نے فرمایا بابری مسجد کی شہادت کے بعد بمبئی میں جو دھماکہ ہوا اس میں تو غیر مسلموں کا نقصان ہوا لیکن اس کے بعد سے حکومت نے جو طرز عمل اختیار کیا اس سے غیر مسلموں سے کہیں زیادہ مسلمانوں کا نقصان ہو چکا۔ حضرت نے فرمایا اسباب کے درجہ میں مناسب کوشش بھی کی جائے باقی اصل علاج اس کا انابت الی اللہ ہے، اللہ کی طرف رجوع ہوں، استغفار کریں خوب دعائیں کریں انشاء اللہ کوئی سبیل پیدا ہو گی۔

ایک صاحب نے حضرت کی خدمت میں پرچہ پیش کیا اس میں کچھ تفصیل لکھی تھی کہ حکومت مسلمانوں کو کس طرح ستا رہی ہے۔ مسلمانوں کی جتنی فیکٹریاں ہیں ساری فیکٹریاں بند کرا دیں فیکٹری والے کنگال ہو کر رہ گئے، فیکٹریوں میں تالے پڑ گئے اور یہ بیچارے کچھ نہیں کر سکتے، حضرت کو بہت افسوس ہوا، فرمایا چن چن کر مسلمانوں کو تباہ

کرنے میں لگے ہیں اس سے ملک کو کیا فائدہ پہنچے گا، کیا اس سے ملک ترقی کرے گا، ان کو بھی حضرت نے جواب تحریر فرمایا کہ اللہ کی طرف رجوع ہوں، استغفار کریں، اللہ سے دعاء کریں، روزی رساں تو اللہ تعالیٰ ہے ہزار طرح روزی پہنچا سکتا ہے۔ اس کے لیے کچھ مشکل نہیں، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی فکر کی جائے، ایک دروازہ بند ہوا تو وہ دوسرے دروازہ سے روزی پہنچا سکتا ہے۔

مسلمانوں کی بدحالی

مسلمان کا حال یہ ہے کہ ان سب حالات کو سنتا اور اخبار میں پڑھتا ہے لیکن ذرہ برابر اس کے دل میں چُبھن اور ٹیس نہیں ہوتی۔ اس کو افسوس نہیں ہوتا۔ اخبار پڑھ کر ریڈیو سن کر تذکرے تبصرے کرتا ہے اور اس کو ایک مشغلہ اور تفریح بنالیتا ہے۔ ہوٹل میں بیٹھے چائے پی رہے ہیں اور اخبار پڑھتے جارہے اور کوئی غم نہیں حدیث شریف میں آیا ہے کہ دنیا کے کسی کونہ میں اگر ایک مسلمان کو پریشانی اور تکلیف پہنچے اور اس کا حال معلوم ہو کر دوسرے مسلمان بھائی کو تکلیف نہ ہو تو اس کا ایمان کھوٹا ہے۔ اور یہاں ایسی بے حسی کہ اللہ کی پناہ حالات پڑھتے اور سنتے ہیں اور جوں نہیں رینگتی۔

مسلمانوں پر حالات آتے ہیں اور ہمیشہ سے آتے رہے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں لیکن ایسی بے حسی کا دور کبھی نہیں آیا۔ پہلے مسلمانوں پر اس طرح کے حالات آتے تھے تو اللہ کی طرف انابت ہوتی تھی، گناہوں سے توبہ کرتے تھے۔ اللہ کی طرف جھک جاتے مسجدیں بھی بھر جاتیں تھیں پھر اللہ کی مدد آتی تھی۔

اور اب ایسے حالات میں بھی مسلمانوں کو اللہ کی طرف رجوع ہونے کی توفیق نہیں ہوتی ورنہ کیا نہیں ہو سکتا ایک دن میں کایا پلٹ سکتی ہے، مسلمان صرف اتنا ہی کرلیں معاصی ناچ گانا اور ٹی وی سینما چھوڑ دیں اور نمازیں شروع کردیں مسجدیں بھر جائیں۔ پھر دیکھو ایک ہی رات میں کایا پلٹتی ہے یا نہیں، مسلمان کر کے تو دیکھیں، میں کہتا ہوں کہ انشاء اللہ مسلمانوں کے خلاف اسکیم بنانے والوں کا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔

الیکشن میں ہر ایک کو نہیں کھڑا ہونا چاہیئے

ایک صاحب حضرت کی خدمت میں آئے اور کہا کہ الیکشن میں کھڑا ہوں دعاء کر دیجئے کہ جیت جاؤں اور ایک تعویذ بھی دے دیجئے، اور ایک بار آپ اپنی زبان سے کہہ دیجئے کہ میں جیت جاؤں گا۔

یہ صاحب حضرت کے متعلقین میں سے تھے انکے حالات سے حضرت واقف تھے حضرت نے ان سے فرمایا کہ تم کو الیکشن میں کھڑے ہونے کو کس نے کہہ دیا۔ تم کو ووٹ کون دے گا، تم کو کتنے ووٹ ملیں گے کہنے لگے کہ اس سے پہلے بھی الیکشن میں کھڑا ہوا تھا حضرت نے پوچھا تو کتنے ووٹ ملے تھے ایک یاد و؟ اور فرمایا جب اپنی حالت تم کو معلوم ہے تو کیوں کھڑے ہو گئے تھے۔ ایسے موقعوں پر تو مسلمانوں کو کھڑا ہونا ہی نہ چاہیئے۔ تم کو سنک سوار ہوئی کھڑے ہو گئے، وہ صاحب کہنے لگے کہ حضرت دعاء دے دیجئے ایک بار زبان سے کہہ دیجئے تو میں جیت ہی جاؤں گا۔ اور ایک مخالف پارٹی کے لیڈر کا نام لے کر کہا کہ اس نے کہا کہ مولانا صاحب نے مجھ کو جیتنے کو کہہ دیا ہے میں تو اب جیت جاؤں گا، حضرت نے فرمایا میں کوئی خدا ہوں جو کہہ دوں گا اسکے خلاف نہ ہو گا؟ بندہ کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا اور خدا جو کہہ دے اس کے خلاف نہیں ہو سکتا، بندہ کو بندہ سمجھو خدا نہ بناؤ۔

حسن اخلاق کا مظاہرہ

رات کے وقت الیکشن کا عملہ ہتورا ہندی اسکول ڈیوٹی پر آچکا تھا۔ ہتورا سے متصل ایک چھوٹا دیہات "دوھا" ہے وہاں کی پولنگ کا انتظام علحدہ ہوتا ہے وہاں بھی عملہ آچکا تھا چونکہ یہ دیہات ہے کھانے پینے ہوٹل وغیرہ کا بھی کوئی معقول نظم نہیں۔ حضرت نے اپنے بیٹے کو ان حضرات کے پاس بھیجا اور یہ پیغام پہنچایا کہ آپ لوگ پریشان نہ ہوں جو ضرورت ہو بتلائیے ہم لوگ انتظام کریں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ ایک کمرہ ان کیلئے

خالی کرادو---- کسی صاحب نے کہا کہ وہ لوگ تو اس جگہ سے ہٹ نہیں سکتے ان کی ڈیوٹی ہی یہی ہے فرمایا کہ ہم کو تو اپنی طرف سے کہہ دینا چاہیئے۔ چنانچہ ان لوگوں سے کہا گیا آپ مدرسہ میں آکر آرام کیجئے انہوں نے عذر کیا کہ ہم لوگ یہاں سے ہٹ نہیں سکتے حضرت نے بستر اور چارپائی کا انتظام کردیا اور کھانے کے متعلق ان لوگوں نے کہا کہ اس کے لئے آپ پریشان نہ ہوں لیکن حضرت نے ان کے انکار کے باوجود ان کی شایان شان کھانے کا نظم فرمایا وہ سب اس سے بہت خوش ہوئے۔ اور اچھا اثر لیا۔

حضرت نے فرمایا ایسے موقعوں پر ان باتوں کا بہت لحاظ کرنا چاہیئے اسلام یہی سکھاتا ہے۔ اور یہی اسلامی اخلاق ہیں اور اخلاق ہی سے مسلمانوں نے دوسروں کا دل جیتا ہے، اخلاق ہی سے اسلام پھیلا ہے، محض مقابلہ اور سختی سے کام نہیں چلتا۔ آج تو مسلمان فوراً مقابلہ کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ میدان میں اتر آتا ہے اور اسلامی اخلاق کو نہیں اختیار کرتا۔ حالانکہ نرمی اور حسن اخلاق ہی سے دوسروں کے دل جیتے جاتے ہیں اس کا اچھا اثر پڑتا ہے اور اسی سے تعصب کم ہوتا ہے ایسے موقعوں کو غنیمت جاننا چاہیئے۔

الیکشن کے موقع پر حضرت اقدس کی فکر و جدّ و جہد

الیکشن کے موقع پر جب ووٹ پڑنے کا وقت قریب تھا حضرت کو بڑی فکر تھی کہ کہیں وہ پارٹی برسر اقتدار نہ آجائے جسکی نگاہ میں مساجد مدارس بہت کھٹک رہے ہیں ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں پارٹی والوں کی فہرست میں تین سو مسجدیں ہیں جن کو وہ شہید کرنا چاہتے ہیں حضرت نے فرمایا اس وقت دعاء کی بہت سخت ضرورت ہے۔ سب لوگ خوب دعاء کریں۔ اور اللہ کو ہمیشہ راضی رکھیں انشاء اللہ نصرت ہوگی۔

سیاسی لوگوں کو نیک مشورے دینا چاہیئے

حضرت سے تعلق رکھنے والوں، مشورہ کرنے والوں میں ہر طرح کے لوگ

ہیں الیکشن کے موقع پر ایک سیاسی لیڈر نے حضرت سے فون پر بات کی اور کچھ مشورے لئے گئے۔ اور وہ لیڈر صاحب ملائم سنگھ کی پارٹی کے تھے۔ حضرت نے مشورہ دیتے ہوئے ان سے فرمایا کہ میری طرف سے ملائم سنگھ سے کہہ دیجئے کہ اس وقت تو فلاں پارٹی کے مقابلہ میں سب ایک ہو جائیں۔ دوسری پارٹیوں کو اپنے ساتھ شامل کرلیں اسی میں سب کی بھلائی ہے تاکہ وہ پارٹی نہ آسکے ان صاحب نے کہا کہ میں فون پر ملائم سنگھ سے بات کرادوں آپ خود بات کرلیجئے حضرت نے فرمایا نہیں نہیں میں خود بات ہرگز نہیں کروں گا۔ مصلحت کے خلاف ہے۔ آپ میری طرف سے فون پر کہہ سکتے ہیں کہ فلاں نے کہا ہے، خود سفر کرکے جاسکتے ہیں کہ فلاں نے اس کام کے لئے بھیجا ہے، خود میرا بات کرنا مناسب نہیں۔ آپ نے چونکہ مشورہ لیا اور مشورہ نیک بات کا دینا چاہیئے جس میں سب کی بھلائی ہو۔ میں اچھی بات کا مشورہ دے رہا ہوں کہ اس میں سب کا اور ملک کا بھی نفع ہے کہ بھاجپا(۱) کے مقابلہ میں سب ایک ہو جائیں تاکہ وہ نہ آسکے، اس سے ملک کا بہت فائدہ ہوگا۔

حضرت نے فرمایا دوسروں کے مقابلہ میں فلاں لیڈر غنیمت ہے اس نے بہت سے کام کیئے ہیں جو کہا ہے کرکے دکھلایا ہے اور لوگ کہتے ہیں کرتے نہیں اور فرمایا کہ مسلمانوں کو تو بس اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیئے وہی کارساز ہے سب کے قلوب اسی کے قبضہ میں ہیں اسی سے دعاء کرنا چاہیئے۔

الیکشن کے موقع پر علماء و مشائخ کے لئے ضروری ھدایت

الیکشن کے موقع پر ہر طرح کے لوگ حضرت کی خدمت میں آتے ہیں اور مختلف پارٹیوں کے لیڈر نیتا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر کامیابی کی دعاء کراتے ہیں۔ حضرت اقدس مدظلہ العالی نے اپنے صاحبزادگان اور دیگر منتظمین وخدام سے فرمایا کہ کسی بھی پارٹی اور جماعت کا کوئی بھی فرد آئے ہر شخص سے اچھی طرح خوش مزاجی خندہ پیشانی سے ملاقات

(۱) یہ جملہ حضرت نے تصحیح کے وقت اضافہ فرمایا تھا۔ یہ واقعہ ۱۹۹۲ء کا ہے جبکہ بابری مسجد کا حادثہ پیش آیا تھا۔

کرو۔ اور اس طرح ملو کہ اس کو یہ خیال نہ ہونے پائے کہ یہ میرے ساتھ نہیں ہیں میرے مخالف ہیں۔ اور اتنا زیادہ بھی گھل مل کر نہ ملو کہ دوسروں کو خیال ہونے لگے کہ یہ ان کے ساتھ ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے وزیر مالیات بننے پر اعتراض

اشکال اور اس کا جواب

حضرت والا سورۃ یوسف کی تلاوت فرمارہے تھے، چند معتکفین بھی حضرت کا قرآن پاک سن رہے تھے، حضرت نے فرمایا یوسف علیہ السلام کا بڑا عجیب اور عبرتناک واقعہ ہے، انشاءاللہ آج اسی پر کہوں گا کہ اس واقعہ سے کون کون سی باتیں معلوم ہوئیں۔

اور فرمایا بعض لوگوں نے یوسف علیہ السلام کو "ڈکٹیٹر شپ" کا لقب دیا ہے، اور لکھا ہے کہ آپ شخصی حکومت کے طالب تھے، (نعوذ باللہ من ھذا القول) انبیاء علیہم السلام کی بابت اس طرح لکھنا کتنی بڑی جرأت کی بات ہے۔

اصل بات یہ تھی کہ اس وقت عام قحط پڑا ہوا تھا اور آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ میرے علاوہ کوئی ایسا منتظم نہیں ہے جو حسن تدبیر سے انتظام چلا سکے، امانت داری کے ساتھ کوئی نظام کو سنبھالنے والا نہیں تھا، جو لوگ تھے یا تو ان میں صلاحیت نہیں تھی یا صلاحیت تو تھی لیکن دیانت داری نہ تھی، ان حالات میں یوسف علیہ السلام کے علاوہ کوئی دوسرا شخص خزانہ کا امین بنتا تو اُس قحط سالی کے دور میں بڑا ظلم ہوتا اور مخلوق کا برا حال ہوتا۔ اس لیے سیدنا یوسف علیہ السلام نے خزانہ کا امین بننے کی پیشکش کی، اگر آپ شخصی حکومت ہی کے طالب ہوتے تو آپ بادشاہت اور شاہی تخت کا مطالبہ کرتے یا بعد میں اس کی کوشش کرتے، یہ تو ایک مصلحت اور ضرورت کی بنا پر یوسف علیہ السلام نے اپنے کو امین بنا کر پیش کر دیا۔ حضور ﷺ نے خود فرمایا کہ جو شخص دیکھ رہا ہو کہ اس کام کے کرنے کی

صلاحیت میرے اندر ہے اور میرے علاوہ دوسرے لوگ اس کام کو نہیں کر سکتے اس کو چاہیے کہ اپنے آپ کو خود پیش کردے۔ یوسف علیہ السلام نے بھی اپنے آپ کو اسی مصلحت کے پیش نظر پیش فرمادیا، اور فرمایا اِجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡم یعنی خزانہ کا نگراں مجھ کو بنادیجئے۔ میں حفیظ یعنی امانت دار بھی ہوں اور ماہر بھی ہوں۔ خیانت کرنے والا نہیں ہوں، نظام کو اچھی طرح چلا سکتا ہوں، اور حسن تدبیر میں ماہر ہوں۔

ہر کام میں کامیابی کے لئے دو باتیں ضروری ہیں

یوسف علیہ السلام کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی کام میں کامیابی کے لئے دو باتیں ضروری ہیں، امانت، اور مہارت، اگر مہارت یعنی کام کی صلاحیت ہو اور امانت داری نہ ہو تو ہر شعبہ میں آج جو حال ہو رہا ہے ہماری نگاہوں کے سامنے ہے اور اگر دیانت وامانت داری تو ہے لیکن مہارت نہیں یعنی کام کرنے کا سلیقہ نہیں تو بھی نظام نہیں چل سکتا، دیانت داری علحدہ چیز ہے وہ بھی اپنی جگہ پر ضروری ہے، لیکن اس کے ساتھ فن کی مہارت (یعنی جس کام میں لگا ہے اس کام کے کرنے کی صلاحیت واستعداد) بھی تو ضروری ہے، جب دونوں باتیں جمع ہوتی ہیں تب جاکر کہیں نظام درست ہوتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے ایسی تدبیر سے نظام سنبھالا تھا کہ لوگ دیکھ کر عش عش کرتے رہ گئے، سات برس تک مسلسل قحط جاری رہا لیکن تمام مصر والوں کو اور مصر کے علاوہ باہر کے لوگوں کو بھی برابر غلہ تقسیم فرماتے رہے، سات سال تک کا غلہ جمع کر کے محفوظ کر لیا تھا، گودام کے گودام بھرے تھے، اُس زمانے میں پاؤڈر وغیرہ کی بھی ضرورت نہ تھی جیسا کہ آج کل ضرورت پڑتی ہے ورنہ غلہ میں تو کیڑے لگ جاتے ہیں، سات سال تک کا غلہ ڈِرموں میں نہیں ہوگا اس کے لئے تو بڑے بڑے گودام بنے ہوں گے، جتنی ضرورت ہوتی تھی اتنا نکال لیا جاتا تھا باقی محفوظ کر دیا جاتا تھا، اس طرح حسن تدبیر کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام نے نظام چلایا۔

جس کو حکومت کرنا ہو انبیاء سے سیکھے

فرمایا جس کو حکومت کرنا ہو وہ انبیاء علیہم السلام سے سیکھے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ سکھاتا ہے، حضرت آدم علیہ السلام کو ایک زمانے تک چمچہ اور ہانڈی وغیرہ کے نام سکھائے گئے تھے اور اس زمانے کی یہی شریعت تھی۔

اور یوسف علیہ السلام کی دیانت داری اور تقویٰ کا یہ حال تھا کہ قحط کے زمانے میں پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا صرف اس وجہ سے کہ ہو سکتا ہے کہ بہت سے لوگ ایسے بھی ہوں گے جن کو پیٹ بھر کھانا بھی نصیب نہ ہوتا ہوگا کم از کم ان کے ساتھ مشابہت ہی ہو جائے، اور ہر وقت دروازہ کھلا رہتا تھا جو بھی آتا اس کو غلہ تقسیم کرتے تھے لیکن حساب وانتظام سے، ایسا بھی نہیں کہ جو بھی آرہا ہے ہر ایک کی جھولی بھرے دے رہے ہیں بلکہ افراد کے اعتبار سے تقسیم کرتے تھے جس کو آج اصطلاح میں کہتے ہیں کہ یونٹ کے اعتبار سے تقسیم ہوتا ہے۔ نظام اس طرح چلتا ہے، جس کو انتظام اور حکومت سیکھنا ہو انبیاء کی زندگی سے سیکھے۔

نام نہاد نو مسلموں سے ہوشیار رہو

ایک صاحب ایک شخص کو اپنے ساتھ لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ نو مسلم ہیں، انہوں نے اسلام قبول کیا ہے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں، (ان کی ظاہری شکل صورت اور گفتگو سے حضرت کو اطمینان نہیں ہوا، اس سے قبل بھی چند نو مسلم یہاں آچکے تھے اور بُرا کردار پیش کر کے یہاں سے ایسے واپس ہوئے کہ دوبارہ شکل تک نہ دکھائی) یہ نو مسلم صاحب حضرت کی خدمت میں تشریف لائے اور بیٹھتے ہی داستان سنانا شروع کر دی، اور بڑے بول بولنے لگے کہ میں نے جملہ مذاہب کا مطالعہ کیا، ہندو دھرم کو قریب سے دیکھا، مجھے ہندو مذہب سے نفرت ہوتی گئی اور اسلام مجھے سچا

مذہب سمجھ میں آیا، لیکن حضرت اقدس نے ان کی باتوں کی طرف توجہ نہ فرمائی، حضرت نے ان سے دریافت بھی فرمایا کہ آپ نے اسلام مذہب کیوں قبول کیا، لیکن طریقہ ولہجہ وہ اختیار کیا جس سے ان کی دلشکنی نہ ہو، وہ صاحب اپنی بات کہتے رہے حضرت نے خادم سے فرمایا کہ اچھا ان کو کھانا کھلاؤ (اس طرح نہ معلوم کتنے نو مسلم یہاں آکر جاسوسی کر کر کے واپس چلے گئے۔ اس لئے حضرت اقدس اس سلسلہ میں بہت محتاط ہیں، فوراً کسی کی بات پر جلدی اعتماد نہیں فرماتے۔ مؤمن کامل کی شان یہی ہوتی ہے کہ وہ بیدار مغز دوراندیش صاحب فراست ہوتا ہے، نہ کسی کو دھوکہ دیتا ہے اور نہ کسی سے دھوکہ کھاتا ہے)

حضرت کے ماموں جان کی دوراندیشی

فرمایا میرے ایک ماموں بہت ذہین تھے، ہتوراہی میں رہتے تھے، شروع شروع میں جب گاؤں گاؤں پردھان بننے کا سلسلہ جاری ہوا تو گاؤں میں پردھان چنے گئے، ہتورا میں بھی اس کا چرچا ہوا، کچھ لوگوں نے کہا کہ مسلمان پردھان بنے، کسی نے کہا کہ کوئی اور بنے، الغرض پہلا پہلا موقع تھا، ہر ایک کو بڑا شوق تھا، ماموں جان نے کہا کہ چمار کو بنادو، کچھ مسلمانوں نے اس کی مخالفت کی، ماموں جان نے کہا کہ آپ میری بات مان تو لیجئے، ابھی آپ کو یقین آئے یا نہ آئے لیکن بعد میں آپ لوگ بھی دیکھ لیں گے، ابھی تو آپ لوگ چمار ہی کو بنا دیجئے، چنانچہ ایک چمار کو پردھان بنادیا گیا، اس کا چرچا اور شہرہ پورے اطراف میں دور دراز مقامات میں ہوا کہ مسلمان بڑے ظرف والے ہوتے ہیں، مسلمانوں نے مل کر ایک چمار کو پردھان بنادیا، یہ واقعہ بہت مشہور ہوا، کچھ دنوں بعد جب حکّام اور افسران یہاں آئے اور چمار کے دروازے پر گاڑی کھڑی کی، چمار صاحب کو بلایا گیا بیٹھنے تک کا ٹھکانہ نہ تھا، پردھان صاحب کے گھر سے ایک چارپائی لائی گئی جس میں بچہ کا پیشاب وغیرہ تھا اس میں افسر صاحب کو بٹھایا گیا، افسر بڑا غصہ ہوا اور کہا کہ یہ کوئی پردھان ہے؟ بات کرنے کا بھی سلیقہ نہیں، اس کے بعد جب دوبارہ الیکشن کا نمبر آیا اور پردھان کا چناؤ ہوا

تو تمام چماروں نے مل کر ہاتھ جوڑ کر کہا کہ بھائی آپ ہی لوگ پردھان بنئے ہم نہیں بنیں گے، یہ تھی ماموں جان کی دوراندیشی، بڑے ذہین آدمی تھے، اگر ایسا نہ کرتے یہی چمار مقابلہ میں آتے،(۱)

فتنہ ہوتے ہوتے بچ گیا

فرمایا جھیرا میں ایک مرتبہ کسی نے گائے کی قربانی کی اور قربانی کر کے گائے کی ہڈی ہندوؤں کے دروازے کے سامنے پھینک دی، اس کی وجہ سے بڑا شور غل ہوا، فساد کا اندیشہ تھا، اطراف کے ہندوؤں نے بہت شور مچایا، مسلمانوں پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کرلیا چنانچہ اطراف کے تمام ہندو جمع ہوگئے۔ اور یہ طے کرلیا کہ تمام مسلمانوں کے گھروں کو لوٹنا ہے، ادھر ہتوراوالوں کو معلوم ہوا کچھ لوگوں نے الھیا کے ٹھاکروں کے پاس بھی اطلاع بھیج دی اور کہا کہ یہ قصہ پیش آیا ہے، غلطی ایک مسلمان نے کی ہے اور ہم لوگ خود اس کو سزا دینے کو تیار ہیں، اور ہم خود کہہ رہے ہیں کہ تم لوگ اس کو جو چاہو سزا دو، الھیا کے ٹھاکروں کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے کہا کہ اچھا ہم لوگ آرہے ہیں، چنانچہ بہت سے آدمی بالکل تیار ہو کر لاٹھی لئے ہوئے پگڑی باندھے ہوئے آئے، اُس زمانے میں جب لڑائی کے لئے تیار ہوتے تو ہاتھ میں لاٹھی لیتے اور پگڑی باندھا کرتے تھے یہ لڑائی لڑنے کا مخصوص لباس تھا، وہ ٹھاکر جب یہاں پہنچے تو یہاں کے ہندوؤں سے پوچھا کیا بات ہے، پوری بات سننے کے بعد ٹھاکروں نے یہاں کے ہندوؤں سے کہا کہ دیکھو ہم بھی بدلہ لینے آئے ہیں، غلطی واقعی ایک آدمی نے کی ہے ہم اس آدمی سے بدلہ لیں گے، اور مسلمان بھی اس کو سزا دینے کو تیار ہیں، جب مسلمان بھی سزا دینے کو تیار ہیں، اور غلطی صرف ایک ہی آدمی کی ہے تو پھر تمام مسلمانوں پر کیوں چڑھائی کی جارہی ہے۔ لیکن کچھ ضدی متعصب ہندو نہیں مانے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا، ٹھاکروں نے کہا کہ اگر تم مسلمانوں

(۱) یہ جملہ حضرت نے تصحیح کے وقت اضافہ فرمایا۔

پر چڑھائی کرو گے تو سن لو یہ ہمارے آدمی جو ہمارے ساتھ آئے ہیں سب لائن سے کھڑے ہیں۔ پہلے ان سے مقابلہ کرو، بعد میں مسلمانوں پر چڑھائی کرنا، اتنی بات سن کر یہاں کے جتنے ہندو تھے سب ڈر کر واپس چلے گئے، اور قضیہ ختم ہو گیا۔

حضرت نے فرمایا کہ واقعی اُس مسلمان نے غلطی کی تھی، اس نے ایسی حرکت کیوں کی، جس سے فتنہ ہو۔

ایک ہندو ٹھاکر کا قصہ

فرمایا اسی ہندو ٹھاکر کا قصہ ہے کہ وہ حبیب (حضرت کے بڑے صاحبزادے) وغیرہ سے کہا کرتا تھا کہ میری اور تو کوئی اولاد نہیں، بس تم ہی لوگ میرے لڑکے ہو، میرا اتنا مال ہے، اس کا کیا ہوگا، میری زندگی میں تم لوگ جو کام کرنا چاہو کرلو، میں پیسے دے دوں گا، حبیب سے کئی مرتبہ کہا کہ ایک بس چلوالو اس کے پیسے میں دوں گا، لیکن ہم لوگوں نے کبھی اس نگاہ سے دیکھا ہی نہیں بالآخر اس نے ایک مرتبہ خود پچیس ہزار روپے حبیب کے ہاتھ میں دیئے اور کہا کہ تم اس کے مالک ہو، جب اس کا انتقال ہو گیا میں نے فوراً اس کے بھائیوں کے پاس اطلاع بھیجی کہ ۳۵۰۰۰ ہزار رقم میرے پاس موجود ہے، فلاں بینک میں جمع ہے جب چاہو لے لو۔

اس کی رقم اور بھی بہت سے لوگوں کے پاس تھی لیکن انہوں نے ڈکار تک نہ لی، اخیر میں جب وہ بیمار ہوا تو بمبئی میں اس کا علاج ہوا، ہم لوگ بھی اس کا علاج کرانے گئے تھے، لیکن اس کا پیسہ خرچ نہیں کیا، بلکہ ہم لوگوں نے اس پر خرچ کیا، اس کے بھائیوں کے کھانے پینے کا انتظام ہم ہی لوگوں نے کیا۔

باب ۹
افریقی اور ہندوستانی مسلمانوں کو چند اہم مشورے

افریقہ سے آئے ہوئے بعض مہمانوں کے سامنے حضرت نے فرمایا میں افریقہ گیا تھا اور وہاں میں نے لوگوں کو کچھ مشورے دیئے تھے الحمد للہ بعض باتوں پر عمل ہوا ہے لیکن باقی پر نہیں ہوا، ضرورت ہے کہ سب باتوں پر عمل ہو جائے اور زائد سے زائد لوگوں تک یہ باتیں پہنچائی جائیں۔

دعوت و تبلیغ اور مدارس و مکاتب کے قیام کی ضرورت

ایک مشورہ میں نے ان کو یہ دیا تھا کہ مدارس و مکاتب جگہ جگہ قائم کریں، بستی بستی گاؤں گاؤں مکاتب کا جال پھیلادیں اس کی آج کل بہت ضرورت ہے۔ آگے چل کر بچہ کچھ بھی پڑھے کچھ بھی بنے۔ لیکن شروع میں اس کے عقائد تو درست ہو جائیں۔ اسلام کی موٹی موٹی باتیں اس کے ذہن میں راسخ ہو جائیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس پر عمل ہوا ہے کافی مدرسے قائم ہو گئے جن میں دینی تعلیم ہو رہی ہے۔

لیکن ضرورت اس کی ہو کہ سب لوگوں کو دین کی طرف آمادہ کیا جائے، اور طے کرلیں کہ دین کا کام کرنا ہے۔ مقصودِ زندگی اسی کو بنالیں، کھانا پینا اور تنخواہ مقصود نہ ہو بلکہ کام مقصود ہو۔ اور اس کے لئے بالکل کمربستہ ہو جائیں، گھر گھر جا کر لوگوں کو دعوت دی جائے، انبیا علیہم السلام جتنے بھی آئے انہوں نے ایک جگہ بیٹھ کر کام نہیں کیا، چل پھر کر لوگوں کو دعوت دی۔ گشت کیا ہے، ہم کو بھی اسی طرح کرنا چاہیے۔ اپنی طرف سے جتنا ہو سکے اس میں کسر نہ اٹھا رکھیں،۔ ہمارے بس میں جتنا ہے اتنا تو کرلیں آگے اللہ تعالیٰ کر ےگا اللہ تعالیٰ تو یہی دیکھتا ہے کہ تمہارے بس میں جتنا ہے وہ تم نے کیا یا نہیں۔

پڑھانے کے لیے دوسرے ملک جانے والوں کو تنبیہ

اور جو لوگ باہر پڑھانے کے لئے جاتے ہیں کہنے کو کوئی کچھ بھی کہے کہ ہم دین

ئے لئے جاتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ دنیا کمانے جاتے ہیں۔ دین کا کام کیا یہاں نہیں ہو سکتا؟ کیا یہاں دین کی ضرورت نہیں ہے؟ آخر یہاں بھی تو مدرسے ہیں اور یہاں بھی تو دین کی ضرورت ہے پھر یہاں کیوں نہیں کام کرتے۔ جس کو دیکھو باہر بھاگا چلا جارہا ہے۔ یہ دین نہیں بلکہ دنیا حاصل کرنے جارہے ہیں، البتہ اگر واقعی کوئی شخص ایسا ہو کہ اس کے جانے سے وہاں دین کا کام زیادہ ہوگا تو اس کے لئے مناسب ہے وہ جاسکتا ہے۔ لیکن عام طور سے جو لوگ جاتے ہیں ان کا مقصود تو تنخواہ ہوتا ہے چونکہ وہاں تنخواہ زیادہ ملتی ہے اس لیے وہاں جاتے ہیں، معلوم ہوا کہ تنخواہ مقصود ہے پڑھانا مقصود نہیں، اس طرح پڑھانے سے ثواب تو ملے گا نہیں۔ اس سے بہتر تو یہ تھا کہ آدمی تجارت کر کے دنیا کماتا۔ علم دین کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بناتا، حدیث شریف میں اس کی سخت وعید آئی ہے۔ اور سچے تاجر کے لئے بشارت آئی ہے کہ اس کا حشر انبیاء، شہداء، صدیقین کے ساتھ ہوگا۔ اگر دنیا ہی کمانا ہے تو تجارت کے ذریعہ دنیا کمائے، علم دین کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ کیوں بناتا ہے۔

حضرت کے بعض قریبی متعلقین میں سے ایک صاحب کو پڑھانے کی واسطے لندن اور افریقہ کے لوگ بلا رہے تھے حضرت نے ان کے متعلق فرمایا کہ میں نے ان سے یہی کہا تھا کہ یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ تم وہاں جارہے ہو اور تمہارا مقصد صرف تنخواہ ہے۔ تم خود ہی سوچ کر بتلاؤ کیا محض دین کے کام کی وجہ سے وہاں جارہے ہو یا اس لیے جارہے ہو کہ وہاں تنخواہ زیادہ ہوگی؟ اگر وہاں بھی تنخواہ کم ہوگی تو وہاں سے بھی بھاگ آؤ گے۔ دین کے کام کی یہاں بھی ضرورت ہے، یہاں کیوں نہیں کام کرتے، دو چار سو جو مل جائیں اسی پر قناعت کرو۔ مقدر کا جو ہوتا ہے وہ مل کر رہتا ہے اور روزی تو مقدر ہی کی ہوتی ہے نہ معلوم کیوں لوگ زیادہ اس کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔

باہر جا کر نہ گھر والوں کی فکر نہ رشتہ داروں سے تعلق، خاندان والے اور اپنے سب چھوٹ جاتے ہیں، کسی کی کچھ خبر نہیں رہتی کہ کون کس حال میں ہے، اور اگر دنیا ہی کمانا مقصود ہو تو تجارت ہی کرو، تمہاری تجارت چل ہی رہی ہے اسی کو فروغ دو، چنانچہ وہ صاحب پھر نہیں گئے اور حضرت کے مشورہ کے مطابق تعلیم و تدریس میں مشغول ہیں۔

پولیس اور سرکاری محکموں میں حصہ لینے کی ضرورت

دوسری بات میں نے ان لوگوں سے یہ کہی تھی کہ آپ حضرات اس کی کوشش کریں کہ اپنے لوگ سرکاری عہدوں، پولیس اور مختلف محکموں میں زائد سے زائد ملازم ہوں اس کی آج کل بڑی سخت ضرورت ہے۔ ورنہ حکومت میں جب اپنے لوگ نہیں ہوتے کام میں بڑی دشواری پیش آتی ہے، بسا اوقات یہ لوگ بڑا ظلم کرتے ہیں کروڑ پتی آدمی تو کھڑے منھ تاکا کرتا ہے۔ گھنٹوں انتظار میں بیٹھتا ہے پھر بھی کام نہیں ہوتا۔ چھوٹا سا ملازم چپراسی نچائے نچائے پھرتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ کوشش کرکے زائد سے زائد اپنے لوگوں کو پولیس اور دوسرے محکموں میں بھرتی کیا جائے۔

اور افریقہ میں عام طور سے سرکاری محکموں میں حصہ نہ لینے کی اصل وجہ قلت تنخواہ ہے۔ اسکے لئے میں نے ان کو مشورہ دیا تھا کہ اس کا انتظام بھی آپ لوگ اپنے طور سے کرلیا کریں۔ اس کی ایک شکل یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کچھ لوگ مل کر ایک فنڈ قائم کریں اور جو مسلمان پولیس اور دوسرے محکموں میں بھرتی ہو ان کی تنخواہ کا انتظام اس فنڈ سے بھی کیا جائے، ایک تو تنخواہ ان کو حکومت سے ملتی ہے اور وہ کم ہوتی ہے۔ اس کمی کو فنڈ سے پورا کیا جائے، یا اس کے علاوہ کوئی بھی شکل اختیار کی جائے، لیکن مسلمانوں کو سرکاری دفاتر اور مختلف محکموں، عہدوں اور پولیس میں بھرتی ہونا چاہیئے۔

مسلمانوں کو پرائیوٹ اسپتال اور نرسنگ ہوم قائم کرنے کی ضرورت

ایک مشورہ میں نے یہ بھی دیا تھا کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے طور سے ہسپتال، نرسنگ ہوم قائم کریں اس کی بھی بہت سخت ضرورت ہے، ورنہ وقت پر بڑی دشواری پیش

آتی ہے۔اور غیر مسلموں کی سازش اور باقاعدہ اسکیم ہے کہ مسلمان عورتیں علاج کے لئے آئیں تو ایسا انجکشن لگادو کہ آگے چل کر اولاد کا سلسلہ ہی بند ہو جائے اور ہونے والے بچہ کے لئے بھی ایسی صورت کرو کہ آئندہ اس کے بھی اولاد نہ ہو، یا کچھ دنوں کے بعد مر جائے۔یا زندہ رہے تو بالکل ناکارہ لنگڑی، لولی، اپاہج ہو جائے ایک صاحب نے مجھ سے خود پورے وثوق سے بتلایا تھا کہ یہ ان کی اسکیمیں ہیں۔اور باقاعدہ پرچے چھپے ہیں جو خاص خاص ڈاکٹروں کو روانہ کئے گئے ہیں وہ پرچے میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں ان پرچوں میں ڈاکٹروں کو اسی قسم کی ہدایات دی گئی ہیں۔اور جب بھڑکایا جاتا ہے، تو پھر آگ بھڑک اٹھتی ہے۔وہ ایسا کرنے بھی لگتے ہیں اللہ حفاظت فرمائے۔

اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے طور سے نرسنگ ہوم قائم کریں، عورتوں کے علاج کا نیز زچہ بچہ کا بھی انتظام معقول کریں، مسلمان ڈاکٹر پرائیوٹ طور پر ایسے ہسپتال قائم کریں۔اور چندہ کرکے بھی غریبوں کے علاج کیلئے ہسپتال کھولیں ۔یہاں تو چھوٹا سے چھوٹا ڈاکٹر بھی پچاس اور سو (۱۰۰) روپے سے کم فیس نہیں لیتا بیچارے غریب جس کے کھانے کے لالے پڑے ہوں وہ فیس دے کر کیسے علاج کرائے گا۔وہ تو سوچے گا کہ پچاس روپے کا آٹا دال اتنے دن چلے گا اس لئے میں کہہ رہا ہوں کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ غریبوں کے لئے چندہ کر کے ہسپتال قائم کریں جہاں بہت سے اخراجات ہوتے ہیں یہ بھی ایک خرچ نکال لیں۔ایک مشت خرچ کرتے ہوئے کھلتا ہو تو اس کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ روزانہ گولک میں دو چار آنہ ڈال دیا کریں مہینہ بھر میں بیس روپے ہو ہی جائیں گے۔وہی پیسے چندہ میں دے دیا کریں۔اگر ہر دوکاندار اس طرح کرنے لگے تو کتنے ہسپتال آسانی سے کھل سکتے ہیں۔

ڈاکٹروں کا حال یہ ہے وہ کچھ ایثار نہیں کرنا چاہتے، بس انہیں کمانے ہی کی دھن سوار ہے، تھوڑا وقت نکال کر غریبوں کے لئے کچھ ایثار کر دیا کریں یہ ان سے نہیں ہوتا،

سب کچھ دنیا ہی میں لینا چاہتے ہیں۔ کچھ آخرت کے لئے بھی تو کرنا چاہیئے۔ میرے پاس ایسے وسائل نہیں، سرمایہ نہیں ورنہ باندا میں ایسا انتظام کرتا اور جو کیا ہے بس چل رہا ہے جب تک چل رہا ہے (۱)۔ ڈاکٹر ایثار کرنے کو تیار نہیں۔

حضرت رائپوریؒ نے فرمایا کہ جو لوگ اپنی لڑکیوں کو انگریزی پڑھاتے ہی ہیں ان کو یہ چاہیے کہ صرف انگریزی ہی پڑھا کر نہ چھوڑ دیا کریں بلکہ ڈاکٹر بھی بنا دیا کریں، اس کی بھی بڑی سخت ضرورت ہے، "حضرت نے ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ارشاد فرمایا تھا میں بھی موجود تھا ایک صاحب نے کہا حضرت آپ یہ فرما رہے ہیں یہ حضرت نے ارشاد فرمایا آپ کے لئے تو نہیں کہہ رہا ان کے لئے کہہ رہا ہوں جو لڑکیوں کو انگریزی پڑھاتے ہیں ان کو مشورہ دے رہا ہوں کہ جب تم کو انگریزی پڑھانی ہے تو کم از کم وہ صورت اختیار کرو جس سے مسلمانوں کو فائدہ پہونچے"۔

زبان و تہذیب کی حفاظت

ایک مشورہ میں نے یہ دیا تھا کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنی تہذیب، زبان، لباس کی حفاظت کریں، دوسری تہذیبوں میں مدغم نہ ہو جائیں، کسی بھی قوم کا بقاء ان ہی دو چیزوں سے ہوتا ہے۔ قومیں زندہ رہتی ہیں زبان و تہذیب سے، ہندوستان میں اسلام آیا عرب سے مسلمان آئے، عربی زبان لے کر آئے تھے لیکن ان کی زبان ختم ہو گئی ان کی تہذیب یہاں کی تہذیب میں مدغم ہو گئی تو ان کا وجود بھی ختم ہو گیا۔ آج کوئی ان کو جاننے والا نہیں۔

مسلمانوں نے یہاں نو سو سال حکومت کی ہے اور ہندو قوم اپنے اپنے گھروں میں اپنے طور سے ہندی پڑھتے پڑھاتے سیکھتے سکھاتے تھے۔ آج ان کی زبان زندہ ہے ان کی

(۱) حضرت نے باندا میں ایک اسپتال "محمدی اسپتال" کے نام سے قائم فرمایا ہے۔

۔ اخیر کی پانچ سطریں حضرت نے تصحیح کے وقت اپنے قلم سے تحریر فرمائیں۔

تہذیب باقی ہے اور وہ برسر اقتدار ہیں لیکن افسوس کہ آج مسلمان اردو پڑھانے کو تیار نہیں۔ الغرض مسلمانوں کو چاہیۓ کہ اپنی اسلامی تہذیب اپنا لباس اپنی زبان محفوظ رکھیں اس کی بہت اہمیت ہے۔

گجرات سے جو لوگ افریقہ جاتے ہیں ان کو تاکید کیجۓ کہ گجراتی ہی زبان استعمال کیا کریں، ضرورت کے وقت دوسری زبان استعمال کریں اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اپنے طور پر اور آپسی گفتگو اور گھر میں گجراتی زبان ہی استعمال کریں، اور اپنے مدارس میں تو گجراتی زبان کو بالکل لازم کردیجۓ تاکہ زبان محفوظ رہے۔(۱) اور باہر جانے والوں کو مجبور کیجۓ اور بار بار تاکید کیجۓ کہ اسلامی تہذیب، اپنی زبان لباس کو باقی رکھیں وہاں کی تہذیب میں مدغم نہ ہو جائیں۔ اگر چاہیں تو کیا ایسا کر نہیں سکتے ؟ صولبہ میں ایک صاحب کو دیکھا کہ شاندار عربی بولتے تھے۔ لوگوں سے ملاقات ہوتی تو عربی میں بات کرتے۔ لیکن جب اپنے گھر جاتے تو گھر والوں سے اردو ہی میں بات کرتے اور اسی کی تاکید کرتے صرف اس لئے تاکہ اس کی بھی عادت باقی رہے ورنہ یہ ظاہر ہے کہ تمام زبانوں کے مقابلہ میں عربی بولنا لکھنا ہی افضل اور مسلمان کے لئے شرف کی بات ہے کیونکہ وہ ہماری مذہبی زبان ہے جس کے بہت فضائل وارد ہوئے ہیں۔ یہاں بھی مسلمانوں کو چاہیۓ کہ ضرورت کی وجہ سے دوسری زبانیں سیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن عربی اردو اپنے لئے بالکل لازم کرلیں۔ اور اپنی بول چال میں وہی بولا کریں۔

نوکر چاکر، نوکرانیوں ماماؤں سے چوکنّا رہنے کی ضرورت

ایک مشورہ میں نے ان کو یہ دیا تھا کہ وہاں عام طور پر گھروں میں ماما اور نوکرانیوں کے رکھنے کا معمول ہے اور یہ بھی معمول ہے کہ گوروں سے نہیں کالوں سے کام لیتے ہیں۔ انہیں کو نوکر رکھتے ہیں۔ ان کی عورتیں گھروں میں گھس کر کام کرتی ہیں۔ وہ بڑی خطرناک

(۱) یہ گفتگو حضرت گجرات کے لوگوں سے فرمارہے تھے۔

ہوتی ہیں۔ گھر کا سارا بھید لے کر باہر اگلتی ہیں۔ اس لیے ان سے پرہیز کریں ان سے خدمت لینے میں بھی احتیاط کریں۔ اس سے کم تنخواہ میں اپنے ہندوستان کی غریب عورتوں کو لے جایا کریں۔ اس سے کم تنخواہ میں بھی وہ بہت خوش ہو جائیں گی ان کے رہنے کے لئے جھونپڑی بنا دیں وہ زیادہ مفید رہیں گی ان سے نقصان نہیں ہوگا۔ وہ ہر طرح خیر خواہی کریں گی سال دو سال کا ویزا مل ہی جاتا ہے۔ اتنی مدت رکھ کر واپس کر دیں پھر دوسروں کو بلالیں۔ لیکن غیر ملکی اور دوسرے لوگوں سے خدمت لینے سے پرہیز کریں۔ عورتوں کے ساتھ ان کے مردوں کے لئے بھی کوئی کام تجویز کر دیں دوکان میں ملازم ہی رکھ لیا کریں آخر ملازم رکھتے ہی ہیں تو اپنے وطن کے لوگوں کو رکھ لیں تو کیا نقصان ہے ہر دو سال میں بدل دیا کریں۔

شادی اپنے یہاں کی عورتوں سے کرنا چاہیے

(۶) ایک مشورہ میں نے ان کو یہ دیا تھا کہ شادی کرنے میں وہاں کی عورتوں کے مقابلہ میں یہاں کی عورتوں کو ترجیح دیں وہاں بھی رشتہ کریں لیکن یہاں سے بھی شادی کر کے لے جائیں گو غریب عورت ہی کیوں نہ ہو، بیچاری کی زندگی بن جائے گی اور وہ خوشی سے راضی بھی ہو جائے گی۔ اور جتنا وہاں کی عورتوں کے ساتھ کرنا پڑتا ہے اس سے کم پر وہ راضی اور خوش رہیں گی۔ وہ اسی کو جنت سمجھیں گی کیونکہ وہاں اور یہاں کے معیار میں فرق ہے اس لئے کوشش یہی کرو کہ یہاں کی عورتوں سے بھی شادی لوگ کیا کریں اس سے تمہاری تہذیب اور زبان بھی محفوظ رہے گی۔ یہاں کی عورتیں جائیں گی یہاں کی تہذیب لے کر جائیں گی یہاں سادگی، تواضع زیادہ ہے اس کا اثر پڑے گا۔ (۱)

---

(۱) خط کشیدہ عبارتیں حضرت نے اضافہ فرمائیں۔

ہر کام اللہ کے واسطے ہونا چاہیے

ہمارے جتنے بھی کام ہوں ان میں مقصود اللہ کی رضا و خوشنودی ہو محض دنیا ہی مقصود نہ ہو۔

یہ چند مشورے میں نے ان لوگوں کو دیئے تھے الحمدللہ بعض باتوں پر تو عمل شروع ہو گیا ہے، ضرورت ہے کہ سب باتوں پر عمل ہو۔ اور ان باتوں کو زائد سے زائد لوگوں تک پہنچایا جائے۔

باب ۱۰ متفرقات

ایصال ثواب کا ایک آسان طریقہ

فرمایا پہلے زمانے میں آج کی طرح رسومات اور بدعات کا اتنا رواج نہ تھا کہ انتقال ہو جانے کے بعد سب برادری کے لوگوں کو جمع کیا جاتا ہے رسمی طور پر قرآن خوانی ہوتی ہے، رسمی طور پر کھانا کھلایا جاتا ہے، دور دراز سے لوگ سفر کر کے آتے ہیں، مخصوص طریقہ کے مطابق کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ ہوتی ہے پھر وہ کھانا تقسیم کیا جاتا ہے۔ یہ سب رسمی اور رواجی نام نمود اور شہرت کے طریقے ہیں، پہلے زمانے میں یہ طریقے نہ تھے پہلے تو طریقہ یہ تھا کہ جب کسی کا انتقال ہو جاتا تو اس کے ورثاء میت کی طرف سے (اپنے مال سے) کسی غریب فقیر محتاج کو کچھ عرصہ تک مسلسل کھانا کھلاتے رہتے تھے۔ اس میں نام نمود شہرت بھی نہ ہوتی تھی، یہ طریقہ اچھا ہے نام نمود شہرت کے لئے جو کام ہو اس میں ثواب نہیں ہوتا۔

حضرت کے ماموں کا حال

فرمایا میرے ایک رشتہ کے ماموں تھے ان کی فارسی کی اچھی صلاحیت تھی، اکثر مثنوی شریف کا مطالعہ کیا کرتے تھے، عصر کے بعد چارپائی پر بیٹھ کر لوگوں کو مثنوی شریف سنایا کرتے تھے، مجھے بہت چاہتے تھے، بعد عصر مسجد کے سامنے کتاب دیکھا کرتے تھے، مجھے گھر جانا ہوتا تھا تو اپنے ماموں کے پاس سے نہیں گزرتا تھا بلکہ رعب اور ادب و عظمت کی وجہ سے دور کے راستہ سے نکل جاتا تھا، میرے دل میں ان کی اتنی ہیبت تھی کہ قریب سے گزرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

کاتبوں کی حماقت وجہالت پر افسوس

عشاء کے بعد طلبہ کو آداب المتعلمین سناتے ہوئے فرمایا کہ اس کی کتابت میں بڑی غلطیاں ہیں آدھا جملہ سطر کے اخیر میں ہے اور بقیہ دوسری سطر کے شروع میں، ایک ہی سطر میں جملہ پورا ہونا چاہیے، یہ کاتب کی غلطی ہے لوگ سمجھیں گے کہ اِس کتاب کے مصنف ہی نے اسطرح لکھا ہوگا، وقت ہو تو کتابت بھی خود ہی کرنا چاہیے، آج کل لوگ کاتب تو ہو جاتے ہیں لیکن لکھنے کی تمیز نہیں ہوتی، بس الفاظ اور حروف کی مشق کر لیتے ہیں، باقی جاہل کے جاہل ہوتے ہیں۔

حیاو شرم

فرمایا الحیاء شعبۃ من الایمان (یعنی حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے) میں تنوین تعظیم کی ہے، مطلب یہ ہے کہ حیا ایمان کا بہت بڑا شعبہ ہے، محدثین نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

خط میں قطمیر لکھنا

ڈاک لکھی جارہی تھی بعض خطوط کی پشت پر "قطمیر" لکھا ہوا تھا حضرت نے فرمایا معلوم نہیں اس کو لوگ کیوں لکھتے ہیں۔ اس کے لکھنے سے کیا فائدہ، اس کی وجہ ابتک سمجھ میں نہیں آئی خوامخواہ ہی لوگ لکھ دیا کرتے ہیں۔

(ایک کتاب میں دیکھا تھا کہ قدیم زمانے میں سرکاری کاغذ اور اہم مضمون پر قطمیر لکھ دیا جاتا تھا جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ یہ سرکاری اہم فائل ہے اس کو ضرور پہنچایا جائے، عربی لغت میں قطمیر کے معنی "کھجور کی گٹھلی کا باریک چھلکا" کے آتے ہیں۔ نیز اصحاب کھف کے کتے کا نام بھی تھا بعد میں جہالت کی وجہ سے لوگ حقیقت تو بھول گئے اور محض عمل سمجھ کر لکھنے لگے اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح لکھنے سے خط ضرور پہنچ جائے گا یہ خیال غلط ہے۔ واللہ اعلم۔ (جامع)

حضرت کا اپنا ایک واقعہ

پیر تو کہتا ہے کہ مرید کھانا نہ کھائیں گے اور مرید کھانا چاہتے ہیں۔

حضرت نے اپنا ایک واقعہ سنایا کہ جب میں سہارنپور میں پڑھتا تھا علاقہ سے کچھ لوگ سہارنپور گئے اور حضرت شیخ الحدیثؒ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور وہ وقت حضرتؒ کی تصنیف و تالیف کا تھا، اس وقت کسی سے ملاقات نہ کرتے تھے، لیکن ان لوگوں نے بہت اصرار کیا کہ ابھی ملنا ہے میں نے ہر چند سمجھایا لیکن انہوں نے کہا کہ ہم کو صرف مصافحہ کرنا ہے اور فوراً واپسی ہے میں نے کہا کہ ابھی تھوڑی دیر میں کھانا کھلایا جائے گا حضرت والا تشریف لائیں گے اس وقت مصافحہ کر لیجئے گا۔انہوں نے کہا کہ نہیں ہم کو کھانا بھی نہیں کھانا ہے صرف مصافحہ کر کے جلدی واپس ہونا ہے۔ بہر حال ان کے اصرار کی بنا پر میں اندر گیا اور پوری بات عرض کر دی حضرت نے فرمایا کہ اگر ایسی بات ہے تو بلا لو جب وہ لوگ اندر گئے اور مصافحہ سے فارغ ہو گئے تو حضرت نے دریافت کیا کہ کھانا کھایئے گا؟ کہنے لگے کہ اگر حضرت فرمائیں تو بطور تبرک کے کھالیں گے ،اب صاحب انہوں نے کھانا بھی کھایا، حضرت کھانے کے وقت جب تشریف لائے تو فرمایا کہاں ہے صدیق اس نے تو کہا تھا کہ یہ مہمان کھانا نہیں کھائیں گے۔ پھر فرمایا کہ صدیق کے مرید تو ایسے ہیں پیر تو کہتا ہے کہ یہ حضرات کھانا کھا کر آئے ہیں نہ کھائیں گے اور مرید کھانا چاہتے ہیں۔اور فرمایا کہ سب کو کھانا کھلاؤ مگر صدیق کو نہ دو میں بہت نادم ہوا۔ جا کر معافی مانگی تو فرمایا کہ ارے میں ناراض نہیں ہوں میں نے تو یوں ہی کہہ دیا تھا، آئے دن مجھ کو خود تجربہ ہوتا رہتا ہے کہ لوگ کیسی کیسی حرکتیں کرتے ہیں۔اور فرمایا میں تو یہ دیکھنا

چاہتا تھا کہ تیرے مرید کیسے ہیں احقر نے عرض کیا حضرت یہ میرے مرید نہیں ہیں البتہ ان سے مراسم ہیں (۱)۔اس کے بعد حضرت نے اپنے ہمراہ احقر کو کھانا کھلایا۔ بڑی شفقت فرماتے تھے۔اللہ پاک بہتر اجر عطاء فرمائے۔

حضرت کے بچپن کا حال

فرمایا بچپن میں مجھے پڑھنے کے لیے باہر جانا تھا کرایہ کا کچھ انتظام نہ تھا ماموں جان تشریف لائے ہوئے تھے ان کی جیب سے میں نے دو روپے نکال لیے اور چلا گیا تھا، اس وقت بہت تنگدستی تھی بڑی عسرت میں ہم لوگوں نے زندگی بسر کی ہے۔ آئے دن گھر میں فاقے ہوتے رہتے تھے، میری دادی کبھی مجھے چپکے سے کھلادیا کرتی تھیں، میری دو بہنیں جو مجھ سے چھوٹی تھیں کئی کئی دن فاقہ سے رہتی تھیں ایک پانچ برس کی تھی اور ایک سات برس کی دونوں کا انتقال والد صاحب کے بعد ہو گیا ایک کا تین دن بعد اور دوسری کا چند ماہ کے بعد اب میں صرف تنہا ہوں۔

آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت فرشتوں کے اعتراض کی حقیقت

بیضاوی شریف کا درس دیتے ہوئے فرمایا کہ میں اپنی زمانہ طالب علمی ہی میں حضرت تھانوی ؒ کا بہت معتقد ہو گیا تھا۔ جلالین شریف پڑھنے کے زمانے میں بیان القرآن دیکھا کرتا تھا اس کو دیکھنے کے بعد خود بخود اعتقاد پیدا ہو گیا۔

آدم علیہ السلام کی پیدائش اور خلافت کے وقت فرشتوں نے جو اعتراض کیا تھا اس کے تحت مفسرین نے نامعلوم کیا کیا لکھا ہے کہ فرشتوں نے اللہ پر اعتراض کیوں کیا،

(۱) خط کشیدہ عبارتیں حضرت نے اپنے قلم سے اضافہ فرمائیں۔

بڑی لمبی لمبی بحثیں کی ہیں لیکن حضرت تھانویؒ نے ایک جملہ سے پوری بات بالکل صاف کردی فرمایا کہ فرشتوں کا مقصد اعتراض ہرگز نہ تھا بلکہ مطلب یہ تھا کہ آپ کی تقدیس و تحمید تو ہم کرتے ہیں اس کے علاوہ بھی کوئی اور کام سپرد کریں گے اس کو بھی کریں گے دوسروں کی کیا ضرورت ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی کا کوئی غلام یا نوکر ہو اور آقا دوسرا غلام خریدنا چاہے تو یہ غلام کہے کہ جناب ہم تو خدمت کے لئے ہر وقت حاضر ہیں ہمارے ہوتے ہوئے دوسرے خادم کی کیا ضرورت نا معلوم وہ دوسرا غلام کیسا ہو کہیں خون خرابا نہ کر بیٹھے، کوئی نیا فتنہ کھڑا کردے، بس اسی طرح ملائکہ نے بھی حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور خلافت کے وقت فرمایا تھا نعوذ باللہ حق تعالیٰ پر اعتراض ہرگز مقصود نہ تھا اور نہ ہی حضرت انسان سے بغض و عناد تھا۔

قیامت کے دن مردوں کو بھی زیور سے آراستہ کیا جائیگا

فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے کہ وضو میں جتنے اعضاء دھوئے جاتے ہیں کل قیامت کے روز وہ اعضاء چمک رہے ہوں گے، او جن ہاتھوں کو وضو میں دھویا جاتا ہے ان ہاتھوں کو کل قیامت کے روز مؤمن کو زیور سے آراستہ کیا جائیگا۔ میں نے اپنے استاد سے پوچھا تھا کہ کیا مردوں کے ہاتھوں میں زیور اچھا معلوم ہوگا؟ فرمایا کہ کیا وہ زیور عورتوں والا زیور ہوگا؟ وہ زیور بھی مردوں والا ہوگا جو ان کی شایان شان ہوگا۔ ایسا نہ ہوگا جیسے آج کل کی دیہاتی عورتیں موٹے موٹے کڑے ہاتھوں میں پہن لیتی ہیں۔

کسی بھی کام میں آدمی کی محنت و کوشش کا بھی دخل ہوتا ہے

حضرت والا کے ایک مرید خاص مجاز صحبت نے ایک رسالہ تحریر فرمایا، مسودہ حضرت کی خدمت میں پیش کر کے دعائیہ کلمات لکھنے کی درخواست کی، پیش لفظ میں ان صاحب نے اس طرح کے کلمات تحریر فرمائے تھے کہ ساری کاوش جو کچھ بھی ہے سب

حضرت ہی کا طفیل اور انھیں کا فیض ہے، ان ہی کی توجہ و دعاء سے سارا کام ہوا۔

حضرت نے ملاحظہ فرما کر فرمایا اس طرح کے جملے لکھنا مناسب نہیں دعائیہ کلمات میں خود لکھ دوں گا لیکن یہ کیا کہ سارا فیض ان ہی کا ہے ٹھیک ہے دعاؤں کا اثر بھی ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ خود آدمی کی محنت اور کوشش کو بھی دخل ہوتا ہے۔ چونکہ یہ صاحب حضرت والا سے غایت درجہ عقیدت و محبت رکھتے گویا کہ مغلوب الحال تھے اس لیے بعض کلمات ایسے لکھے تھے جن کو حضرت والا نے تواضعاناپسند فرمایااور ان کے حال کے مطابق ان سے فرمایا کہ سب کچھ توجہ اور دعاء ہی سے نہیں ہوتا آدمی کی کوشش کو بھی دخل ہوتا ہے یعنی ایسا نہیں کہ کسی کی دعاء کی برکت سے سب کچھ ہو جائے اور دوسرے وقت میں دوسرے حضرات سے یہ فرمایا کہ کبھی کسی آدمی کو اپنی محنت و کوشش پر ناز نہ ہونا چاہیے کہ ہم نے یہ کام کیا، تم کو کیا معلوم کہ کس کی دعاء کی برکت سے یہ کام ہو رہا ہے، جس نے بھی کوئی کام کیا ہے کسی بڑے کی دعاء و توجہ ضرور اس کے شامل حال رہی ہے کبھی ظاہر میں کبھی خفیہ طور پر کوئی اللہ کا بندہ دعاء کرتا ہے اور اس کو پتہ بھی نہیں چلتا اس لئے کبھی آدمی کو اپنی محنت و کوشش پر ناز نہ ہونا چاہیے کہ ہم یہ کام کر رہے ہیں بلکہ اللہ کا شکر کرے کہ اس نے ہم کو کام کی توفیق عطا فرمائی۔

ایک ضروری کتاب کی تصنیف کا ارادہ

احقر نے عرض کیا کہ حضرت والا کی کتاب آداب المتعلمین سے طلبہ کو بہت فائدہ ہوتا ہے، ایک مرتبہ آپ نے ایک اور کتاب لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا جس میں تمام رذائل و معائب اور تمام فضائل و محاسن کو جمع کر دیا جائے اور ہر ہر عنوان سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث اور اسکے بعد موضوع سے متعلق حکایتیں بھی جمع کر دی جائیں۔ اگر ایسی کتاب لکھ دی جائے تو وہ ہم سب کے لئے بہت مفید ہو گی۔

حضرت نے فرمایا واقعی ایسی کتاب کی ضرورت تو بہت ہے لیکن کیا کروں وقت ہی

نہیں ملتا، آپ لوگ دیکھ ہی رہے کہ کتنی مشغولی رہتی ہے۔ اسباق اور مدرسہ کے کاموں کے علاوہ میرے سر تعویذ کی ایسی مصیبت لگی ہوئی ہے کہ میں تو عاجز ہو چکا ہوں، تعویذ والوں کی وجہ سے کچھ کام نہیں کرپاتا، پہلے میرے اتنے تعلقات بھی نہ تھے اور نہ اتنے لوگ آتے تھے جتنے اب آتے ہیں، میرے یہاں کوئی وقت بھی مقرر نہیں کہ صرف اس وقت تعویذ کا کام ہوگا اور اس وقت ملاقات ہوگی، اور یہاں کے حالات کے اعتبار سے مناسب بھی نہیں (کوئی شہر تو ہے نہیں قیام طعام اور سواریوں کی پریشانی بھی ہوتی ہے جس قدر جلدی فارغ کردیا جائے اسی میں آسانی ہے، دوسرے) اس میں بڑوں کی ریس نہیں کرنی چاہیئے، کہ جس طرح بزرگوں کے یہاں کام کے اور ملاقات کے اوقات مقرر ہیں یہاں بھی مقرر کئے جائیں۔ ہر جگہ کے حالات ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا پہلے تو پھر بھی مجھے کچھ نہ کچھ وقت مل جاتا تھا، اور اب تو نہ وقت ہے نہ صحت، ذرا سے کام سے سر درد کرنے لگتا ہے، پہلے تو سفر میں خصوصاً ٹرین میں بیٹھ کر کتابیں لکھا کرتا تھا، سُلّم کی شرح میں نے اکثر ٹرین ہی میں لکھی ہے۔ کتابیں ساتھ لے جاتا اور ٹرین ہی میں کتابیں کھول کر لکھنا شروع کردیتا لیکن اس کتاب کے لئے بھی انشاء اللہ وقت نکالوں گا، خدا کرے ہو جائے، اور فرمایا کہ میرے پاس ایک کاپی تھی جس میں ہر موضوع سے متعلق مواد جمع تھا، کچھ حکایتیں اور کتابوں کے حوالے بھی تھے معلوم نہیں وہ کاپی کہاں گم ہوگئی، اگر وہ مل جاتی تو بڑی آسانی ہوتی، اسکو میں نے بڑی محنت سے جمع کیا تھا۔

اور فرمایا کہ فضائل العلماء لکھنے کا بھی ارادہ ہے، اس کا مواد بھی جمع ہے ترتیب دینا باقی ہے۔ اصلاً تو اس کو آداب المعلمین والمتعلمین ''میں شامل کرنا تھا، لیکن کتاب موٹی ہو جاتی اس لیے اس کو علحدہ کردیا۔

(حضرت نے فضائل العلماء کی ترتیب بھی دے دی تھی لیکن افسوس کہ پورا مسودہ غائب ہو گیا حضرت کو بہت صدمہ ہوا، اس مرتب مسودے کی نقل بھی نہ تھی، ناقص

مجموعہ جو موجود تھا وہ "فضائل علم والعلماء" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔
اور اصلاح نفس ورذائل وفضائل سے متعلق حضرت کو لکھنے کا موقع نہ مل سکا، احقر نے اس سلسلہ میں کچھ مواد جمع کیا اور تیاری کر کے حضرت کو دکھلایا حضرت نے پسند کیا اور بہت خوش ہوئے، لیکن دوسرے کاموں کی وجہ سے وہ کام بھی آگے نہ بڑھ سکا قارئین کرام سے گزارش ہے دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی ترتیب وتکمیل کی توفیق نصیب فرمائے، وقت میں برکت صحت قوت عافیت اور خلوص کامل سے نوازے، آمین یارب العالمین۔)

ایک حدیث پاک کا مفہوم

حدیث میں بیان کی ہوئی عقل میں نہ آنے والی باتیں بھی بالکل صحیح برحق ہیں

فرمایا بخاری شریف میں روایت موجود ہے کہ حضور ﷺ ایک مرتبہ نماز پڑھتے پڑھتے کچھ آگے کو بڑھے اور ہاتھ آگے بڑھایا، صحابہ نے بعد میں اسکی وجہ دریافت کی حضور ﷺ نے فرمایا کہ نماز کے حال میں اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے جنت دوزخ کا منظر کر دیا، میں جنت کا منظر دیکھ رہا تھا اس میں میں نے انگور کے خوشے دیکھے اور اس کو توڑنے کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا، پوری حدیث بخاری شریف میں موجود ہے،
بظاہر اس میں اشکال ہوتا ہے کہ یہ بات تو عقل میں نہیں آتی کہ دیوار پر آپ نے جنت دوزخ کا منظر دیکھ لیا، اور خوشہ توڑنے کی کوشش کی۔ لیکن آج کی سائنس نے ان مشکلات کو آسان کر کے سمجھا دیا، دیکھتے نہیں پروگرام کہیں ہوتا ہے دیکھا کہیں جاتا ہے، امریکہ میں جو ہو رہا ہے پورا منظر یہاں دیکھا جا سکتا ہے اور دیکھتے ہی ہیں۔ کیا بندہ کو قدرت ہے وہ ایسا کر سکتا ہے اور اللہ نہیں کر سکتا؟ اس کے قبضہ قدرت میں تو سب کچھ ہے، وہ

تو بہت کچھ کر سکتا ہے۔

اسی سے اور باتوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ جو باتیں بظاہر خلاف عقل معلوم ہوتی ہیں اور سمجھ میں بھی نہیں آتیں ہیں لیکن اللہ کے لیے کوئی مشکل نہیں۔

خالہ زاد ماموں زاد بہن سے رشتہ کرنا کیوں جائز ہے

ایک عالم صاحب نے حضرت کے سامنے چند معترضین کا ایک اعتراض اور اسکا جواب نقل کیا اعتراض تو یہ تھا کہ اسلام میں عجیب حکم ہے کہ اپنی بہن سے رشتہ کرنا جائز کر دیا۔ ماموں زاد بہن، خالہ زاد بہن کو بیوی بنا کر رکھ سکتے ہیں، ان عالم صاحب نے ان کو مختلف جوابات دیئے کہ یہ معترض صاحب اصول یعنی قرآن وحدیث کو مانتے ہیں یا نہیں اگر نہیں مانتے ہیں تو اصول کو چھوڑ کر فروع میں گفتگو بے سود ہے پہلے اس میں گفتگو ہونی چاہیے اگر اصول کو مانتے ہیں، قرآن وحدیث کو صحیح تسلیم کرتے ہیں تو جب قرآن وحدیث سے اس کا جواز ثابت ہے اور اللہ نے اسکی اجازت دی ہے پھر اس میں اعتراض کی کیا گنجائش۔

دوسرے اللہ نے جن عورتوں سے نکاح کرنا جائز قرار دیا ہے عقل وفطرت بھی اس کو تسلیم کرتی ہے اور جن کو حرام کیا ہے ان کی طرف انسان کا طبعی میلان بھی نہیں ہوتا چنانچہ ماں اور حقیقی بہن کی طرف کسی کا میلان نہیں ہوتا اور ماموں زاد و خالہ زاد بہن کی طرف میلان ہوتا ہے سیکڑوں واقعات ہیں، غلط تعلقات تک ہو جاتے ہیں طبعی میلان ہوتا ہے تب ہی تو یہ بات ہے اور حقیقی بہن کے ساتھ کبھی آپ نے نہ سنا ہوگا کہ کسی نے بیوی بنا کر رکھ لیا ہو اور نہ ہی اسکی طرف میلان ہوتا ہے یہ حکم تو عین فطرت اور عقل کے موافق ہے۔

دوسرے اس کی عقلی حکمت یہ بھی ہے کہ بہن سے رشتہ کرنا اس وجہ سے بھی حرام ہے کہ شوہر کی طرف سے ظلم اور حق تلفی کی صورت میں عورت کے باپ بھائی ہی اس کے طرف دار تسلیم کیے گئے ہیں، اگر حقیقی بھائی ہی شوہر اور حق تلفی کرنے والا ہوگا تو

عورت کی طرفداری اور حمایت کون کرے گا اور ماموں زاد بہن سے رشتہ کرنے کی صورت میں اگر شوہر ظلم کریگا تو اسکا حقیقی بھائی اس کی حمایت کرے گا۔

حضرت نے ان سب جوابات کی تصدیق و تائید فرما کر اس پر یہ اضافہ فرمایا کہ ہمدردی بھی تو کوئی چیز ہے ماموں زاد بہن غریب ہے دوسرا کوئی رشتہ کرنے کو تیار نہیں اس وقت ہمدردی کا کیا تقاضا ہے، صلہ رحمی، ہمدردی کا تقاضا یہی ہے کہ ایسی ماموں زاد بہن سے رشتہ کرلیا جائے۔ اس میں صلہ رحمی بھی ہے جس کا شریعت میں حکم ہے۔

شر وفتنہ سے بچنے کے لئے مروجہ اجتماعی صلوٰۃ وسلام میں شرکت

حضرت اقدس کے ایک مرید نے خط میں لکھا کہ ہمارے یہاں مسجد میں بریلویوں کا غلبہ ہے، طرح طرح کی بدعتیں کرتے رہتے ہیں، شر وفتنہ بھی ہے، جمعہ کے بعد سب لوگ مل کر ایک ساتھ کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں۔ میں اس میں شریک ہوا کروں یا نہیں، حضرت نے زبانی فرمایا ایسے حالات میں جب کہ فتنہ کا اندیشہ ہو شریک ہو جانا چاہیے۔

ایک طالب علم نے عرض کیا کہ حضرت اس طرح اجتماعی طور سے مل کر درود شریف پڑھنا ثابت تو ہے نہیں، اور جس عبادت میں اجتماع ثابت نہ ہو اسکو اجتماعی شکل میں کرنا بھی صحیح نہیں۔ علماء نے اس کو بدعت لکھا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے چند لوگوں کو مسجد میں اجتماعی طور پر تسبیح و تہلیل پڑھتے دیکھا تو اس پر نکیر فرمائی اور ان کو بدعتی قرار دیا، (بحر الرائق، راہ سنت وغیرہ میں یہ اثر موجود ہے) حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا اصل حکم تو یہی ہے کہ صحیح نہیں لیکن فتنہ سے بچنے کے لیے گنجائش ہے، اور ان کے خط کا جواب تحریر فرمایا کہ "اگر پہلے سے شریک ہوتے ہوں تو ہوتے رہیں اور اگر شریک نہ ہوتے ہوں تو شریک نہ ہوں۔ صدیق احمد محرم ۱۴۰۶ھ۔

سودی رقم کا مصرف

ایک صاحب نے حضرت سے پوچھا کہ بینک سے جو رقم ملتی ہے اس کو کیا کرنا چاہیے، مسجد و مدرسہ وغیرہ میں کسی جگہ لگا سکتے ہیں یا نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ رقم تو وہاں سے نکال ہی لینا چاہیے، اس لیے کہ اگر نہ نکالو گے تو دوسرے غلط کاموں میں وہ خرچ کردیں گے۔ اور وہ رقم کسی غریب کو دے دینا چاہیے، اور اس میں صدقہ کی نیت نہ کرے، کیونکہ سودی رقم کا صدقہ نہیں ہوتا مدرسہ و مسجد میں یا تنخواہ میں بھی اس کو نہیں لگا سکتے۔

ایسی سفارش مجھے پسند نہیں

حضرت کی خدمت میں ایک صاحب تشریف لائے جو کسی زمانہ میں مدرسہ میں زیرِ تعلیم تھے اور اب کسی مدرسہ کے مدرّس ہیں اپنی سند نکالنے کے لئے مدرسہ تشریف لائے اور دستخط کے لیے اپنی سند حضرت کے سامنے پیش کی، حضرت نے نگاہ اٹھاکر (ان) کا چہرہ دیکھا اور فرمایا تم مدرسہ میں پڑھاتے ہو طلبہ پر کیا اثر پڑتا ہوگا۔ جاؤ پہلے اپنی حالت درست کرو تب میرے پاس آنا۔ دوسرے صاحب جو ان کو لے کر گئے تھے حضرت کی کبھی خدمت بھی کیا کرتے تھے حضرت نے ان سے فرمایا آپ ان کو لے کر آئے ہیں اور ان کے لیے مجھ سے سفارش کر رہے ہیں؟ آپ کو ان کے لیے مجھ سے سفارش ہی نہ کرنا چاہیے تھی۔

حضرت اسامہؓ حضور ﷺ کے بہت چہیتے تھے، کسی مسئلہ میں حضرت اسامہؓ نے حضور ﷺ سے سفارش کی حضور ﷺ کو ناگواری ہوئی۔ اور فرمایا کہ اگر فاطمہؓ بنت محمد چوری کرے تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں گا۔ خلافِ شرع باتوں پر نہ سفارش کرنا چاہیے نہ سفارش قبول کرنا چاہیے۔ مجھے ایسی سفارش پسند نہیں۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت تھانویؒ نے بھی اصلاح الرّسوم وغیرہ میں اس پر نکیر فرمائی ہے اور لکھا ہے کہ سند دینے اور اس پر دستخط کرنے کی حقیقت شہادت کی ہے گویا

آپ اس کی شہادت دے رہے ہیں کہ اس شخص کی علمی و عملی اور اخلاقی حالت قابل اطمینان ہے۔ اگر یہ واقع کے خلاف ہے تو اس میں جھوٹی شہادت کا گناہ ہو گا۔" اس کی اہمیت ہے"۔(۱)

اپنی گاڑی میں سفر کرنے والوں کو نصیحت

ایک صاحب کانپور سے اپنی گاڑی میں چند ساتھیوں کو لے کر حضرت کی خدمت میں کسی ضرورت سے حاضر ہوئے۔ حضرت سے کسی قدر بے تکلف بھی تھے، بعض مہمانوں کو یہاں سے کانپور جانا تھا۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ گاڑی میں جگہ ہو تو ان کو بٹھا لیجئے۔ اسی سلسلہ میں دوران گفتگو فرمایا کہ جس طرح آدمی مال کا حریص اور دنیا کی ترقی کا طالب ہوتا ہے اور ہمیشہ اس کوشش میں رہتا ہے کہ مال میں اضافہ ہو، اسی طرح آدمی کو اعمال کا بھی حریص ہونا چاہیے، ایسے اعمال کی کوشش کرنا چاہیے جن میں ثواب ہو، اپنی گاڑی سے سفر کرنا ہے تو شروع ہی سے یہ نیت بھی کرلے کہ اگر کوئی مسافر، محتاج، معذور (قابل اعتماد) راستہ میں ملے گا اس کو بھی بٹھالوں گا یا مثلاً راستہ میں کوئی ملا جس کی گاڑی خراب ہو گئی۔ جنگل میں پریشان ہے ایسے پریشان شخص کی مدد کردوں گا۔ اسکی بھی نیت کرلے تو انشاء اللہ ثواب ملے گا۔ پھر وقت پر جیسے حالات ہوں اگر کوئی مجبوری پیش آجائے تو نہ بٹھائے(۱) لیکن نیت کرلینے سے اس کو ثواب ملے گا۔ اور اگر کوئی ملے اور گنجائش ہو تو پھر بٹھا بھی لے۔ اور تھوڑی جگہ خالی بھی اسی نیت سے رکھے۔ پاکستان کے سب سے پہلے صدر ایوب خاں صاحب کے متعلق سنا ہے کہ ان کا معمول تھا، راستہ میں کوئی غریب مسافر پیدل ملتا اس کو اپنی گاڑی میں سوار کرلیتے۔ ان کے اور بھی اچھے حالات ہیں حج کرنے جاتے خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر رو رو کر دعائیں کرتے تھے۔

---

(۱) خط کشیدہ عبارت حضرت نے اضافہ فرمائی۔

بلاضرورت دوسروں کی زبان استعمال کرنے پر تنبیہ

ایک صاحب نے تعویذ مانگا کہ ان کو غصہ بہت آتا ہے ذرا کوئی بات ہوتی ہے فوراً دماغ میں ٹینشن شروع ہو جاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا ٹینشن کیا چیز ہوتی ہے اردو کیوں نہیں بولتے۔ یہ اچھی ہوا چلی ہے کہ بلاضرورت انگریزی الفاظ بولتے ہیں اس میں فخر سمجھتے ہیں۔

بلاضرورت عورتوں کا نام مت لیجئے

ایک اور صاحب نے اپنے گھر کی عورتوں کے لیے تعویذ لیا اور بار بار ان کا نام لے رہے تھے فلانہ کا تعویذ فلانہ کا تعویذ۔ حضرت نے فرمایا عورتوں کا نام کیوں لیتے ہو۔ کہہ دو کہ اس کام کا تعویذ چاہیے۔

پیسہ خرچ ہی کرنا ہے تو سوچ سمجھ کر خرچ کیجئے

ایک صاحب نے باندا سے معتکفین کی افطاری کے لئے کافی امرود وغیرہ بھیجے حضرت نے لانے والے صاحب سے فرمایا جن صاحب نے بھیجے ہیں ان سے کہہ دینا کہ جب خرچ ہی کرنا تھا تو پوچھ لیتے۔ مشورہ کر لیتے معلوم کر لیتے کس چیز کی ضرورت ہے معلوم ہوتا ہے کہ بس افطاری ہی کرانے میں ثواب ہے اس کے علاوہ خرچ کرنے میں اللہ تعالیٰ ثواب نہیں دے گا۔ کل منع بھی کیا تھا آج پھر بھیج دیا۔ میں خرچ کرنے کو منع نہیں کرتا لیکن اس سے کیا فائدہ کہ خرچ بھی ہوا اور کام بھی نہ چلا۔ امرود بھرے پڑے ہیں باسی امرود کون کھاتا ہے، انگور بھی بھیجے ہیں۔ اتنے ہیں معتکفین میں تقسیم کروں تو ایک ایک انگور بھی نہ آئے گا۔ اسی رقم سے میں کچھ اور ضرورت کا سامان منگا لیتا۔ چائے کا انتظام کر لیتا۔ لوگوں کو سلیقہ نہیں پوچھ کر خرچ نہیں کرتے۔ دن میں کئی مرتبہ فون کرتے ہیں فون ہی کے ذریعہ معلوم کر لیتے۔

شراب کی عادت

فرمایا نشہ (شراب) یہ ایسی بری چیز ہے کہ جس کے اندر یہ مرض پایا جاتا ہے شیطان اس کو نچاتا پھرتا ہے نشہ کی حالت میں اس کو جہاں چاہے لے جاتا ہے اور جو چاہے کراتا ہے یہ بھی شیطان کا زبردست ہتھیار ہے۔

ماں باپ کو ستانے والا دنیا میں بھی پریشان رہتا ہے

حضرت کے علاقے کے ایک دیہات کے رہنے والے حافظ قرآن جن کو حضرت نے بڑی محنت سے پڑھایا تھا۔ پڑھ لکھ کر فارغ ہوگئے، حضرت نے کوشش فرمائی کہ کہیں سلسلہ سے لگ جائیں، لیکن یہ حافظ صاحب اپنے والدین کے نافرمان ہیں ---- ان کی وجہ سے والدین کو تکلیف پہنچی حضرت والا ہمیشہ سمجھاتے رہے، ایک مدرسہ میں پڑھانے کے لیے بھیجا، وہاں نہ ٹک سکے لڑ جھگڑ کر واپس آگئے۔ کہیں ٹھکانہ نہ تھا حضرت نے اپنے ایک مدرسہ میں درجہ ناظرہ میں ان کا تقرر کر دیا، یہاں بھی بہت شکایات سننے میں آئیں، نماز تک میں لاپرواہی ہونے لگی، رمضان شریف کا موقع آیا تراویح بھی نہ سنائیں حضرت نے بلا کر تنبیہ فرمائی کہ کیا قرآن بھی سب بھول گئے ہو؟ نماز میں بھی نظر نہیں آتے۔ اب تمہارے لئے بہتر ہے کہ سب چھوڑ کر کچھ کماؤ جا کر میں پرچہ لکھے دیتا ہوں بمبئی جاؤ وہیں کماتا کھاتا۔ یہ سب ماں باپ کی بددعاؤں کا نتیجہ ہے، ان کو ستانے کا انجام ہے، والدین کو ستانے والا کبھی آرام سے نہیں رہ پاتا نہ دین کا رہتا ہے نہ دنیا کا۔

ہم وہابی اور رسول کے دشمن ہیں یا نہیں اس کا فیصلہ آپ کیجئے

فرمایا جوانی کے عالم میں ایک مرتبہ دیہات میں میں نے ایک رات میں ۲۱ پارے پڑھائے مقتدیوں نے کہا اسکو تو لوگ وہابی کہتے تھے یہ وہابی نہیں ہو سکتا۔ وہابی ہوتا تو اتنا

قرآن نہ پڑھ سکتا تھا۔ حضرت نے فرمایا میں ان لوگوں سے ایک بات پوچھتا ہوں کہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ کے رسول کے دشمن ہیں یہ بتلائیے کہ جو اللہ کے رسول کا دشمن ہو وہ حافظ قرآن ہو سکتا ہے؟ تراویح سنا سکتا ہے؟ الحمد للہ ہم لوگ حافظ ہیں قرآن سناتے ہیں اب آپ لوگ فیصلہ کریئے کہ ہم کون ہیں۔

ہر سال حج وعمرہ کرنے والوں کے لیے ضروری ملفوظ

فرمایا بسا اوقات ایک معمولی عمل ہوتا ہے لیکن ضرورت اور حالات کے تقاضہ کی وجہ سے اس کی اہمیت بڑھ جاتی ہے اس معمولی عمل کا ثواب دوسرے بڑے کاموں سے بھی بڑھ جاتا ہے لیکن لوگ اس کو سمجھتے نہیں ان کے نزدیک صرف چند اعمال ہیں بس ان کے کرنے کو ثواب سمجھتے ہیں۔ بہت سے لوگوں کو عمرہ کرنے کا بڑا شوق ہوتا ہے وہ ہر سال رمضان میں عمرہ کرنے جاتے ہیں، کوئی حج بدل کرواتا ہے، کسی کو مسجدیں عمدہ سے عمدہ بنانے کی دھن ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ میں نے کہا تھا کہ ٹھیک ہے عمرہ کرنا بڑے ثواب کا کام اور بڑی فضیلت کی بات ہے لیکن کیا صرف عمرہ کرنا ہی عبادت ہے اس کے علاوہ دوسری کوئی عبادت نہیں۔ کتنے یتیم بچے بیوہ عورتیں ہیں کوئی ان کا پرسان حال نہیں عمرہ نہ کرکے انھیں پیسوں کو ان پر خرچ کیا جائے سلائی مشینیں خرید کر ان کو دیدی جائیں ان کی دال روٹی چلتی کیا یہ ثواب کے کام نہیں ہیں۔

مسلمانوں کو اسلامی نام رکھنا چاہیئے

ایک صاحب نے حضرت سے کئی تعویذ لیے حضرت نے فرمایا اتنے تعویذ رمضان میں نہ لو مجھے پڑھنا ہے پڑھ لینے دیجئے۔ سب سے کہہ دیجئے کہ رمضان میں کوئی تعویذ کے لئے نہ آئے۔ ان صاحب نے کہا کہ حضرت صرف ایک تعویذ اور دے دیجئے بلو

کے لیے۔ حضرت نے فرمایا ببلو کون ہے؟ کہا لڑکے کا نام ببلو ہے۔ فرمایا ببلو کوئی نام ہوتا ہے۔ مسلمانوں کا عجیب حال ہے گڈو، پپو، ببلو نام رکھتے ہیں اسلامی نام نہیں رکھتے۔ کچھ دن پہلے راجو چلا تھا جس کو دیکھو راجو نام رکھ رہا ہے مسلمان تو بالکل تنکا بن گئے جدھر کی ہوا چلی اسی طرف اڑ گئے۔ نام تو اسلامی رکھنا چاہیے۔

عورتوں کو بیماری سے محفوظ رکھنے کی آسان تدبیر

ایک اور صاحب نے حضرت سے اپنی اہلیہ کی صحت کے لئے تعویذ مانگا اور کہا کہ حضرت ہمیشہ بیمار ہی بنی رہتی ہے۔ حضرت نے تعویذ تو دے دیا اور فرمایا کہ گھر میں چکّی چلایا کریں بہت سے حکیموں نے کہا ہے جب سے عورتوں نے چکی چلانا چھوڑ دیا اسی وقت سے بہت سی بیماریاں پیدا ہو گئیں۔ پہلے زمانے میں عورتیں چکی پیستی تھیں محنت کرتی تھیں ان کی صحت خوب بنی رہتی تھی۔ اب چکی کا رواج نہیں رہا ضرورت بھی نہیں پڑتی، لیکن صحت تندرستی کے لیے تھوڑی دیر سہی خالی چکی ہی چلا لیا کریں بہت مفید ہے، اس سے پورا بدن حرکت میں آجاتا ہے، پسینہ بھی آجاتا ہے اور پسینہ نکل جانا صحت کے لیے بہت مفید ہے، بہت سے امراض سے حفاظت ہو جاتی ہے۔

خاندان میں نسل در نسل دینی سلسلہ جاری رہنا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے

فرمایا خاندان میں دینی سلسلہ نسل در نسل چلتا رہے یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت نصیب فرمائی تھی خود پیغمبر بیٹا پیغمبر اور سلسلہ جاری رہا۔ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام پیغمبر ہوئے۔ ہندوستان میں چند خاندان ایسے ہیں کہ ان کی نسل میں دینی سلسلہ جاری رہا ایک سے بڑھ کر نکلا۔

ایک تو فرنگی محل والوں کا خاندان ان میں بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے اور ایک شاہ ولی اللہؒ صاحب کا خاندان۔ اور ایک شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کا خاندان۔ مفتی الٰہی بخش کاندھلوی اور حضرت شیخؒ کا خاندان ایک ہی ہے۔ مولانا روم نے روم میں بیٹھ کر دعاء کی تھی اور فرمایا تھا کہ ایک اللہ کا بندہ پیدا ہوگا جو مثنوی کی تکمیل کرے گا۔ مفتی الٰہی بخش نے اس کی تکمیل کی اور بہت سی کتابوں کے حواشی بہت عمدہ لکھے ہیں۔ (۱)

ایک اہم نصیحت

حضرت اقدس نے ایک طالب علم کو پرچہ دیا کہ فلاں شخص کو دے آؤ۔ کافی تاخیر ہوگئی اس شخص نے آکر یہ اطلاع نہ دی کہ میں پرچہ دے آیا حضرت کو اس سے تشویش ہوئی دوبارہ تحقیق کروائی اور فرمایا کہ لوگ پاس رہتے ہیں لیکن تہذیب نہیں، حضرت ناظم صاحب کے یہاں ان باتوں پر بڑی سخت پکڑ ہوتی تھی تمام اکابر کے یہاں ہوتی تھی جب کسی کام کو کہا جائے فارغ ہونے کے بعد اطلاع دینا چاہیے کہ یہ کام کر آیا تاکہ اس کو اطمینان ہو جائے۔ اصل میں لوگ سیکھتے تو ہیں نہیں نہ اس نیت سے رہتے ہیں اور فرمایا کہ ہمارے یہاں مجلس وغیرہ کا تو اہتمام نہیں یہی درس ہوتا ہے درس قرآن، درس حدیث اسی میں درمیان میں کچھ باتیں ہو جاتی ہیں جو لوگ آتے ہیں اس میں شریک ہو جایا کریں۔ اسی میں فائدہ ہو جائے گا۔

ظاہری اسباب کے پیچھے نہ پڑنا چاہیے اللہ پر توکل کر کے اس کے فیصلے پر راضی رہنا چاہیے

ایک صاحب تشریف لائے اور متعدد مقاصد کے لیے تعویذ لے کر بڑے اصرار کے انداز میں فرمایا کہ حضرت دعاء کر دیجئے کام ہو ہی جائے۔ حضرت نے فرمایا اتنا الجھنا نہیں

چاہیے، پیچھے نہ پڑ جانا چاہیے کہ یااللہ کام کر ہی دیجئے جتنا بندہ کے بس میں ہے ظاہری اسباب اختیار کرے کوشش کرے دعاء کرے فیصلہ اللہ کے حوالے کرے جو وہ کرے اس پر راضی رہے۔ تعویذ بھی اسی کے لیے ہے اللہ تعالیٰ چاہے گا تو کر دے گا اس کی مصلحتوں کو کون جان سکتا ہے۔ اور اصل چیز تو دعاء ہے۔ دعاء کرے کہ یااللہ ہمارے لیے جو بہتر ہو وہ کر دے۔

ایک حکیم صاحب کا لطیفہ

حضرت سے ملاقات کے لیے ایک حکیم صاحب تشریف لائے جو حضرت سے بے تکلف بھی تھے حضرت نے فرمایا اب تک کتنے لوگوں کو مارا ہے۔ حکیم صاحب نے کہا اب تک مجھ سے ایک بھی نہیں مرا۔ حضرت نے ایک لطیفہ بیان فرمایا کہ ایک حکیم صاحب قبرستان سے گذرتے تو وہاں پہنچ کر چہرہ رومال سے ڈھانک لیتے اس طرف نہ دیکھتے۔ لوگوں نے پوچھا حکیم صاحب یہ کیا بات ہے آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا مجھے ان لوگوں سے شرم آتی ہے کیونکہ یہ سب میرے مارے ہوئے ہیں غلط دوا دیدی تھی۔

حضرت نے فرمایا جسکو صحیح علاج کرنا نہ آتا ہو اس کو علاج کرنا جائز نہیں۔

سفید ٹوپی استعمال کرنا

ہمارے حضرت اقدس گول ٹوپی استعمال فرماتے ہیں۔ اور ایسی فیشن دار ٹوپیاں جنکو لوگ آگے کی جانب رکھ لیتے ہیں اور سر کا اکثر حصہ کھلا رہتا ہے ایسی ٹوپیوں سے منع فرماتے ہیں، نیز پُر تکلف فیشن دار ٹوپیوں کو بھی ناپسند کرتے ہیں۔ ایک طالب علم حضرت کی خدمت میں کالی ٹوپی گول فیشن دار لگا کر آیا، حضرت نے فرمایا یہ ٹوپی کیسی لگائے ہو، سفید ٹوپی لگایا کرو، اچھی معلوم ہوتی ہے۔ راقم الحروف عرض کرتا ہیکہ حدیث پاک سے بھی سفید کپڑوں کے استعمال کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہے۔

ایک لفظی غلطی کی اصلاح

حضرت کے کمرہ میں کتابوں کا ذخیرہ ہے نیز مہمانوں کی وجہ سے کھانے کا بھی سامان ہوتا ہے جس کی وجہ سے چوہے چھچوں کی کثرت ہے کتابوں کا بہت نقصان کرتی ہیں حضرت کو بہت افسوس ہوتا ہے ان کے مارنے کی تدبیر فرماتے ہیں ایک چھچیہ کے کٹ کٹ کرنے کی آواز آئی حضرت نے ایک طالب علم سے فرمایا دیکھو ہے کیا مارو۔ طالب علم نے کہا جی ڈبہ میں ہے کھانا کھارہی ہے۔ حضرت نے فرمایا کھانا کھارہی ہے؟ کھانا کھانا یہ انسان کے ساتھ خاص ہے غیر انسان جانوروں وغیرہ کے لیے چرنا چگنا وغیرہ تو کہیں گے لیکن کھانا انسان کے لیے کہیں گے۔

حضرت کی دادی کا حال

فرمایا میری دادی میں صفائی ستھرائی، پاکی اور پردہ کا بہت اہتمام تھا، مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے کہ دھوبن کپڑے دھلنے آتی تھی دھوبی سے کپڑے نہ دھلواتی تھیں ۔اور دھوبن کو تاکید کررکھی تھی کہ ایسی جگہ گھاٹ پر جاکر کپڑے دھونا جہاں کسی مرد کی نظر نہ پڑے، اور کپڑے دھوکر پھیلانا نہیں بلکہ کپڑے لے آنا، پھر گھر میں خود اپنے ہاتھ سے تین مرتبہ پاک کرتیں اور ایک تار باندھ رکھا تھا اس میں کپڑے پھیلاتیں، بانس وغیرہ میں اس وجہ سے نہیں پھیلاتیں کہ اس میں چڑیاں وغیرہ بیٹھ جاتی تھیں ۔اور بیٹ کردیتی تھیں گھر بالکل صاف شفاف رہتا تھا، ایک تنکہ نظر نہ آتا تھا۔ محلّہ کی عورتیں بچوں کو لے کر آتیں تو بچوں کو باہر کسی کو دے دیتیں اندر لانے سے احتیاط کرتیں کہ کہیں پیشاب وغیرہ نہ کردے، اور اگر کبھی بچہ پیشاب یا پاخانہ کردے وہ تو لیپ پوت کرچلی جاتیں بعد میں دادی صاحبہ کھرپی سے مٹی کھرچ کر پھینکتیں اور پھر دوسری پاک مٹی اس پر لیپتیں۔ اور سال میں ایک مرتبہ پورے گھر کی مٹی کھرچ کر پھینکی جاتی اور دوسری پاک مٹی لگائی جاتی۔ گوبر سے نہ لیپتی تھیں۔ میراث کے مسائل بہت یاد تھے، کسی کا انتقال ہوتا تو فوراً حساب لگا کر

بتلادیتیں کہ فلاں کا انتقال ہوا اتنے لڑکے فلاں فلاں وارث کو اتنا اتنا حصہ ملے گا۔ سب زبانی یاد تھا۔ اور بھی بہت سی عورتوں کو یاد تھا۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ اپنی بڑی بہن سے ملاقات کے لئے جاتی تھیں پڑوس ہی میں مکان تھا لیکن اس قدر احتیاط سے جاتی تھیں کہ کئی لڑکوں کی ڈیوٹی لگائی جاتی کہ کوئی مرد تو نہیں آرہا اگر کوئی آرہا ہو تو روک دیں۔ اور پھر پردہ کے ساتھ جاتی تھیں۔

ایک زمین کا مسئلہ تھا جو ان کے حصہ میں آئی تھی سرکاری قانون کے لحاظ سے کچہری جانا ضروری تھا صاف کہہ دیا کہ زمین ملے یا نہ ملے میں کچہری نہیں جاسکتی، کبھی گھر سے باہر قدم نہ نکالتیں۔ خاندان میں بعض لوگ ایسے تھے تحصیلدار سے جن کے تعلقات تھے وہ تحصیلدار کو یہیں بلالائے کہ ان کے بیانات لے لے وہ آیا اور یہ کہا کہ اچھا اپنے انگوٹھے سے نشان لگادو، انگوٹھا سامنے کرنا پسند نہیں کیا۔ بالواسطہ گفتگو ہوئی پردہ سے نشان لگادیا۔ اللہ کو منظور تھا زمین حصہ میں آگئی۔

میں رشوت نہیں لیتا

مدرسہ کے ایک مدرس بہت کوتاہیاں کرتے تھے حضرت کی خدمت میں اپنے شاگرد کے ذریعہ کچھ تحفہ بھیجا حضرت نے ناگواری سے اسکو یہ کہہ کر واپس فرمادیا کہ میں رشوت نہیں لیتا۔

مشورہ کی اہمیت اور مشورہ دینے والے کی ذمہ داری

فرمایا مشورہ کرنے سے بڑی خیر وبرکت ہوتی ہے۔ اور مشورہ دینے والے کو چاہیۓ کہ صحیح مشورہ دے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے، لہذا اس کو چاہیے کہ اس میں ذرا بھی خیانت نہ کرے اور دیانت داری کے ساتھ صحیح مشورہ دے، جو اپنے لیے پسند کرے وہ اپنے بھائی کے لیے پسند کرے۔

عالمگیر اور راجہ شیواجی کی حکایت

ایک مرتبہ عالمگیر بادشاہ کی راجہ شیواجی سے جنگ ہو رہی تھی، عالمگیرؒ کی فوج جیت رہی تھی اور شیواجی کی فوج شکست کھا رہی تھی۔ شیواجی بہت پریشان تھے کہ اب کیا کروں۔ انتہائی مایوسی کی حالت میں اپنے گھر ماں کے پاس گیا۔ ماں نے اس کی پریشانی اور رنج و فکر کا سبب پوچھا، اس نے کہا میری فوج ہار رہی ہے کیا کروں۔ ماں نے جواب دیا کہ اس سلسلہ میں تم عالمگیر سے مشورہ کرو، شیواجی کو تعجب ہوا اور کہنے لگا کہ ارے ماں کا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا، عالمگیر ہی سے تو میری جنگ چھڑی ہے اور اسی سے میں مشورہ کروں؟ ماں نے جواب دیا جو غور سے سننے کے قابل ہے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ عالمگیر مذہبی آدمی ہے، اپنے مذہب کا پکا ہے، مذہبی آدمی کبھی جھوٹ نہیں بولتا نہ کبھی دھوکا دیتا ہے اور نہ خیانت کرتا ہے، کسی کو غلط مشورہ نہیں دیتا، تم جو کچھ اس سے پوچھو گے تم کو صحیح مشورہ دے گا، چنانچہ رات کے وقت شیواجی عالمگیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری فوج شکست کھا رہی ہے مجھے مشورہ دیجئے، عالمگیر نے جواب دیا کہ کچھ دن کی مہلت لے لو اور تیاری کرلو، جب مضبوط ہو جانا پھر لڑائی شروع کرنا، اگر اور کوئی ہوتا تو وہیں سے شیواجی کو واپس نہ ہونے دیتا۔ اسی جگہ خاتمہ کر دیتا، یہ ہیں عالمگیر بادشاہ جن پر لوگ طرح طرح کے اعتراض کرتے ہیں۔

اور یہ شان ہوتی تھی مسلمانوں کی، لڑائی اپنی جگہ پر لیکن جب کوئی ہمارے در پر آیا ہے، خیر خواہ سمجھ کر آیا ہے تو ہم کو بھی خیر خواہی کا برتاؤ کرنا چاہیے، مسلمانوں میں جب سے یہ اسلامی اخلاق ختم ہو گئے اور جب سے وہ ان اوصاف حمیدہ سے خالی ہو گئے اسی وقت سے زوال آنا شروع ہو گیا، اگر آج بھی مسلمانوں میں ایسے اوصاف پیدا ہو جائیں تو آج بھی اسلام کی ترقی ہو سکتی ہے۔ ان اخلاق کی بدولت ظاہری حکومت کے ساتھ باطنی حکومت بھی نصیب ہو گی۔ اگر کسی نے ظاہری بادشاہی کی تو کیا کی، بادشاہت تو یہ ہے کہ لوگوں کے

قلوب پر بھی حکومت ہو، جو اہل اللہ کو حاصل ہوتی ہے۔ پھر فرمایا میں تم لوگوں سے کہتا ہوں کہ سب لوگ عہد کرو کہ آج سے اسلامی اخلاق اختیار کرو گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق نصیب فرمائے۔ ۲۲/ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ

مشورہ کی اہمیت اور اس کے آداب

جس کا مشورہ نہ مانا جائے اس کو ناگواری نہ ہونا چاہیے

فرمایا مشورہ کرنے میں خیر و برکت ہوتی ہے ضرور کرنا چاہیے۔ حضور ﷺ تک کو مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ حالانکہ آپ تمام مخلوق میں سب سے بڑے اور سب سے افضل ہیں لیکن اس کے باوجود آپ کو حکم دیا گیا چنانچہ حکم ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ یعنی مشورہ کیا کیجئے۔

اور جس شخص سے مشورہ لیا جائے اس کو چاہیے کہ جس بات کو وہ بہتر سمجھتا ہو، دیانت داری کے ساتھ اسی بات کا مشورہ دے، مشورہ کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ اس کا دیا ہوا مشورہ مان ہی لیا جائے، مشورہ کا مقصد تو صرف یہ ہوتا ہے کہ غور و فکر کے بعد مفید رائے سامنے آجائے، فیصلہ تو مشورہ لینے والا خود کرتا ہے کسی کے مشورہ کو ماننا ضروری نہیں، اگر کسی کے مشورہ کو نہیں مانا گیا تو اس کو ناگواری نہ ہونا چاہیے دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کتنے بڑے ہیں، آپ سے بڑا کون ہو سکتا ہے لیکن بعض موقعوں پر آپ نے کسی بات کا مشورہ دیا اور آپ کے مشورہ کو بھی نہیں مانا گیا لیکن آپ کو اس سے قطعاً ناگواری یا کسی قسم کی ناراضگی نہیں ہوئی حالانکہ آپ کا مقام تو بہت اونچا ہے۔

حدیث پاک میں قصہ آیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابیہ جن کا نام بریرۃ تھا ان کے ساتھ ایک نکاح کا قصہ پیش آیا تھا اس سلسلہ میں حضور ﷺ نے ان کو ایک مشورہ دیا بلکہ سفارش فرمائی تھی، اُن صحابیہ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ آپ کا حکم ہے یا مشورہ اگر حکم

ہے تب تو بہر حال میں ضرور بالضرور مانوں گی ،اور اگر مشورہ ہے تو مجھے اختیار رہے گا،
حضور ﷺ نے فرمایا کہ حکم نہیں بلکہ مشورہ ہے، چنانچہ ان صحابیہ نے حضور ﷺ کے
مشورہ پر عمل نہیں فرمایا اور حضور ﷺ کو اس سے ذرہ برابر ناگواری نہیں ہوئی۔ جب آپ کا
یہ حال ہے، اور مشورہ نہ ماننے سے آپ برا نہیں مانتے تو ہم لوگ تو جناب رسول اللہ ﷺ
سے ہر طرح چھوٹے ہیں اگر ہمارا مشورہ نہ مانا جائے، یا ہماری سفارش نہ قبول کی جائے تو ہم
کو بھی برا نہ ماننا چاہیے۔

مشورہ خیر خواہی کا دینا چاہیے

ہمارے حضرت کا ہمیشہ سے معمول رہا ہے کہ مدرسہ اور تبلیغ کے ساتھ ساتھ
رفاہی کاموں میں بھی پورا حصہ لیتے ہیں چنانچہ شہر باندا میں ہندو، مسلم غریبوں کے علاج
کے لئے حضرت نے ایک اسپتال قائم فرمایا۔ اور مسافر خانہ بنوانے کی عرصہ سے کوشش
فرما رہے ہیں، نیز اسکول قائم کرنے کے لیے بھی فرماتے رہتے ہیں۔

اس سلسلہ میں کچھ دشواریاں بھی پیش آرہی تھیں اسپتال کے لیے کوئی مناسب
جگہ اور مکان نہیں مل رہا تھا کوشش برابر جاری تھی ایک صاحب جو شہر باندا کے باشندے
حضرت سے تعلق رکھنے والے ہیں انہوں نے پیشکش کی کہ میں اپنا مکان جو میری ضرورت
سے زائد ہے وقف کردوں۔ حضرت کو ان کے پورے حالات کا علم تھا حضرت نے ان کو
سختی سے منع فرمایا کہ ہرگز ایسا نہ کرنا اور فرمایا مشورہ صحیح دینا چاہیے۔ آپ کے آگے پیچھے
متعلقین ہیں، اولاد ہے دیگر ضروریات ہیں آپ ہرگز مکان وقف نہ کریں میں کوشش کر رہا
ہوں اللہ تعالیٰ دوسرا انتظام کردے گا۔